سلسلۂ مطبوعاتِ کتابخانۂ ریاست رامپور — نمبر ۱

مکاتیبِ غالب رح

نجم الدوله دبیر الملك میرزا اسد الله خان بہادر نظام جنگِ دهلوی متخلص به
غالب کے اون عرایض و خطوط کا مجموعه جو نواب فردوس مکان،
نواب خلد آشیان (طَابَ ثَراهُما) یا دیگر وابستگانِ
دربار کی خدمت مین لکھے گئے تھے

باضافۂ
مقدمه و حواشی از

امتیاز علی عرشی

ناظمِ کتابخانۂ ریاست رامپور

حسب الحکم فرمانروایِ رامپور دام اقبالهم و ملکهم

مطبعۂ قیمه — بمبئی
(مالکان: شرف الدین الکتبی و اولاده)
۱۹۳۷

طبعِ اول ۱۹۳۷ع

فہرستِ مضامین

غلطنامهٔ دیباچه

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۹	۱۰	بدریا بودن	بعیان بودن
۱٤	۱	مجمدعه	مجموعه
٤۳	۱۳	صاجب	صاحب
٤۵	۷	نیّرر	نیّر
۱۱۸	۱۵	بارے یه	بارے مین یه

(فہرست تصاویر پشت پر)

فهرستِ تصاویر

تقریب

سنه ۱۸۵۷ ع کے « رستخیزِ بیجا » سے ہندوستان کی جو ریاستین محفوظ رہین ، اون مین روہیلکھنڈ کی واحد اسلامی ریاست « مصطفی آباد » عرف رامپور مشرقی علم و ادب کی سر پرستی کے اعتبار سے ممتاز ترین درجه کی مالك ہے.

یه ریاست بارھوین صدی ھجری مین جانباز روھیلون کی مردانه کاریون کی بدولت قائم ھوئی ، اور چند سال کے اندر اپنے خوش بخت فرمانروا نواب سید علی محمد خان بہادر کے اقبال کی تائید سے روھیلکھنڈ کے طول و عرض پر چھا گئی . لیکن ابھی اسکی بنیاد کا حقــه استوار ہونے پائی تھی ، که ۱۱۶۲ ھ (۱۷٤۹ ع) مین نواب سید علی محمد خان بہادر کا انتقال ھوگیا . حافظ رحمت خان بہادر نے دیگر روھیله سردارون کے مشورہ سے اونکے فرزندِ سوم نواب سید سعد الله خان بہادر کو ، جو ابھی صغیر السن تھے ، تخت نشین کردیا . سلطنتِ اودھ روھیلون کے روز افزون اقتدار و تسلط کو خطرہ کی نگاہ سے دیکھتی تھی . اوسنے اس نازك وقت سے فائدہ اوٹھایا ، اور اپنی متواتر چند سال کی جارحانه مخالفت سے روھیلکھنڈ کی طویل و عریض سلطنت کو ریاست رامپور کی مختصر چار دیواری مین محصور ھونے پر مجبور کردیا .

اس پرآشوب عہد مین حکومتِ انگلشیه کے زیرِ حمایت نواب سید فیض الله خان بہادر عرش منزل مسندِ آبائی پر متمکن ھوے . آپ مین وہ تمام صفاتِ حسنه ، جو ایك معدلت گستر حکمران کا طرّۂ امتیاز شمار کیجاتی ھین ، بوجہِ اتم موجود تھین . اسلئے آپ نے اپنی دانشِ شاھانه سے کام لیکر روھیلون کی منتشر قوت کو یکجا کیا ، تعلیم و تربیتِ رعایا کیلئے عربك کالج

(مدرسۂ عالیہ) قائم کرکے ملا حسن فرنگی محلی اور بعد ازان بحرالعلوم مولانا عبد العلی لکھنوی کو اوسکا پرنسپل مقرر فرمایا، اور جوڈیشل ڈپارٹمنٹ (محکمۂ قضا) کیلئیے «فتاوای فیض الله خانی» مرتب کرایا. لیکن ابھی عروجِ ستارۂ اقبال کی امیدِ مردہ پوری طرح زندہ ہونے پائی تھی کہ ذیحجہ سنہ ۱۲۰۸ ھ (۱۷۹٤ ع) مین نواب عرش منزل نے قضا کی.

روھیلون نے آپ کے فرزندِ اکبر نواب سید محمد علیخان بہادر کو اپنا حکمران تسلیم کیا. مگر یہ نیا دور ایك افسوسناك حادثہ کے باعث بہت جلد ختم ہو گیا، اور محرم سنہ ۱۲۰۹ھ (۱۷۹٤ ع) مین بجائے آپ کے نواب عرش منزل کے فرزندِ دوم نواب سید غلام محمد خان بہادر مسند نشین ہوئے. حکومتِ اودھ روھیلون کی مجتمعہ قوت کو پھر خائفانہ نظرون سے دیکھنے لگی تھی. اوس نے اس معاملہ مین بیجا مداخلت کی، اور نواب سید محمد علیخان بہادر کا خون بہا طلب کرنے کے بہانے سے رامپور پر فوج کشی کردی. سوءِ اتفاق سے روھیلون کو شکست ہوگئی. نواب سید احمد علیخان بہادر ابن نواب سید محمد علیخان بہادر، جو ابھی خورد سال تھے، صاحبزادہ سید نصرالله خان بہادر کی سرپرستی مین والی بنائے گئے، اور نواب سید غلام محمد خان بہادر اور اونکی اولاد رامپور سے باھر رہنے پر مجبور ہوئی. لیکن

خدا شری برانگیزد کہ خیرِ ما دران باشد

ان حضرات کی ظاھری محرومیِ تخت و تاج انکی آیندہ عظمت و شہرت کا سبب بنگئی.

سنہ ۱۲٥٦ ھ (۱۸٤۰ ع) مین نواب سید احمد علیخان بہادر فوت ہوے، اور اونکی اکلوتی صاحبزادی شمسہ تاجدار بیگم صاحبہ کی حکومت تسلیم کرنے سے روھیلہ سردارون نے انکار کردیا. حکومتِ انگلشیہ کے تدبر نے نواب سید غلام محمد خان بہادر کے خلف الرشید نواب سید محمد سعید خان بہادر جنت

آرامگاہ کو اس وراثتِ آبائی کا حقدار قرار دیا .

نواب جنت آرامگاہ نے سنِ شعور کو پہنچکر حکومتِ انگلشـــیہ کو شرفِ خدمت بخشا تھا ، اور اپنی کاردانی وقابلیتِ انتظـامی کی بدولت ڈپٹی کلکٹری کے عہدہ کی عزت افزائی فرماچکے تھے . آپ نے زمامِ حکومت ھاتھ مین لیکر سب سے پہلے ریاست کی تنظیمِ جدید کیطرف توجه مبذول فرمائی ، اور فوج ، پولیس ، اور محکمۂ مال کیلئے نئے قوانین و ضوابط مقرر فرماکر روھیلون کے غیر منظم جرگہ کو آئینی ریاست کے قالب مین ڈھالدیا .

انتظامی امور سے فارغ ھوکر نواب جنت آرامگاہ نے سرپرستیِ علم و ادب کی طرف قدم اوٹھایا . مولانا فضلِ حق خیرآبادی ، ملك الشعرا مہدی علیخان ذکی مرادآبادی ، حکیم احمـد خان فاخر رامپوری اور دیگر علما وادبا مختلف کتابون کی تالیف و ترجمـه پر مامور ھوے . لیکن یه پودا پروان چڑھنے نه پایا تھا که سنه ۱۲۷۱ ھ (۱۸۵۵ ع) مین نواب جنت آرامگاہ نے وفات پائی .

آپ کے بعد نواب سید محمد یوسف علیخان بہادر فردوس مکان نے تاجِ ریاست زیبِ سر فرمایا . آپ نواب جنت آرامگاہ کی تخت نشینی سے قبل دھلی مین قیـام پزیر ھـوے تھے ، اور مولانا فضلِ حق خیرآبادی ، مفتی صـــدر الدین خان آزردہ ، اور میرزا اسد الله خان غالب سے علومِ عربی و فارسی کی تحصیل فرما چکے تھے . آپ کی تخت نشینی کے دو سال بعد ھنـــدوستان نے حکومتِ انگلشیه کے خلاف علمِ بغاوت بلند کیا . نواب فردوس مکان نے اس موقع پر حکومت کی حمایت و ھمدردی مین بیش بہا خدمات انجام دین ، اور غدر فرو ھو جانے پر آفت رسیـدہ علما ، شعرا ، ادبا اور دیگر اھلِ ھنر کیلئے اپنے سایۂ عاطفت و پرورش کو وسیع فرمادیا .

نواب فردوس مکان کے دامنِ جود و سخا مین پناہ لینے والے حضرات کی طویل فہرست مین ، مفتی محمـد سعد الله مرادآبادی ، میرزا اسد الله خان

غالب دهلوی ، منشی مظفر علیخان اسیر لکھنوی ، منشی امیر احمد امیر مینائی ، صاحبعالم میرزا رحیم الدین بہادر حیا دهلوی ، شیخ علی بخش بیمار ، میر عوض علی عدیل ملیح آبادی خوش نویسِ نستعلیق ، اور منشی انبا پرشاد لکھنوی داستانگو وہ ممتاز هستیان هین جن سے اربابِ علم و ادب بخوبی واقف هین .

لیکن ان تمام صاحبانِ فضل و کمال مین نجم الدوله دبیرالملك میرزا اسد الله خان بہادر غالب دهلوی کو یه خصوصیت حاصل تهی ، که آغازِ سنه ۵۷ ع مین مولانا فضل حق خیرآبادی کی وساطت سے نواب فردوس مکان نے انهین فنِ سخن مین اپنا مشیرِ خاص مقرر فرمایا تها . ابتداءً نواب فردوس مکان وقتی عطیات سے میرزا صاحب کی امداد فرماتے رهتے تهے . لیکن غدر کے بعد انکی پنشن بند هوگئی تو نوابصاحب نے جولائی سنه ۵۹ ع سے سو روپیه ماهوار تنخواه جاری فرمادی تهی ، جو انکے انتقال کے بعد نواب خلد آشیان کے خزانه سے ملتی رهی ، اور میرزا صاحب کی وفات پر اونکے متبنے حسین علیخان شادان کے وظیفه کی شکل مین تبدیل هوگئی .

اس رشته کی بدولت سنه ۱۸۵۷ ع سے سنه ۱۸۶۹ ع تك دربارِ رامپور اور میرزا غالب کے درمیان سلسلۂ مراسلت جاری رها . اس مراسلت کا معتد به حصه محکمۂ عالیۂ دارالانشا (پولیٹیکل ریکارڈس آفس) رامپور ، مین محفوظ تها . سنه ۱۹۳۵ ع مین احقر نے ، اعلیٰ حضرت بندگانِ حضور پرنور کپتان هز هائنس عالیجاه ، فرزندِ دلپزیرِ دولتِ انگلشیه ، مخلص الدوله ناصر الملك امیر الامرا نواب سید محمد رضا علیخان بہادر مستعد جنگ ، کے ۔ سی ۔ ایس ۔ آئی ، فرمانروایِ رامپور دام اقبالهم و ملکهم کی توجهِ همایون اس نادر و نایاب ذخیره کی اشاعت کیطرف مبذول کرنے کی جرات کی .

بندگانِ اعلیٰ حضرت کی ذاتِ گرامی اپنے آبایِ کرام کیطرح سرپرستیِ علوم و آداب مین عموماً ، اور پرورشِ زبانِ اردو مین خصوصاً اقران و اماثل

مین ممتاز ہے۔ بنابرین حکمِ عالی نافذ ہوا کہ اس مجموعہ کو باحسنِ وجوہ مرتب کرکے افادۂ اربابِ ذوق کیلئے شایع کردیا جائے۔

مین نے مولوی امتیازعلی عرشی (ناظمِ کتب خانۂ رامپور) کو، جن مین علمی قابلیت، ذوقِ سلیم، اور علم و ادب کی عملی خدمت کے جذبات جمع ہین، اور مجھے ان سے آیندہ کیلئے بہت بلند اور خوش آیند توقعات ہین، اس ادبی خدمت کے سرانجام پر مامور کیا، اور وقتاً فوقتاً مناسب ھدایات اور مشورے دیتا رہا۔ انکی مسلسل دو سال کی سعی و جانفشانی کے بعد آج یہ مجموعہ اس قابل ہوا ہے، کہ اعلیٰ حضرت شہریارِ رامپور دام اقبالہم و ملکہم کے حضور مین اس گزارش کیساتھ پیش کیا جاسکے، کہ

لایق نبود قطرہ بدریا بردن خار و خسِ صحرا بگلستان بردن
اما چہ کنم کہ رسمِ موری باشد پایِ ملخی پیشِ سلیمان بردن

التجا ہے کہ یہ حقیر کوشش شرفِ قبولیت سے مفتخر کیجائے، کہ یہی اسکی قبولیتِ عامہ کا پیش خیمہ ہوگا۔

خدا سرکار کی عمر دراز کرے، اور جاہ و جلال و اقبال زیادہ فرمائے، تا کہ اس مبارك عہد مین اہم سے اہم اور زیادہ سے زیادہ علمی خدمات انجام پائین۔ آمین۔

رنگ محل پیلس۔ رامپور اسٹیٹ۔
۱۷ مارچ سنہ ۱۹۳۷ ع۔

بشیر حسین زیدی
چیف منسٹر رامپور اسٹیٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

نحمده و نستعينه و نصلی علی رسوله الکریم

تمہید

سنه ۱۹۳۵ع مین جناب معلی القاب عالیمرتبت سید بشیر حسین صاحب بہادر زیدی ، چیف منسٹر ریاست رامپور ، نے حقیر عرشی کو حکم دیا ، که بندگان اعلی حضرت هز هائنس کپتان عالیجاه ، فرزند دلپزیر دولت انگلشیه ، مخلص الدوله ناصر الملك امیرالامرا ، نواب سید محمد رضا علیخان بہادر مستعد جنگ فرمانروای رامپور دام اقبالهم و ملکہم کے ایمای همایون کے مطابق ، میرزا اسد الله خان بہادر غالب دهلوی کے مکاتیب ، جو موصوف نے نواب فردوس مکان ، نواب خلد آشیان (طاب ثراهما) یا دیگر وابستگان دربار کے نام لکھے تھے ، اور عرصه سے محکمۂ عالیۂ دارالانشا مین محفوظ تھے ، ضروری حواشی اور ایك سیر حاصل مقدمه کیساتھ مرتب کرون .

میری علمی بے بضاعتی اس بار گران کی کسی طرح متحمل نه تھی ، اور دامن همت اس شرف بے پایان کے احاطه سے کوتاه نظر آتا تھا . مگر بمقتضای

من درین رتبه از کجا ؟ لیکن ❊ مور پروردۂ سلیمان است

بتعمیل حکم ترتیب مکاتیب کا کام شروع کیا ، اور مسلسل دو سال کی شب و روز کی محنت کے بعد اس مجموعه کی ترتیب کے فریضه سے سبکدوش هوا . مجھے اسکا اعتراف هے که میرزا غالب کے سهل ممتنع مکتوبات پر حواشی

کا اضافـہ ریشمی لبـاس مین ٹاٹ کا پیوند لگانا، اور اونکی انشا پر اظہارِ رای آفتاب کو دنیا سے روشناس بنانا ھے۔ تاھم اسکی قبولیت کا خواستگار، اور یہ سوچکر کہ قبولیت کے لئے نازِ خوبی سے زیادہ نیـازِ خلوص کی ضرورت ھے، جو میرا واحد سرمایۂ حیات ھے، اپنی مراد کے حصول کا امیدوار ھون۔

دیباچہ کی ضرورت

میرزا غالب مرحوم کے سوانحِ حیات اور کلامِ نظم و نثر کا انداز و مرتبہ سمجھنے کیلئے خواجہ الطاف حسین حالی مرحوم کی «یادگارِ غالب» مولانا غلام رسول مہر کی «غالب» اور مسٹر محمد اکرام، ایم، اے، کی تازہ ترین کتاب «غـالب نامـہ» عصرِ حاضر کی وہ مـایۂ ناز تصنیفـات ھین، جنکے بعد اس مضمون پر کسی مطوّل یا مختصر تالیف کی ضرورت عرصہ تك محسوس نہین کیجائیگی۔ اسلئے کہ ان حضرات نے اندرونی و بیرونی شہادتون پر اپنے بیانات کی بنیاد استوار کی ھے، جسکے باعث انکا مطالعہ کرنیوالا میرزا صاحب کی مادی و فکری دنیا مین باریاب ھونیکا شرف حاصل کرلیتا ھے، اور یہی ایك شاعر و مفکّر کے خیالات سمجھنے کا بلنـد ترین درجـہ ھے۔ لیکن با اینہمہ میرے لئے ناگزیر ھے کہ میرزا صاحب کے حالاتِ زندگی اور انشایِ اردو کی خصوصیات پر خامہ فرسائی کرون۔

اولاً اسلئے کہ ضروری مواد دستیاب نہونیکے باعث مذکورۂ بالا تصنیفات میرزا صاحب کے تعلقاتِ رامپور پر، جو اونکی آخری زندگی کا اھم باب ھے، کماحقہ روشنی ڈالنے سے قاصر نظر آتی ھین۔

ثانیاً اسلئے کہ ان تالیفات کا دائرہ میرزا صاحب کی ساری کائناتِ ادب کو محیط ھے، جسکے سبب سے ان مین خاص انشایِ اردو سے سیر حاصل بحث نہین کیگئی ھے۔ حالانکہ یہ صنفِ ادب اونکی خصوصیتِ خاصـہ تسلیم کیگئی ھے، جس مین ھندوستان کا کوئی ادیب، بغیرِ استثنا، آجتك شرکت

کی جرات نہین کرسکا ہے۔

ثالثاً اسلئے کہ خود میرزا غالب نے ١٤ جنوری سنه ١٨٥٨ ع کو نواب فردوس مکان کی خدمت مین عرض کیا تھا، کہ میری یہ آرزو ہے کہ ولیِ نعمت کو اپنی ساری روداد سنا دون، تا کہ کسیطرح کا پردہ درمیان نرہے۔ میرزا صاحب کے الفاظ یہ ہین:

«هر آئینه در دل چنان گزشت، که درین بارید انسان سخن سرای توان گشت، که سرگزشت من از ولی نعمت نهان و حجابی درمیان نماند.» (۱)

دیباچہ کی مباحث

لیکن میرزا صاحب کے سوانح لکھتے وقت اس امر کا لحاظ رکھا گیا ہے، کہ صرف وهی واقعات بیان کیے جائین جو خود میرزا صاحب نے ان مکاتیب مین دربارِ رامپور یا وابستگانِ دربار کو تحریر کیے تھے اور عام حالات سے، جو اردوی معلی یا عودِ هندی وغیرہ مین مذکور ہین، قطعاً بحث نکیجائے۔ البتہ تعلقاتِ رامپور کی بنامیرزا صاحب کی تمام اردو فارسی تحریرون پر رکھی گئی ہے۔ کیونکہ اس موضوع سے کسی بزرگ نے تفصیلی بحث نہین کی تھی۔

میرزا صاحب کے حالاتِ زندگی کے بعد اونکی انشایِ اردو کے انداز، اور اوسکے اجزا کی خصوصیات سے علیحدہ علیحدہ تفصیلی بحث کیگئی ہے، اور کوشش کی ہے کہ حتی الامکان زیرِ نظر مکاتیب سے مثالین مہیا کیجائین۔ لیکن اردوی معلی اور عودِ هندی کو بھی ہر جگہ پیشِ نگاہ رکھا ہے، اور نئی امثلہ کیساتھ ساتھ قدیم نظائر بھی درج کی ہین۔ اس ضمن مین بعض ایسی چیزین بھی زیرِ بحث آئی ہین، جنکا تعلق انشا سے زیادہ میرزا صاحب کے عادات و خصائل یا عام حالات سے تھا۔ لیکن، جیسا کہ ابھی عرض کیا جا چکا ہے، دیباچۂ ہذا مین عنوانِ سرگزشت کے ماتحت صرف وهی حالات

(۱) مکاتیب ص ۱۱ ۔

لکھے گئے ھین، جنکا ذکر اس مجموعہ کے مکاتیب مین ھوا ھے، دیگر تمام عام حالات نظر انداز کردئیے گئے ھین. ایسی صورت مین یہی مناسب نظر آیا کہ ان مباحث کو انشا کے ساتھ بیان کیا جائے. چونکہ ان کا انشا سے بھی کافی تعلق ھے، اسلئے امید ھے کہ مطالعہ کیوقت بے محل معلوم نہ ھونگے.

ماخذ دیباچہ و حواشی

حواشی اور دیباچہ کی ترتیب مین جن کتابون سے امداد حاصل کیگئی ھے، اونکے اسما اور سنینِ طباعت حسبِ ذیل ھین:

(۱) - اردوی معلی، طبعِ اول، اکمل المطابع دھلی سنہ ۱۲۸۵ ھ (۱۸٦۹ ع).

(۲) - ایضاً، طبعِ لاھور سنہ ۱۹۲٦ ع.

(۳) - عودِ ھندی، طبعِ اول، مطبعِ مجتبائی میرٹھ ۱۰ رجب سنہ ۱۲۸۵ ھ.

(٤) - کلیاتِ نظمِ فارسی، طبعِ اول، مطبعِ نولکشور سنہ ۱۲۷۹ھ (۱۸٦۳ع).

(٥) - کلیاتِ نثرِ فارسی، طبعِ دوم، مطبعِ نولکشور سنہ ۱۸۷۱ ع.

(٦) - قاطعِ برھان، طبعِ اول، مطبعِ نولکشور سنہ ۱۲۷۸ ھ (۱۸٦۲ ع).

(۷) - ابرِ گہربار، طبعِ اول، اکمل المطابع دھلی سنہ ۱۲۸۰ ھ.

(۸) - دیوانِ غالب مع شرحِ نظامی، مطبوعۂ نظامی پریس بدایون سنہ ۱۹۲۲ع.

(۹) - یادگارِ غالب، مطبوعۂ نامی پریس کانپور سنہ ۱۸۹۷ ع.

(۱۰) - غالب، مصنفۂ مولانا مہر، طبعِ لاھور سنہ ۱۹۳٦ ع.

(۱۱) - خزانۂ عامرہ، مصنفۂ آزادِ بلگرامی، مطبوعۂ نولکشور پریس کانپور سنہ ۱۸۷۱ ع.

(۱۲) - انتخابِ یادگار، مصنفۂ امیرِ مینائی، مطبوعۂ رامپور سنہ ۱۲۹۰ ھ.

(۱۳) - اخبار الصنادید، مطبوعۂ نولکشور پریس لکھنو سنہ ۱۹۱۸ ع.

(۱٤) - تذکرۂ کاملانِ رامپور، مطبوعۂ ھمدرد پریس دھلی سنہ ۱۹۲۹ ع.

(۱٥) - انشای نور چشم، مطبوعۂ نظامی پریس کانپور سنہ ۱۲۹۱ ھ.

(۱٦) - ڈکشنری آف انڈین بیاگرفی، مصنفۂ بکلینڈ بزبانِ انگریزی مطبوعۂ سنہ ۱۹۰٦ع (اس کتاب سے صرف انگریز حکام کے حالات ماخوذ ہین) .

(۱۷) - اورینٹل بیاگرفیکل ڈکشنری، مصنفۂ بیل بزبانِ انگریزی، مطبوعۂ سنہ ۱۸۹٤ع .

ان مطبوعہ کتابون کے علاوہ حسبِ ذیل قلمی کتابین بھی زیرِ مطالعہ رہی ہین :

(۱) - تاریخِ محمدی، مصنفۂ محمدِ حارثی بدخشی، نسخۂ مولف .

(۲) - تاریخِ لطیف، مصنفۂ مولوی مہدیعلیخان رامپوری، نسخۂ مولف .

(۳) - تشریح السنین، مصنفۂ محمد بشیر الدین کاکوروی، نسخۂ مولف .

تصاویر

کتاب مین نواب فردوس مکان، نواب خلد آشیان اور میرزا غالب کی تصویرین اور موخرالذکر کے ایك خط کا فوٹو شامل ہے .

نواب فردوس مکان کی تصویر اونکے کلیاتِ اردو کے آغاز کی قلمی تصویر کا عکس ہے . یہ تصویر نوابصاحب کے درباری مصور محمد جان کی بنائی ہوئی ہے، اور اصلِ کتاب مین رنگ آمیز ہے . تصویر کے چارون طرف کشمیری طلاکاری مرزا محمد حسن کشمیری کے قلم کی رہینِ منت ہے . مرزا محمد حسن دربارِ رامپور کے متوسلین مین تھے، اور یہان کی قدردانی کی بدولت اپنے وطن کو خیرباد کہکر رامپور مین قیام پزیر ہوگئے تھے . انکے اَخلاف ابتك کتب خانہ کے اسٹاف مین موجود ہین .

نواب خلد آشیان کی قلمی تصویر، جسکا عکس شایع کیا جارہا ہے، کسی نامعلوم پینٹر کی بنائی ہوئی ہے . لیکن یہ بھی ندرتِ فن کا اعلی نمونہ ہے، اور اصلًا رنگ آمیز ہے .

میرزا غالب کی تصویر اوس قلمی تصویر کا عکس ہے، جو اونکی زندگی مین کلیاتِ نظمِ فارسی کے پہلے ایڈیشن مطبوعۂ نولکشور پریس لکھنو (۱۸٦۳ع) مین شایع ہوئی تھی . یہ ایڈیشن اب نایاب ہے . اسلئے مناسب خیال کیا

گیا که بجائے عام تصاویر کے ، جنکی تاریخی حیثیت مشتبه هے ، اوس تصویر کا عکس پیش کیا جائے ، جو خود میرزا صاحب شایع کراچکے هین .

میرزا صاحب کا رسم تحریر پیش کرنیکے لئے وہ خط منتخب کیا گیا هے ، جو اون کے تعلقاتِ رامپور کے آغاز کی تاریخی سند هے . اس سے بیك وقت معلوم هوسکے گا که میرزا صاحب کا رسمِ خط کیسا تها ، اور رامپور سے اونکے تعلقات کس سنه مین شروع هوے .

شکریه

میرا فرض هے که جناب سید شوکت علیصاحب ڈپٹی سیکریٹری دار الانشا اور حکیم انوارالحسن صاحب محافظ دفترِ دارالانشا کا شکریه ادا کرون . ان حضرات نے اپنے قیمتی وقت کا بڑا حصه صرف کرکے ، امثله کی تلاش مین مجھے امداد بهم پهنچائی هے . اسیطرح میسرز شرف الدین اینڈ سنس مالکانِ مطبع قیمه ، بمبئی ، کا شکریه بهی میرے ذمه واجب هے . ان اصحاب نے طباعت کے سلسله مین هر قسم کے فنّی مشورے دیئے ، اور تغیر و تبدل الفاظ و فقرات کی انتهائی فراخ حوصلگی سے تعمیل کی . آخر مین مین سرکار کی درازیِ عمر و ترقیِ جاه و جلال کی دعا پر تمهید ختم کرتا هون .

از دستِ گدای بینوا ناید هیچ ٭ جز آنکه بصدقِ دل دعائی بکند

احقر
امتیاز علی عرشی
ناظمِ کتبخانه

کتبخانه ، قلعهٔ معلی ، ریاست رامپور .
١٥ مارچ سنه ١٩٣٧ ع .

شبیہ مبارک نجم الدولہ دبیر الملک اسد اللہ خان بہادر نظام جنگ المتخلص غالب مدظلہ



غالب نامم آورم نام و نشانم مپرس
ہم اسد اللہم و ہم اسد اللہیم

سرگزشتِ غالب

آتشِ غدر سرد ہو جانیکے بعد میرزا غالب نے نواب فردوس مکان کی خدمت مین ایك عریضہ لکھا تھا، جسکا یہان سے جواب نہین گیا. میرزا صاحب نے خیال کیا کہ غالباً میری روادادِ غدر سے واقف نہونے کے باعث سرکار کو شبہ ہے کہ مین بھی باغیون کا شریكِ کار رہا ہون، اور اس بنا پر از راہِ احتیاط مراسلت سے احتراز فرمایا ہے. اس شبہہ کے ازالہ کیلئے ١٤ جنوری سنہ ١٨٥٨ ع کو انہون نے دوسرا عریضہ ارسال کیا، اور اوس مین اپنے انگریزی روابط، حقیقتِ تعلقِ قلعہ، اور ایامِ غدر مین اپنی گوشہ گیری کے تذکرہ سے پہلے سرکار کو لکھا:

«در زمان چیرہ دستی کور نمکان سپاہ روسیاہ سر رشتۂ پیام از ہم گسست. ناچار بفرستادن نامہ بر رساندن نامہ و پیام صورت بست. درین روزگار، کہ فرمان داوران دادگر روائی وسلسلۂ آمد شد نامہ رسائی یافت، نامہ در پیام روان داشتہ شد، ونا رسیدن پاسخ آنرا چنان پنداشتہ شد، کہ مگر آن نیایشنامہ نرسیدہ باشد، یا فرط احتیاط مانع تحریر جواب گردیدہ باشد. ہر آئینہ در دل چنان گزشت کہ درین باربد انسان سخن سرای توان گشت کہ سرگزشت من از ولی نعمت نہان وحجابی درمیان نماند.»(١)

میرزا صاحب کی اس توجیہ کے پیش نظر مین نے بھی یہی مناسب خیال کیا کہ کم از کم وہ حالات، جو خود میرزا صاحب اس عریضہ یا دیگر عرایض و مکاتیبِ رامپور کے ذریعہ نواب فردوس مکان، نواب خلد آشیان، یا وابستگانِ دربار کے علم مین لانا ضروری سمجھتے تھے، آغازِ مکاتیب مین شامل کردون، تا کہ اس مجموعہ کے مطالعہ کرنیوالے کی نگاہ سے بھی وہ حجاب دور ہو جائے، جو مکتوب الیہم کے درمیان سے اوٹھایا گیا تھا.

(١) مکاتیب، ص ١١

نام تخلص اور القاب شاهی

میرزا صاحب کا نام « اسد الله خان » تخلص « غالب » اور شاهی لقب « نجم الدوله دبیر الملك نظام جنگ » تها . عریضهٔ نمبر ۱۳ کے آخر مین نام ، نمبر ۷ اور ۱۱ کے خاتمه مین نام اور تخلص ، اور نمبر ۱ کے زیرین گوشه کی مهر مین نام مع القابِ شاهی مذکور هے . (۱)

عرف

عرایض مین میرزا صاحب کا عرف کهین مذکور نهین . لیکن سرکاری جوابات کے مسودون کے آغاز مین همیشه « بنامِ میرزا نوشه صاحب » درج هوتا هے . نیز قصیدهٔ « همانا اگر گوهرِ جان فرستم » کے لفافه کی پشت پر بهی میر منشی صاحب نے یهی نام لکها هے . اس سے معلوم هوتا هے که میرزا صاحب کا عرف « مرزا نوشه » تها . (۲)

تاریخ پیدایش

عریضه نمبر ۷ مین میرزا صاحب لکهتے هین :

« از سر آغاز سال یکهزار و هشت صد و شش که درانگاه شمار سنین عمر من از ده نگزشته بود . . . . » (۳)

اس سے واضح هوتا هے که سنه ۱۸۰۶ ع مین میرزا صاحب کی عمر کا دسوان سال تها . گویا وه سنه ۱۷۹۷ع مین پیدا هوے تهے . اردویِ معلی اور عودِ هندی مین ۸ رجب سنه ۱۲۱۲ ھ تاریخِ پیدایش بتائی گئی هے ، (٤) جو سنه ۱۷۹۷ع کے مطابق هے . اسلئے اس انگریزی سنه کو صحیح سالِ پیدایش شمار کرنا چاهیے .

نسبی خاندان — چچا

میرزا صاحب نصر الله بیگخان بهادر کے بهتیجے تهے . نصر الله بیگخان چار سو سوارون کے رساله کے افسر تهے ، اور جنرل لارڈ لیك بهادر کی

(۱) مکاتیب ، ص ۲۰ و ١٤ و ۱۸ و ٤ (۲) ایضاً ، ص ٦ حاشیه نمبر ۱ (۳) ایضاً ، ص ۱۱
(٤) اردوی معلی ، ص ۳۹۹ و عود هندی ، ص ٦٩

معیت مین حکومتِ انگریزی کی گرانقدر فوجی خدمات انجام دیچکے تھے، جسکے صلہ مین پرگنۂ « سونك سونسا » بقیدِ حینِ حیات جاگیر مین عطا ہوا تھا۔ سنہ ۱۸۰٦ع مین نصراللہ بیگ خان بہادر کا یکایك انتقال ہوگیا۔ گورنمنٹ نے جاگیر واپس لیکر اونکے ورثا کی پنشن مقرر کردی، جو ابتداءً ریاستِ فیروزپور جھرکہ کے خزانہ سے اور بعد ازان غدر تك خزانۂ کلکٹری دھلی سے تقسیم ہوتی رھی۔ یہ تمام تفصیل میرزا صاحب نے عریضۂ نمبر ۷ مین تحریر کی ھے۔ فرماتے ھین:

« حالی رای جہان آرای باد کہ دیرینہ نمکخوار سرکار انگریزم۔ و از سر آغاز سال یکھزار وھشت صد و شش کہ درانگاہ شمار سنین عمر من از دہ نگزشتہ بود، بعوض جاگیر عم حقیق نسبی خود نصر اللہ بیگخان بہادر، کہ با جمعیت رسالۂ چہار صد سوار بمعیت جرنیل لاڑد لیك بہادر در فتح ھندوستان کوششہای نمایان کردہ، و پرگنۂ سونك سونسا بقید حین حیات جاگیر یافتہ، وھم دران عہد بمرگ ناگاہ از جہان رفتہ بود، بفرمان جرنیل لاڑد لیك بہادر ومنظوری گورمنٹ مشت زری شامل جاگیر عم سبی من نواب احمد بخش خان بہادر در وجہ معاش من منجملۂ زر استمراری سرکاری، کہ بذمۂ احمد بخش خان بہر دوام واجب الادا بود، قرار یافت۔ » (۱)

حقیقی بھائی

ایك عریضہ مین میرزا صاحب نے اپنے چھوٹے بھائی میرزا یوسف خان کا بھی تذکرہ کیا ھے۔ فرماتے ھین:

« بہر حال دو امر ھنوز مبہم ھین۔ ایك اس انگریزی تحریر کا حال، اور دوسری میری بھائی کی پنسن کی حقیقت۔ » (۲)

میرزا یوسف خان نے ۲۹ صفر سنہ ۱۲۷٤ھ مطابق ۱۹ اکتوبر سنہ ۱۸۵۷ع کو بحالتِ دیوانگی دلی مین انتقال کیا۔ (۳)

سبی خاندان — بی بی

میرزا صاحب کی بی بی امراؤ بیگم نواب الٰہی بخش خان معروف کی بیٹی تھین۔ یہ ۷ رجب سنہ ۱۲۲۵ھ (۱۸۱۰ع) کو میرزا صاحب کے عقد مین آئین، اور اونکی وفات کے چند ماہ بعد تك زندہ رھین۔ نواب فردوس

(۱) مکاتیب، ص ۲۱ (۲) ایضاً، ص ۲۷ (۳) کلیات نثر فارسی، ص ۳۹۹

مکان کی مـزاج پرسی کرتے ہوے میرزا صاحب نے انکے متعلق لـکھـا ہے :

« جب سی حضرت کی ناسازی مزاج مبارك کا حال خارج سی مسموع ہوا ہی ، عالم الغیب گواہ ہی کہ مجھپر اور میری بی بی پر ... کیا گزر رہی ہی . » (۱)

میرزا صاحب کے انتقال کے بعد امراؤ بیگم نے اپنی مالی مصیبت کا سارا کچا چٹھا لکھکر کمشنرِ دہلی سے درخواست کی تھی کہ میرزا صاحب کی پنشن حسین علیخان پسرِ متبنی کے اور میرے نام منتقل کردیجائے. لیکن ڈپٹی کمشنر کی ہمدردانہ رپورٹ کے باوجود کمشنرِ دہلی نے جواب دیا کہ متبنی بیٹے کے نام پنشن کسیطرح جاری نہین ہوسکتی. البتہ بیوہ کچہری مین حاضر ہو تو اوسکے نام دس روپیہ ماہوار وظیفہ مقرر کردیا جائیگا. اس باغیرت بی بی نے کچہری کی حاضری کو گوارا نہ کیا، اور دس روپیہ ماہوار کے وظیفہ سے انکار کردیا.

حسین علیخان نے ۱۲ جون سنہ ۱۸٦۹ ع کو نواب خلد آشیان کی خدمت مین ایك عریضہ ارسال کیا تھا. اوس مین میرزا صاحب کے قرض کی ادایگی کی درخواست، اور اپنے حاضر نہوسکنے کے عذر کے بعد، بیگم صاحبۂ غالب کی درخواستِ پنشن کے بارے مین لکھتے ہین :

« پنشن سرکار انگریزی کی یہ صورت ہوئی، کہ ہنگام ثبوت و تحقیق مفلسی و بیمقدوری و قرضداری ڈپٹی کمشنر صاحب نے رپورٹ اچھی کی. اوسپر صاحب کمشنر بہادر نی حکم دیا کہ پسر متبنی کی پنشن نہین ہوسکتی. ہان زوجہ کیواسطی مبلغ دس روپیہ تجویز ہونگی. جناب دادی صاحبہ نے دس روپیہ نامنظور کئی. یہ امید بھی جاتی رہی. » (۲)

اس عرضی کے آخر مین بیگم صاحبہ نے لکھا ہے :

« از جانب امراؤ بیگم. بعد کورنش بتوحد مضمون عرضی ہذا بہ گزارش ہی. کمترینہ اول بعمر ہفتادساله حرکت و نقل مکان سی معذور. اور سوائی اوسکی صدمۂ انتقال شوہر اور ہجوم قرض خواہان سی اور معیشت آیندہ سی مجبور. با این ہمہ بسبب عدت کی خانہ سی باہر نہین نکلسکتی. بدین وجوہ مانع حضوری ہی. اور سوای در دولت کی کوئی ملجا و ماوا نظر نہین آتا. حضور کو دستگیری مجھ بیکسہ عاجزہ کی واجب ہی. اور یہ ارادہ ہی کہ بعد انقضای مدت عدت خدمت مین حاضرہون، اور وہین انفاس بقیہ کو گزارون. اب نان شبینہ کو محتاج ہون.

---

(۱) مکاتیب، ص ٤٠ (۲) مثل نمبر ۱۷۹، صیغۂ احباب، عہد نواب خلد آشیان، محافظخانۂ دارالانشا

چارہ اسکا بجز بندگان عالی کے ممکن نہین . رحم فرمائیے اور خبرگیری کیجیے، کہ بدعا گوئی دولت ابد مدت مشغول رہون . »

۲۲ ربیع الثانی سنہ ۱۲۸۶ ھ (اگست سنہ ۱۸۶۹ ع) کو بیگم صاحبہ نے نواب خلد آشیان کو پھر لکھا :

«جنابعالی ! جس روز سے مرزا اسد اللہ خان غالب نے وفات پائی ہے ، تو یہ عاجزہ بیوہ اسقدر مصائب مین گرفتار ہے ، کہ تحریر سے باہر ہے . اول تو یہ مصیبت ہے کہ مرزا صاحب مرحوم آٹھ سو روپیہ کے قرضدار مرے . دوسری مصیبت یہ کہ پنشن انگریزی مسدود ہوئی . تیسری یہ کہ تنخواہ سو روپیہ ماہوار، جو آپ از راہ قدر دانی کے مرزا مرحوم کو ارسال فرماتے تھے ، وہ بھی یک لخت موقوف ہوئی . ابتک قرض لیکر اوقات بسری کی . اب قرض بھی نہین ملتا . نوبت فاقہ کشی کی پہنچی . اس حالت حیرانی اور پریشانی مین پھر یہی خیال آیا، کہ اللہ تعالی نے ہمارا وسیلہ پرورش اور اوقات گزاری کا اس دنیا مین آپکی ذات بابرکات کو بنایا ہے ، اور سوائے آپکی ذات بابرکات کے دوسرا کوئی نظر نہ آیا. لاچار برخوردار حسین علیخان کو آپکے قدمون پر ڈالا . آپنے بسبب شرفا پروری اور اقتضای مروت اور فتوت کے اوسقدر اوپر حال برخوردار کے عنایت فرمائی ہے ، کہ بیان سے باہر ہے . اب دعاگو کی یہ تمنا ہے کہ ایسی پرورش مجھ ضعیفہ کی ہوجائے، کہ مرزا مرحوم حق عباد سے بری ہوجائین ، کہ یہ سخت عذاب ہے . اگر حضور صورت ادای قرض فرمادین تو کمال ثواب عظیم ہوگا. اور اگر دفعہ صورت ادای قرض مناسب رای بیضا ضیا کے نہو ، تو یہ تنخواہ ششماہ کی بحساب فی ماہ صد روپیہ بالفعل مجھ بیوہ کو عنایت ہوجائے . باقی ٦ ماہ اور بحساب مذکورۂ بالا مرحمت فرمائیے ، تاکہ مین بیوہ قرض مرزا صاحب کا ادا کردون . اور ظاہرا یقین ہے کہ زندگی میری بھی اسی میعاد مین پوری ہوجائیگی. ...... اور پنشن میری دس روپیہ انگریز کرتا ہے ، بشرط اینکہ کچہری مین حاضر ہون . اور جانا میرا کچہری مین ہرگز نہوگا . گو فاقون سے مر جاؤن . کیا مین اپنے باپ اور چچا اور شوہر کا نام روشن کرون . اور جو عزت اور ریاست میری چچا کی اور حرمت میری والد کی اور شوہر کی آگے خاص و عام کے تھی حضور پر سب روشن ہے . » (۱)

اس عریضہ پر بھی سرکار نے کوئی حکم نہ دیا . تو ۲٤ جمادی الاول سنہ ۱۲۸٦ ھ کو بیگم صاحبہ نے مکرر درخواست پرورش پیش کی . اسکا مضمون تقریباً سابق درخواست کے مطابق ہے، اسلئے اعادہ مناسب معلوم نہین ہوتا . البتہ اس عرضی کے لفافہ پر میر منشی صاحب کا نوٹ ہے :

(۱) مثل نمبر ۲٥٤ ، صیغۂ احباب ، عہد نواب خلد آشیان ، محافظخانۂ دارالانشا .

« پیش نموده شد . حکم نفاذ یافت که درین خصوص به نواب مرزا خان فہمایش و ہدایت بعمل آمده . ۹ ستمبر سنه ۱۸۶۹ع . »

اس تاریخ کے بعد صرف ایك اور درخواست کا پته چلتا ہے ، جو شعبان مین بھیجی گئی تھی . لیکن مثل مین اوسکا لفافه شامل ہے . اصل عرضی موجود نہین . اسکے بعد امراؤ بیگم کا تذکرہ نہین ملتا . اس سے یه خیال ہوتا ہے که اونکی یه پیشینگوئی که « مین اسی ششماہی مین فوت ہو جاؤنگی » درست نکلی . اور وہ سنه ۱۲۸۶ ھ ہی مین فوت ہو گئین .

بی بی کے چچا اور بھائی

نواب احمد بخش خان بہادر والیِ فیروزپور جھرکه و جاگیردارِ لوہارو میرزا صاحب کی بی بی کے حقیقی چچا اور میرزا صاحب کے چچیا سسر تھے . انھون نے اپنی زندگی مین اپنے بڑے لڑکے نواب شمس الدین احمد خان کو فیروزپور کا رئیس بنا دیا تھا ، اور خود گوشه گیر ہوگئے تھے . نواب شمس الدین احمد خان بہادر کو ولیم فریزر ریزیڈنٹ دہلی کے قتل کے الزام مین پھانسی دیدیگئی . میرزا صاحب نے اپنی سرگزشت مین ان دونون کا ذکر کیا ہے ، اور اوسی مین نواب شمس الدین احمد خان کے قتل کی طرف بھی اشارہ کر گئے ہین . فرماتے ہین :

« بفرمان جرنیل لاڑد لیك بہادر و منظوری گورمنٹ مشت زری شامل جاگیر عم سببی من نواب احمد بخش خان بہادر در وجه معاش من منجملهٔ زراستمراری سرکاری ، که بذمهٔ نواب احمد بخش خان بهر دوام واجب الادا بود ، قرار یافت . چون جانشین احمد بخش خان کیفر کردار یافت و جاگیر بسرکار باز یافت شد ، رسیدن آن وجه مقرری از خزانهٔ کلکٹری دہلی صورت پزیرفت . » (۱)

نواب احمد بخش خان نے سنه ۱۸۲۷ ع مین اور نواب شمس الدین احمد خان نے سنه ۱۸۳۵ ع مین اس دارِ فانی سے کوچ کیا .

بی بی کی پوتی — باقر علی خان

امراؤ بیگم کے سات اولادین ہوئین ، لیکن ان مین سے کسی نے پندرہ ماہ

(۱) مکاتیب ، ص ۱۲

سے زیادہ عمر نہین پائی. ان میان بی بی نے زین العابدین خان عارف کو، جو امراؤ بیگم کے حقیقی بھانجے تھے، منہ بولا بیٹا بنالیا. یہ دو خورد سال بچے چھوڑ کر جوانی مین انتقال کرگئے. ان دونون مین بڑے باقر علیخان تھے، جو والد کے انتقال کے بعد کچھ عرصہ تك اپنی دادی بنیادی بیگم کے ھان رھے اور اونکے بعد میرزا صاحب کے پاس چلے آئے. میرزا صاحب نے انکی پرورش کی، پڑھایا لکھایا، اور جب جوان ھوگئے تو ڈھائی ہزار روپیہ لگا کر نواب ضیاءالدین خان بہادر کی صاحبزادی سے شادی کردی. نواب خلد آشیان کو انکی شادی اور اوسکے اخراجات کے بارے مین لکھا ھے:

«باقر علیخان کی شادی نواب ضیاء الدین خان کے ھان ھوئی. اونھون نے کھانے جوڑے کے دو ھزار روپیہ دیے. اور میری زوجہ نے پانسو روپیے کا زیور لگاکر پچیس سو روپیے صرف کیے.» (۱)

باقر علیخان نے سنه ۱۲۹۳ ھ (۱۸۷٦ ع) کو انتقال کیا.

حسین علیخان

عارف کے چھوٹے لڑکے حسین علیخان کو میرزا صاحب نے عارف کی جگہ متبنی کر لیا تھا. چنانچه نواب فردوس مکان کی مزاج پرسی کے پہلے خط مین انکو اپنا فرزند لکھا ھے. فرماتے ھین:

«جب سے حضرت کی ناسازی مزاج مبارك کا حال خارج سے مسموع ھوا ھے عالم الغیب گواہ ھے کہ مجھپر..... اور میری فرزند حسین علی خان پر کیا گزر رھی ھے.» (۲)

نواب خلد آشیان کی خدمت مین انکے متعلق میرزا صاحب نے بار بار تحریرین لکھی ھین. چنانچـــه سب سے پہلے ۱۹ اگست سنه ۱۸٦۷ ع کو انکی منگنی کے بارے مین لکھا:

«آپکے غلام زرخرید، یعنی حسین علیخان، کی منگنی ھوگئی. اور اپنے کنبے مین ھوئی. یعنی نواب احمد بخش خان مرحوم کے حقیقی بھائی کی پوتی سے. اور رجب کا مہینا قرار پایا. اب میری بڑھاپے اور میری مفلسی کی شرم آپکے ھاتھ ھے.» (۳)

سرکار نے جواباً تحریر فرمایا که آپکی تحریر مجمل ھے. خلاصۂ مکنونِ خاطر

---

(۱) مکاتیب، ص ۹۷ (۲) ایضاً، ص ٤۰ (۳) ایضاً، ص ۹۵

تحریر فرمائیے . اسکے جواب مین میرزا صاحب نے ٥ ستمبر کو لکھا :

« مجملا یہ کہ مین در دولت کا گدای خاك نشین اور وہ آپ کا غلام . تفصیل یہ کہ میری پاس نقد ، جنس ، اسباب ، املاك ، اور میری گھر مین زیور زرینہ و سیمینہ کا نام و نشان نہین . هت اودهار قرض کوئی دیتا نہین . آپ روپیہ عنایت فرمائین ، تا یہ کام سر انجام پاؤ ، اور بوڑھی فقیر کی برادری مین شرم رهجاؤ . دوسری بات یہ کہ سو روپئی آپکی سرکار سی بطریق خیرات اور باسٹھ روپیہ آٹھ آنہ مہینا سرکار انگریزی سی بعوض جاگیر پاتا هون . عالم الغیب جانتا هی کہ اس مین میرا بڑی مشکل سی گزارا هوتا هی . بہو کو کہاں سی کھلاؤنگا ؟ حسین علیخان کی کچھ تنخواہ مقرر هوجائی . لیکن توقیع تنخواہ اوسکی نام جاری نہو . بلکہ اوسکی زوجہ حسن جہان بیگم بنت اکبر علیخان کی نام وہ تنخواہ مقرر هو . اور اوسکی مہری رسید سی ملا کری . زر مصرف شادی کی مقدار اور تنخواہ کی مقدار جو خداوند کی همت اور اس کنگال اپاهج کی قسمت . » (۱)

سرکار نے ارقام فرمایا کہ آپ مصارف کی مقدار لکھیے . اسکے بعد حکمِ مناسب دیا جاسکیگا . مابدولت کو بر بنای موانست و اتحادِ قدیمہ آپ کی خوشنودیِ خاطر مدِ نظر ہے . اسکے جواب مین میرزا صاحب نے ۲۳ ستمبر کو تحریر کیا :

« حضرت نی غمخواری و تفقد و درویش نوازی کو اوس پایہ پر پہنچایا کہ شاهان عجم مین سلطان سنجر نی اور شاهان هند مین شاهجہان نی ملازمون کی اتنی پرسش اور نوازش کی هوگی . باقر علیخان کی شادی نواب ضیاء الدینخان کی هان هوئی . اونهون نی کھاؤ جوڑی کی دو هزار روپیہ دیئی . اور میری زوجہ نی پانسو روپی کا زیور لگا کر پچیس سو روپی صرف کیی . حسین علیخان کا سسرا ، یعنی اکبر علیخان ، اپنی خاندان کا هی . لیکن امیر نہین . نوکری پیشہ هی . اب یہ مین کیونکر عرض کرون کہ مجھی کیا دو . سائل هون . یہ رسم نہین کہ سائل مقدار سوال عرض کری . حال مصارف شادی خاندان لکھدیا هی . دو ڈھائی هزار مین شادی اچھی هوجائیگی . لیکن یہ بھی ساتھ عرض کرتا هی کہ میرا حق خدمت اتنا نہین کہ اسقدر مانگ سکون . جو کچھ دوگی اوس مین شادی کر دونگا . » (۲)

اس عریضہ کا سرکار کیجانب سے کوئی جواب نگیا ، اور رجب مین شادی ملتوی هوگئی . میرزا صاحب نے ۲ رمضان سنہ ۱۲۸٤ ھ مطابق ۲۹ دسمبر سنہ ۱۸٦۷ ع کو یاددهانی کرتے ہوئے لکھا :

« ماہ صیام مین سلاطین و امرا خیرات کرتی هین . اگر حسین علیخان یتیم کی شادی امی صیغی مین هوجاؤ ، اور اس بوڑھی اپاهج فقیر کو روپیہ ملجاؤ تو اس مہینی مین تیاری هو رهی ، اور

(۱) مکاتیب ، ص ۹٥ (۲) ایضاً ، ص ۹۷

شوال مین رسم نکاح عمل مین آئے . اور چونکه اس ماه مبارك مین در فیض باز اور سال انگریزی کا بهی آغاز هی ، وه پچیس روپیی مهینا جو زبان مبارك سی نکلا هی ، جنوری سنه ۱۸٦۸ سی بنام حسین علیخان مذکور جاری هوجائ ، تو مجهی گویا دونون جهان ملگئی . » (۱)

لیکن اس غریضه کا جواب بهی صیغـهٔ التوا مین رهـا ، اور ذیقعده آپهنچا . میرزا صاحب نے ۹ مارچ سنه ۱۸٦۸ع کو لـکها :

« مرزا حسین علیخان کی شادی رجب کی مهینی مین قرار پائی تهی . عطیهٔ حضور کی نه پهنچنی کی سبب ملتوی رهی . آج جو ذیقعده کی ۱۵ هی ، ۱۵ دن یه اور مهینا ذی الحجه کا . اگر اسی ذیقعده کی مهینی مین کچهه حضرت عطا فرمائینگی ، تو آخر ذی الحجه تك نکاح هوجائیگا . خدا کری ! خداوند کی ضمیر مین یه بهی گزری ، که غالب جب بهو بیاه لائیگا ، تو اوسکو روٹی کهان سی کهلائیگا . غرض اس سی یه که حسین علیخان کی تنخواه جاری هوجائ . حضرت ! کوئی ایسا نهین که جو میری مطالب حضور مین عرض کرتا رهی اور مجهی باربار لـکهتی هوی شرم آتی هی . » (۲)

سرکار نے یه درخواست منظور فرمالی ، اور آمدِ زمستان تك شادی سے فراغت کی امید هوگئی . نواب مرزا خان داغ دهلوی ، اور حکیم مظفر حسین خان بهادر لـکهنوی نے علی الترتیب میرزا صاحب کو قبولیتِ التماس کی اطلاع دی . اسکی توثیق نیز مکرر یاد دهانی کی خاطر میرزا صاحب نے ۱۳ اگست سنه ۱۸٦۸ع کو لـکها :

« تین التماسین سابق پیش هوئی تهین . سو اب پهلی برخوردار نواب مرزا خان کی تحریر سی اور پهر جناب مظفر حسین خان بهادر کی خط سی اون خواهشون کی منظور و مقبول هونیکی نوید پائی . انشاء الله الکریم حسب ارشاد حضور اسی برس ٦٨ مین آمد زمستان یعنی نومبر و دسمبر مین میرا قرض بهی ادا هوجایگا ، اور حسین علیخـان کی شادی بهی هوجایگی ، اور اوسکیواسطی اوسکی زندگی تك تنخواه جداگانه مقرر هوجایگی . »(۳)

اس عرصه مین حسین علیخان کی سسرال سے شادی کا تقاضا شروع هوگیـا . میرزا صاحب نے مجبور هوکر ۷ ستمبر کو ولیِّ نعمت کی خدمت مین عرض کیا :

« پیر و مرشد ! حسین علیخان کی سسرال والون کا بڑا تقاضا هی . زندگی مشکل هوگئی هی . بطریق « شیئا لله » سوال مختصر یه هی که جو حضرت کی مزاج مین آوی وه عطا کیجی ، اور حسین علیخان کی نام جداگانه تنخواه مقرر کردیجی . لیکن یه دونون امر جلد صورت پکڑ جائین . » (٤)

سرکار نے ابهی اسکا جواب ارقام نهین فرمایا تهـا که اس عرصه مین

---

(۱) مکاتیب ، ص ۱۰۰ (۲) ایضاً ، ص ۱۰۲ (۳) ایضاً ، ص ۱۰۵ (٤) ایضاً ، ص ۱۰٦

میرزا صاحب پر قرضخواهون کا سخت تقاضا هونے لگا، اور شادی کی خوشی کے حصول سے قبل قرض کے غم کا رفع کرنا ضروری هوگیا. ادائیگیِ قرض کی سبیل صرف عطیۂ سرکارِ رامپور تھا. بنابرین ۱٦ نومبر کو میرزا صاحب نے بحالتِ اضطرار لکھا:

«حال میرا تباه هوتی هوتی اب یه نوبت پهنچی، که ابکی تنخواه مین سی ٥٤ روپئی بچی. ٦۳ روپئو کا چٹھا ماهوار کا سو سه ماده دینا. مجملا آٹھ سو روپئو هون تو میری آبرو بچتی هی. ناچار حسین علیخان کی شادی اور اوسکو نام کی تنخواه سی قطع نظر کی. اب اس باب مین عرض کرون کیا مجال. کبھی نکھونگا. آٹھ سو روپئو مجکو اور دیجو. شادی کیسی؟ میری آبرو بچ جائو، تو غنیمت هی.» (۱)

میرزا صاحب مرتے دم تك اپنے اس عهد پر قائم رهے. آخری عریضه مین بھی، جو ۱۰ جنوری سنه ۱۸٦۹ ع کو تحریر کیا تھا(۲)، حسین علیخان کی شادی کا ذکر نهین کیا، اور یه ارمان ساتھ لیکر دنیا سے رخصت هوگئے.

حسین علیخان نے انکے انتقال کے ایك مهینے بعد ۱۷ مارچ سنه ٦۹ ع کو اپنے تقررِ تنخواه کی درخواست بھیجی. بعد ازان ۱۲ جون کے عریضه مین پھر اپنی خواهشِ وظیفه کا اعاده کیا، اور یه بھی عرض کیا که فدوی بیمار هے، اسلئے حاضرِ خدمت نهین هوسکتا. انشاء الله صحت کے بعد قدمبوسی کی سعادت حاصل کریگا.

۲۲ ربیع الثانی سنه ۱۲۸٦ ھ (اگست سنه ۱۸٦۹ ع) کو بیگم غالب نے سرکار کو جو عریضه لکھا هے اوس سے معلوم هوتا هے که اوسوقت حسین علیخان ملازم هوچکے تھے. لیکن ابھی انکی شادی نهین هوئی تھی. ۲۱ فروری سنه ۱۸۷۰ ع کو حسین علیخان نے رامپور سے دلی واپس جاکر منشی سیاچند صاحب کو ایك خط لکھا هے. اوس سے معلوم هوتا هے که حسین علیخان اگست سنه ٦۹ ع کے بعد رامپور آئے، اور فروری سنه ۷۰ ع مین میرزا صاحب کی برسی کی فاتحه کیلئے رخصت لیکر دلی گئے. وهان سسرال والون

(۱) مکاتیب، ص ۱۰۷ (۲) ایضاً، ص ۱۰۸

نے شادی کا تقاضا کیا. ان کی تنخواه صرف پچیس روپیه ماهوار مقرر هوئی تهی، اور ابهی ٦ ماه ملازمت پر گزرے تهے، اسلئے کچھ پس انداز بهی نهونے پایا تها. لهذا بذریعهٔ عریضهٔ جداگانه سرکار سے درخواست کی که مصارفِ شادی عطا فرماکر بنده کی پرورش فرمائیے، اور منشی صاحب سے خواهش کی که اس کام مین آپ کوشش کرین. «یقین تو هے که حضور دام اقباله بس رحم فرماکر کچھ عنایت فرمائینگے. آگے مقدر.»

اسکے بعد امثله مین شادی سے متعلق کوئی تحریر نهین. اسلئے قیاس یه هے که حسین علیخان کو امداد ملگئی، اور سنه ۷۰ع مین انکی شادی کی تقریب انجام پائی.

تعلیم — عربی و فارسی

میرزا صاحب نے عربی و فارسی کی صرف ابتدائی تعلیم حاصل کی تهی. لیکن زبانِ فارسی سے فطری دلچسپی تهی. خوش قسمتی سے عنفوانِ شباب مین ایك ایرانی نژاد بزرگ ملا عبد الصمد آگره وارد هوا، اور دو سال تك انکے مکان پر مقیم رها. یه اصلاً زرتشتی تها، اور فلسفهٔ و حکمت مین دستگاهِ کامل رکهتا تها. میرزا صاحب نے اوس سے زبانِ فارسی کے حقایق و دقایق سیکهے، اور اسطرح اپنی بواسطه تحصیلِ ادبِ فارسی کو پایهٔ تکمیل تك پهنچالیا. چنانچه ایك عریضه مین فرماتے هین:

«بدو فطرت سے میری طبیعت کو زبان فارسی سے ایك لگاؤ تها. چاهتا تها، که فرهنگون سے بڑهکر کوئی ماخذ مجکو ملے. باری مراد بر آئی، اور اکابر پارس مین سے ایك بزرگ یهان وارد هوا، اور اکبرآباد مین فقیر کے مکان پر دو برس رها، اور مین نے اوس سے حقایق و دقایق زبان پارسی کے معلوم کیئے. اب مجهے اس امر خاص مین نفس مطمئنه حاصل هے. مگر دعوی اجتهاد نهین هے. بحث کا طریقه یاد نهین.» (۱)

قاطعِ برهان سے معلوم هوتا هے که ملا عبد الصمد سنه ۱۲۲٦ ه (۱۸۱۱ع) مین آگره وارد هوا تها(۲).

---

(۱) مکاتیب، ص ۸۲ (۲) قاطع برهان، ص ۷

طب

میرزا صاحب نے ایك عریضه مین اپنےطبی تجربه کا بھی ذکر کیا ھے. جو غالباً قدرے کتبِ طب کے از خود مطالعه سے اور زیاده تر ایامِ امراض کی طوالت اور کثرتِ استعمالِ ادویه سے حاصل ھوا تھا. فرماتے ھین :

« مین طبیب نہین مگر تجربه کار ھون. ستر برس کا آدمی ھوشیار ھون. » (۱)

اسکے بعد مختلف ادویات تجویز کی ھین ، اور بعض اشیا سے پرھیز کی ھدایت کی ھے.

علم نجوم

نواب فردوس مکان کے جشنِ غسلِ صحت کی تہنیت مین میرزا صاحب نے جو فارسی تہنیت نامه لکھا ھے اوس کے مطالعه سے اندازه ھوتا ھے که انھین علمِ نجوم مین بھی دخل تھا. اس مکتوب مین از روی نجوم ثابت کیا گیا ھے که مرضِ سرطان سے سرکار کی صحتیابی ایسی مبارك ساعت مین واقع ھوئی ھے که اسکے اثرات کے ماتحت عرصۂ دراز تك سرکار مہلك امراض کے حملون سے محفوظ رھین گے. (۲)

وطن اور سکونت دھلی

میرزا صاحب کا وطن اکبرآباد (آگره) ھے. چنانچه اپنے ایرانی استاد کے ذکر مین نواب خلد آشیان کو لکھا ھے :

« اکابرِ پارس مین سی ایك بزرگ یہان وارد ھوا ، اور اکبرآباد مین فقیر کی مکان پر دو برس رھا. » (۳)

لیکن شادی کے بعد دلی مین آرھے تھے. یکم ستمبر سنه ۱۸٦٦ع کو لکھتے ھین :

« مین باون تریپن برس سی یہان رھتا ھون. » (٤)

اس حساب سے اونکا دلی مین قیام سنه ۱۸۱۳ ع یا سنه ۱۸۱٤ ع سے ھونا چاھیے. میرزا صاحب نے دلی مین ذاتی مکان کبھی نه بنایا. ھمیشه کرایه کے مکانات مین رھے. ان مین سے دو کا ذکر ایك عریضه مین کیا ھے. فرماتے ھین :

(۱) مکاتیب ، ص ٦۲ (۲) ایضاً ، ص ٤٤ (۳) ایضاً ، ص ۸۲ (٤) ایضاً ، ص ۷۷

«دبیران خاص بر عنوان نامه‌های پیشین نشان کابۀ این درویش دلریش عقب مسجد جامع نبشته اند. و من از هفت هشت سال در محلۀ بلیمار می مانم.» (۱)

مسکن کی حالات

جس عہد مین میرزا صاحب دلی تشریف لائے وہ اگرچہ دلی کی پیرانہ سالی کا زمانہ تھا، لیکن آثارِ شگفتگی و آبادانی ہر طرف ہویدا تھے. غدر سنہ ۵۷ع نے اس شہر کی بچی کھچی دولت لوٹکر نیا سکہ چلایا. عمارات گرا کر سڑکین بچھائی گئین. شہر اوجاڑ کر قبرستان آباد کیے گیے، اور اہلِ ہنر کو شہربدر کرکے فوج کا شہر مین پڑاؤ ڈالا گیا. ایکبار نواب فردوس مکان کو چوب چینی کی ضرورت پیش آئی. دلی اطبا اور عطارون کا مخزن تھا، اسلئے سرکار نے میرزا صاحب سے فرمایش کی. اسکے جواب مین ۲۶ دسمبر سنہ ۱۸۶٤ع کو میرزا صاحب تحریر کرتے ہین:

«دلی اب شہر نہین. چھاؤنی ہی. کنپ ہی. نہ قلعہ، نہ شہر کی امرا، نہ اطراف شہر کی روسا.» (۲)

۱۸ ستمبر سنہ ۱۸٦٦ع کو دلی مین کاتبون کے فقدان کی وجہ بتاتے ہوئے لکھتے ہین:

«شہر سراسر ویران ہی. کاتب کہان؟» (۳)

خشک سالی

سنہ ٦٥ع مین دلی بارانِ رحمت کے فیض سے محروم رہی. جولائی بھری برسات کا مہینا ہے، لیکن اس زمانہ مین شہر کے اندر لو چلتی رہی. ۲۳ جولائی کو میرزا صاحب نے دلی کی محرومی کا رونا رویا ہے. فرماتے ہین:

«یہان خلق کو مینہ درکار ہی، اور ہوا شرارہ بار ہی. دھوپ کی تیزی سی آدمی کی تیور اور پہاڑ کی پتھر جلی جاتی ہین. پانی جگر گداز، ہوا جانستان، امراض مختلفہ کا ہجوم جہان تہان. جز اعضای انسان، کہ وہ پسینی مین تر ہین، طراوت و رطوبت کا کہین پتا نہین. یا لو چلتی ہی یا مطلق ہوا نہین.» (٤)

۱۱ ماہ اگست کو پھر لکھتے ہین:

«یہان مینہ اسیقدر برسا ہی کہ جسکی پانی سی زمیندار حاصل فصل ربیع سی ہاتھ دھو لین.» (٥)

(۱) مکاتیب، ص ۱٤ (۲) ایضاً، ص ٤۳ (۳) ایضاً، ص ۸۰ (٤) ایضاً، ص ٥٥ (٥) ایضاً، ٥٦

برسات

لیکن آیندہ سال بارش نے سنہ ٦٥ع کی کمی باران کی تلافی کی، اور شہر مین اسقدر پانی برسا کہ گزشتہ باون ترپن برس سے ایسا نہ برسا تھا. یکم ستمبر سنہ ١٨٦٦ع کو میرزا صاحب نے لکھا ھے :

«برسات ایسی ہوئی ھی کہ مین باون ترپن برس سی یہان رہتا ہون. عرش آرامگاہ اکبر شاہ کے عہد مین ایکبار ایسی برسات دیکھی تھی یا امسال نظر آئی ھی.» (١)

عقائد

میرزا صاحب کے ایك عریضہ سے اونکے عقائدِ اسلامی پر بھی روشنی پڑتی ھے. فرماتے ھین :

«اگرچہ فاسق و فاجر ہون، مگر وحدانیت خدا اور نبوت خاتم الانبیا کا بدل معتقد اور بزبان معترف ہون.» (٢)

اخلاق و عادات

میرزا صاحب کے اخلاق و عادات اوس عہد کے شرفا کے اخلاق و عادات کا نمونہ تھے. لغو گوئی سے پرھیز، جھوٹ اور تکلف سے نفرت، احباب کی تکلیف سے رنج، خوشی سے راحت، چھوٹون پر مہربانی، اور بزرگون کی خیرخواھی، اونکا شعار تھا.

صدق و سداد

ایکبار نواب فردوس مکان کی جانب سے مراسلت مین تاخیر ہوئی. میرزا صاحب نے ١٥ ستمبر سنہ ١٨٦٢ع کو لکھا :

«فقیر کا شیوہ صدق و سداد کا ھی. چند روز سی تفقد و التفات قدیم مین، خدا نخواستہ باشد، کچھ کمی پاتا ہون. اگر غلط ھی میرا گمان تو بشرف اطلاع مشرف فرمائیے. اور اگر میرا دل دیوانہ سچ سمجھا ھی تو متوقع ہون کہ عتاب کی سبب سی آگہی پاؤن.» (٣)

لغو گوئی سی نفرت

٢٢ جولائی سنہ ١٨٦١ع کو ایك سفارش کے سلسلہ مین تحریر کرتے ھین :

«لازم کر لیا ھی کہ بیہودہ گزارش نکرون اور کبھی کسی کی سپارش نکرون.» (٤)

(١) مکاتیب، ص ٧٧ (٢) ایضاً، ص ٨٤ (٣) ایضاً، ص ٣٤ (٤) ایضاً، ص ٣١

قسم سی پرهیز

جهوٹی قسم کهانے کے بارے مین لکهتے هین :

« خدا و رسول کی قسم جهوٹی نکهاؤنگا . » (۱)

رنج پر رنج

نواب فردوس مکان کی والدۂ ماجدہ کا انتقال هوا تو اونکی تعزیت مین ۲۸ مارچ سنہ ۵۹ ع کو تحریر کیا :

« کیا کہون کیا غم و اندوہ کا هجوم هوا . حضرت کی غمگین هونیکا تصورکرکر اور زیادہ مغموم هوا . » (۲)

سنہ ۱۸٦۵ ع مین نواب خلد آشیان کی بیاهتا بیگم فوت هوئین تو ۱۸ ستمبر سنہ مذکور کو لکها :

« چاهتا هون کہ کچھ لکهون . مگر نهین جانتا کہ کیا لکهون . لازم تها کہ تعزیت نامہ بزبان فارسی و عبارت بلیغ لکهون . آپکی قدمون کی قسم ! دل نی قبول نکیا . » (۳)

خوشی سی خوشی

سنہ ۵۹ ع مین نواب فردوس مکان کو بصلۂ خدماتِ غدر علاقۂ جدید عطا هوا . اسکی تهنیت مین لکهتے هین :

« یہ چار بالش عمارت اور کاشی‌پور کا ضمیمۂ ملك موروثی هونا پهلی آپکو اور پهر ولیعہد بہادر کو اور پهر آپکی اولاد و اخوان و انصار کو اور سبکی بعد غالب دعاگوی گوشہ نشین کو مبارك هو . » (٤)

خیرخواهی

جون سنہ ٦۵ ع مین نواب خلد آشیان کو از راہِ خیرخواهی تحریر کیا هے :

« پیر و مرشد ! از راہ خیر خواهی ایك امر عرض کرتا هون . ..... حضرت کی جد امجد کو احمد شاہ درانی نی مخاطب بہ مخلص الدولہ فرمایا . حضرت اگر مناسب جانین تو اوس خطاب کو مع دو جزو « شمس الملك و بهرام جنگ » جناب ملکۂ معظمہ سی بذریعۂ گورمنٹ اپنی واسطی لین . » (۵)

قدما کا اعتراف

میرزا صاحب شعرای قدیم کے فنی مرتبہ اور اونکے کلام سے استشہاد

(۱) مکاتیب ، ص ۸٤ (۲) ایضاً ، ص ۱۸ (۳) ایضاً ، ص ٦٤ (٤) ایضاً ، ص ۲۳ (۵) ایضاً ، ص ۵٤

کو تسلیم کرتے تھے۔ چنانچہ اسبارے مین نواب خلد آشیان کو صراحتاً لکھا ھے کہ:

«فقیر اشعار قدما کا معتقد۔ اون لوگون کے کلام کا عاشق۔» (۱)

نیز خلیفہ احمد علیصاحب رامپوری کو دورِ متاخرین کے گلِ شگفتہ مولانا عرفی شیرازی کے متعلق لکھتے ھین:

«قواعد زبان فارسی کا ماخذ تو ان حضرات کا کلام ھی۔ ...... عرفی کی زبان سی جو نکلجائے وہ سند ھی۔ ھماری واسطے وہ ایک قاعدۂ محکم ھی۔ وہ مطاع ھی اور ھم اوسکی مقلد اور مطیع ھین۔» (۲)

ھندی شعرا اور فرھنگ نویسون کا انکار

لیکن ھندی شعرایِ فارسی گو اور ھندی فرھنگ نویسون کے قائل نہ تھے۔ اونکا خیال تھا، کہ یہ حضرات اھلِ زبان کا کلام پڑھکر اپنے قیاس سے اوسکے محاورات و الفاظ کے معنی قائم کرتے ھین۔ اور یہ ضروری نہین کہ ھر جگہ اونکا قیاس صحیح نکلے، بنابرین بارھا اون سے غلطیان سرزد ھوئی ھین۔ اس سلسلہ مین نواب خلد آشیان کو لکھا ھے:

«میان انجو جامع فرھنگ جہانگیری، شیخ رشید راقم فرھنگ رشیدی، عظمای عجم مین سی نہین۔ ھند انکا مولد۔ ماخذ انکا اشعار قدما۔ ھادی انکا انکا قیاس۔ ٹیکچند اور سیالکوٹی مل انکی پیرو۔ سبحان اللہ! ھندی بھی اور ھندو بھی۔» (۳)

اس عریضہ کے جواب الجواب مین لکھتے ھین:

«شعرای ھند کی کلام مین جو غلطیان نظر آتی ھین، یا ھندی فرھنگ لکھنی والون کی بیان مین جو نادرستی اور باھم جو اونکی عقول مین اختلاف ھین، اوس مین مین کلام نہین کرتا۔ اپنی تحقیق کو مانی ھوئی ھون۔» (٤)

بے تکلفی

اپنے مخلص احباب اور محسنون سے میرزا صاحب تکلف برتنا ناسزا جانتے تھے۔ نواب فردوس مکان سے انکا تعلق سراسر اخلاص پر مبنی تھا۔ اسلئے اگر روپیہ کی ضرورت آپڑتی تو میرزا صاحب بلاتکلف سرکار سے مانگ لیا

(۱) مکاتیب، ص ۸۳ (۲) ایضاً، ص ۱۱۹ (۳) ایضاً، ص ۸۲ (٤) ایضاً، ص ۸٤

کرتے تھے۔ اپنے اس رویہ کو ایك خط مین ظاہر بھی کردیا ہے۔ فرماتے ہین:

«جو آپ بن مانگی دین اوسکی لینے مین مجھی انکار نہین۔ اور جب مجھی حاجت آپڑی تو آپ سی مانگنی مین عار نہین۔» (۱)

قرض سی نفرت

اگرچہ میرزا صاحب عمر بھر مقروض رہے، لیکن اونہین طبعاً قرضداری سے نفرت تھی۔ وہ ہمیشہ کوشش کرتے رہے کہ اس مصیبت کا سامنا نہو، مگر ایك متموّل اور ذیعزت خاندان کا فرد ہونے کے سبب اخراجات زیادہ تھے۔ اسلئے اونکی رامپور اور سرکارِ انگریزی کی ماہوار آمدنی، ایکسو باسٹھ روپیے آٹھ آنے، ضروری اخراجات کو ناکافی ہوتی، اور تقریباً ہر مہینے قرض لینا پڑتا۔ سرکارِ رامپور اونکا ملجا و ماوا تھی۔ جب قرض خواہون کا تقاضا سخت ہوجاتا تو ادائیگیِ قرض کیلئے روپیہ کا سوال پیش کردیتے، اور یہان کی امداد سے بارِگران سے سبکدوشی حاصل کرتے۔ اس سلسلہ کی جسقدر تحریرین اس مجموعہ مین پائی جاتی ہین، اون سے صاف عیان ہے کہ میرزا صاحب قرض کا بار بہت محسوس کیا کرتے، اور چاہتے تھے کہ جلد از جلد اس بلا سے نجات حاصل ہوجائے۔ چنانچہ سب سے پہلی تحریر مین، جو ۱۷ نومبر سنہ ۱۸۵۸ ع کو نواب فردوس مکان کی خدمت مین ارسال کی ہے، لکھتے ہین:

«بارگران غم سی پست ہوگیا ہون۔ آگی تنگدست تھا۔ اب تہی دست ہوگیا ہون۔ جلد میری خبر لیجیے، اور کچھ بھجوادیجیے۔» (۲)

اسکے بعد ۸ دسمبر سنہ ۱۸۵۹ ع کو پھر لکھا ہے:

«سو روپیہ کی ہنڈوی ... پہنچی۔ اور روپیہ وصول مین آیا، اور صرف ہوگیا، اور مین بدستور بھوکا اور ننگا رہا۔ تم سی نکہون تو کس سی کہون۔ اس مشاہرۂ مقرری سی علاوہ دو سو روپیہ اگر مجکو اور بھیجدیجیگا تو جلا لیجیگا۔ لیکن اس شرط سی کہ اس عطیۂ مقرری مین محسوب نہو اور بہت جلد مرحمت ہو۔» (۳)

۲۲ اگست سنہ ۱۸٦۵ ع کو نواب خلد آشیان کی خدمت مین تحریر کیا ہے:

(۱) مکاتیب، ص ۱٦ (۲) ایضاً، ص ۱٦ (۳) ایضاً، ص ۲٤ و ۲۵

« ان دنون مین متفرقات کی قرضدار سرگرم تقاضا بلکہ آمادۂ شور و غوغا تھی ۔ دو سو روپیہ کی هنڈوی صراحی آب حیات ہوگئی ۔ دام مرگ سی نجات ہوگئی ۔ » (۱)

ایکبار رامپور سے تنخواہ کی روانگی مین دیر ہوگئی تھی ۔ میرزا صاحب کو قرضخواهون کی رقمین ادا کرنی ہونگی ، اسلئے ۱۰ اگست سنہ ۱۸٦٦ع کو سرکار کی خدمت مین لکھا :

« میرا حال یہ کہ انگریزی تنخواہ گھر مین اور کچھ قرض کی قسط مین جاتی ہی ۔ حضور کی عطیہ پر میرا اور شاگرد پیشہ کا اور حسین علی کا گزارا ہی ۔ عالم الغیب جانتا ہی جسطرح گزرتی ہی ۔ چار سو ساڑھی چار سو کا قرض باقی ہی ۔ اب کوئی قرض بھی نہین دیتا ۔ » (۲)

۱۳ اگست سنہ مذکور کو پھر لکھتے ہین :

« غم نی بشمول بڑھاپی کی پست ومضمحل کردیا ہی ۔ حضرت کی قدمون کی قسم ! نہ حواس درست نہ رای صحیح ۔ برسون سی مکروہات مین مبتلا رہتی رہتی اب طاقت تحمل کی نرہی ۔ خدا جانی کیا ہوتا ہی کیا سمجھتا ہون ۔ کیا کرنا چاہیی کیا کرتا ہون ۔ کل آخر روز میر منشی حضور کا خط آیا ۔ جون کی تنخواہ کی رسید نہ پہنچنی کی اطلاع پائی ۔ تہیدستی و قرض کی رنج مین خستہ و آزردہ بیٹھا تھا ۔ اوسی وقت عرضی لکھی ۔ اگرچہ ڈاك کا وقت نہ تھا ، مگر بھیجدی ۔ » (۳)

٦ اکتوبر سنہ ٦٦ع کے عریضہ مین میرزا صاحب نے راحت کا انحصار قرض کی ادایگی مین بتایا ہے ۔ تحریر کرتے ہین :

« حضور ملك ومال جسکو جسقدر چاہین عطا کرسکتی ہین ۔ مین آپ سی صرف راحت مانگتا ہون ۔ اور راحت منحصر اس مین ہی کہ قرض باقیماندہ ادا ہوجائی ، اور آیندہ قرض لینی کی حاجت نہ پڑی ۔ » (٤)

سرکار نے میرزا صاحب کا قرض ادا فرمادیا تو ۸ جنوری سنہ ٦٧ع کو اوسکے شکریہ مین لکھتے ہین :

« حضرت کی تصدق سی قرض ادا ہوگیا ۔ تنخواہ نی قسط سی اور مین نی رنج سی رہائی پائی ۔ » (٥)

اگست سنہ ۱۸٦۸ع مین میرزا صاحب کے قرض کی ادایگی کا سرکار نے پھر وعدہ فرمایا ۔ اس وعدہ سے میرزا صاحب کو جو مسرت ہوئی ، اوسکا اندازہ ان الفاظ سے بخوبی ہوتا ہے :

« تین التماسین سابق پیش ہوئی تھین ... اون خواہشون کی منظور ومقبول ہونی کی نوید پائی ۔ انشاء

(۱) مکاتیب ، ص ٦۲ (۲) ایضاً ، ص ۷٥ (۳) ایضاً ، ص ۷٦ (٤) ایضاً ، ۸۱ (٥) ایضاً ، ص ۸۹

اللہ الکریم حسب ارشاد حضور اسی برس ۶۸ مین آمد زمستان یعنی نومبر و دسمبر مین میرا قرض... ادا ہو جایگا.» (۱)

۱۶ نومبر سنه ۶۸ ع کو پھر لکھا :

«حال میرا تباہ ہوتی ہوتی اب یہ نوبت پہنچی کہ ابکی تنخواہ مین سی ۵۴ روپیہ بچی . ... مجملا آٹھ سو روپیۂ ہون تو میری آبرو بچتی ہی . ناچار حسین علیخان کی شادی اور اوسکی نام کی تنخواہ سی قطع نظر کی . اب اس باب مین عرض کرون کیا مجال . کبھی نکہونگا . آٹھ سو روپیہ مجکو اور دیجی . شادی کیسی ؟ میری آبرو بچ جائی تو غنیمت ہی . ... مختصر یہ کہ اب میری جان اور میری آبرو آپکی ہاتھ ہی . مگر حضور جو عطا فرمانا ہی جلد ارشاد ہو .» (۲)

۱۷ دسمبر کو میرزا صاحب نے یاد دھانی کی ، اور پھر آخری خط مین اپنے اضطراب کو ان الفاظ سے ظاہر کیا :

«حضور قرضخواھون نی بہت عاجز کر رکھا ہی . بس میرا یہی کام ہی کہ یاد دلادون . آگی حضرت مالك ہین .» (۳)

لیکن ابھی یہان سے رقم پہنچنے نپائی تھی کہ میرزا صاحب کا انتقال ہوگیا .

امراض اور ضعف پیری

میرزا صاحب نے سب سے پہلے عریضۂ نمبر ۱۴ مورخۂ یکم اکتوبر سنه ۱۸۵۹ ع مین عوارضِ جسمانی کا ذکر کیا ہے . لیکن وہ ضعف پیری تك محدود ہے . فرماتے ہین :

«خدمت گزار ہون اور دعا و ثنا میرا کام ہی . بڑھاپی نی کھودیا . جز نفسی چند مجھ مین کچھ باقی نہین .» (٤)

قولنج

امراض کا شکوہ ۱۱ نومبر سنه ۶۱ ع سے شروع ہوتا ہے . اس زمانه مین میرزا صاحب ابتداءً دردِ قولنج اور بعد ازان بخار مین مبتلا ہوئے ، اور ایك ماہ تك ان امراض کی مصیبت جھیلتے رہے . فرماتے ہین :

«دعا گو ایك مہینا بھر سی بیمار ہی . ابتدا وہی قولنج دوری . بسبب استعمال ادویۂ حارہ ، کہ اس مرض مین اوس سی گزیر نہین ، تپ نی آگھیرا . کئی باریان بھگتین. اب دو باریان ٹلگئی ہین . لیکن طاقت بالکل سلب ہوگئی ہی . اور ضعف دماغ نی قریب بہلاکت پہنچا دیا ہی . بالفعل آب سیب کا استعمال ہی .» (۵)

(۱) مکاتیب ، ص ۱۰۵ (۲) ایضاً ، ص ۱۰۷ (۳) ایضاً ، ص ۱۰۸ (٤) ایضاً ، ص ۲۰ (۵) ایضاً ، ص ۳۳

امراض مختلفه کا هجوم

نواب خلد آشیان کی دعوتِ قدومِ رامپور کے جواب مین امراضِ مختلفه اور صعوبتِ سفرِ تابستان کا عذر کرتے هوے لکھتے هین :

«وه آگ برس رهی هے که طیور کی پر جل رهے هین . بعد آگ کے پانی برسیگا . سفر خصوصاً بوڑھے رنجور آدمی کو دونون صورت مین متعذر .» (١)

٢٣ جولائی کو پھر تحریر کیا هے :

«پانی جگر گداز ، هوا جانستان ، امراض مختلفه کا هجوم جهان تهان .» (٢)

نیم مرده

سنه ١٨٦٥ ع مین نواب سکندر زمانی بیگم صاحبه کا انتقال هوا . ایسے موقع پر میرزا صاحب کو بزبان فارسی و عبارتِ بلیغ تعزیت نامه لکھنا چاهیے تھا . لیکن بڑھاپا اور ضعف مانع آیا ، اور انهون نے ١٨ ستمبر سنه مذکور کو از راهِ معذرت لکھا :

«اب مین نیم مرده ، دل پژمرده ، خاطر افسرده ، جس باب مین لفظ و معنی فراهم کیا چاهون وه سراسر طبع کے خلاف .» (٣)

کوفتهٔ و رنجور

رامپور کے دوسرے سفر سے واپس هوتے هوے میرزا صاحب مراد آباد پهنچکر بیمار هوگئے تھے . نواب خلد آشیان نے مزاج پرسی کی تو اسکے جواب مین ٢١ جنوری سنه ٦٦ ع کو رودادِ سفر بیان کرکے لکھتے هین :

«ایك هفته کوفته و رنجور رها . اب ویسا پیر و ناتوان هون جیساکه اس سفر سے پهلے تھا .» (٤)

نیمجان هون

سفر کی صعوبت اور عرضِ راه کی بیماری نے میرزا صاحب کی رهی سهی صحت برباد کردی ، اور یه اپنے آپکو نیمجان سمجھنے لگے . چنانچه ٢٩ مارچ کو لکھتے هین :

«اپنا حال اس سے زیاده کیا لکھون که آگے ناتوان تھا ، اور اب نیمجان هون . برخوردار نواب مرزا خان اپنے مشاهده کے مطابق جو میری حقیقت عرض کرے وه مسموع و مقبول هو .» (٥)

---

(١) مکاتیب ، ص ٥٤ (٢) ایضاً ، ص ٥٥ (٣) ایضاً ، ص ٦٤ (٤) ایضاً ، ص ٦٨ (٥) ایضاً ، ص ٦٩

حواس درست نہین

امراض اور مالی دقتون نے میرزا صاحب کے احساسات پر بھی کافی اثراندازی کی ۔ چنانچہ ۱۱ اگست سنہ ٦٦ع کو تحریر کیا ھے :

« غم نے بشمول بڑھاپی کے پست و مضمحل کردیا ھی ۔ حضرت کے قدمون کی قسم ! نہ حواس درست ، نہ رای صحیح ۔ برسون سی مکروھات مین مبتلا رھتے رھتی اب طاقت تحمل کی نرھی ۔ خدا جانے کیا ھوتا ھی ، کیا سمجھتا ھون ۔ کیا کرنا چاھیے ، کیا کرتا ھون ۔ » (۱)

ضعف بصر اور رعشہ

۱۸ ستمبر سنہ ٦٦ع کو چند نئے امراض کی شکایت کرتے ھوئے تحریر کیا ھے :

« خاطر اقدس مین نگزری کہ غالب تعمیل احکام مین کاھل ھی ۔ بصارت مین فتور ۔ ھاتھ مین رعشہ ۔ حواس مختل ۔ » (۲)

امراض قدیم بڑھگئے

اس کے ٦ ماہ بعد ۱۳ مارچ سنہ ٦۷ع کو لکھتے ھین :

« اس درویش کا حال اب قابل گزارش نہین ۔ امراض قدیم بڑھگئی ۔ دوران سر ، اور رعشہ ، اور ضعف بصر ، تین بیماریان نئی پیدا ھوئی ھین ۔ قلم نہین بناسکتا ۔ لڑکون سی بنوالیتا ھون ۔ برسون کی بات نہین رھی ۔ ھفتون کی یا مہینون کی زندگی رھگئی ھی ۔ » (۳)

فرض محال

اسکے ایک مہینے بعد ۱٤ اپریل سنہ ٦۷ع کو نمایش باغِ بینظیر کی شرکت کی آرزو کرتے ھوے تحریر کرتے ھین :

« نمایشگاہ سرا سر سرور رامپور کا ذکر اخبار مین دیکھتا ھون ، اور خون جگر کھاتا ھون ، کہ ھائے مین وھان نہین ! بالاخانے پر رھتا ھون ۔ اوتر نہین سکتا ۔ مانا کہ آدمیون نے گود مین لیکر اوتارا ، اور پالکی مین بٹھادیا ۔ کہار چلے ، راہ مین نہ مرا اور رامپور پہنچ گیا ۔ کہارون نے جاکر بینظیر مین میری پالکی رکھدی ۔ پالکی قفس اور مین طائر اسیر ۔ وہ بھی بے پر و بال ۔ نہ چل سکون ۔ نہ پھر سکون ۔ جو کچھ اوپر لکھہ آیا ھون یہ سب بطریق فرض محال ھی ۔ ورنہ ان امور کے وقوع کی کہان مجال ھی ۔ » (٤)

اب دم نہین

رفتہ رفتہ ماہ و سال کے سفر کیساتھ ساتھ میرزا صاحب کے اعضا بھی

(۱) مکاتیب ، ص ٧٦ (۲) ایضاً ، ص ۸۰ (۳) ایضاً ، ص ۹۱ (٤) ایضاً ، ص ۹۲

فرسودہ وناتوان ہوتے چلے گئے۔ تا آنکہ ۱۱ جون سنہ ۱۸٦۷ع تک یہ نوبت پہنچی کہ اونھون نے منشی سیلچند صاحب کو صاف صاف لکھدیا:

«بھائی بی تکلف لکھتا ہون کہ مجھ مین اب دم نہین۔ نہ طاقت باقی ہی۔ نہ حواس درست ہین۔ .... لکھا کچھ چاہتا ہون۔ لکھ کچھ جاتا ہون۔ بس ابتو یہ نوبت پہنچی ہی کہ آج بچا کل مرا۔ کل بچا پرسون مرا۔» (۱)

وفات اور مدفن

آخر کار وہ دن بھی آگیا، جسکی میرزا صاحب کو برسون سے آرزو تھی، اور ۱۵ فروری سنہ ۱۸٦۹ع مطابق ۲ ذیقعدہ سنہ ۱۲۸۵ھ کو ان کا انتقال ہوگیا۔ لیکن انکی خواہش تھی کہ بعدِ مرگ رامپور مین دفن کیا جاؤن۔ چنانچہ ۳۱ دسمبر سنہ ۵۹ع کو حسین مرزا صاحب کو لکھا تھا:

«رامپور زندگی مین میرا مسکن اور بعد مرگ میرا مدفن ہولیا۔» (۲)

قضا وقدر نے یہ تمنا پوری نہونے دی، اور میرزا صاحب شاہ نظام الدین اولیا کے مزار کے قریب اپنے خاندان کے احاطے مین مدفون ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

---

(۱) مکاتیب، ص ۱۱۵ (۲) اردوی معلی، ص ۳۲۹

تصانیف

میرزا صاحب نے زیرِ نظر عریضون مین اپنی متعدد تصنیفات کا تذکرہ کیا ھے. ان مین سے اکثر مشہور ھین اور کئی کئی بار طبع بھی ہوچکی ھین. لیکن بعض کے حالات سے ارباب علم ابھی تك آگاہ نہین. اسلئے مناسب معلوم ہوتا ھے کہ ان سب کا اجمالی ذکر کردیا جائے.

تاریخ سلاطین تیموریہ

۱٤ جنوری سنہ ۵۸ع کے عریضہ مین میرزا صاحب نے اس کتاب کا ذکر کیا ھے. فرماتے ھین:

«از ھفت ھشت سال بتحریر تاریخ سلاطین تیموریہ .... می پرداختم.» (۱)

واقعہ یہ ھے کہ سنہ ۱۸۵۰ع مین شاہِ ظفر نے میرزا صاحب کو تاریخ نویسی کی خدمت پر بمشاھرۂ پچاس روپیہ ماھوار مقرر فرمایا، اور حکم دیا کہ حکیم احسن اللہ خان بہادر تواریخ سے حالات اقتباس کرکے میرزا کو دیا کرین، اور میرزا صاحب اپنے اندازِ خاص مین ان واقعات کو تحریر کرین. میرزا صاحب نے کتاب کا نام پرتوستان رکھا، اور یہ تجویز قرار پائی، کہ کتاب دو حصون مین تقسیم کیجائے. پہلا حصہ ابتدایِ آفرینش سے امیر تیمورِ گورگان تك بالاختصار اور تیمور سے ھمایون تك قدرے تفصیل کیساتھ مرتب کیا جائے. دوسرے مین جلال الدین اکبر سے سراج الدین بہادر شاہ تك کے واقعات ہون. میرزا صاحب نے حصۂ اول کا نام «مہرِ نیمروز» اور ثانی کا «ماہِ نیم ماہ» رکھا. حصۂ اول کے متعلق ۱۱ جون سنہ ۱۸۵۲ع کو میرزا صاحب نے منشی جواھر سنگھ جوھر کو لکھا ھے:

(۱) مکاتیب، ص ۱۲

«مسودۂ روزنامۂ روداد اورنگ نشینان چغتائیه بدست هیرا سنگهہ روان داشته ایم، و هنوز از رسیدنش نشان نیافته ایم. اگر رسیده است بنویسند. ورنه از هیرا سنگهہ باز پرس کنند.»(١)

اس سے معلوم هوتا هے که سال ڈیڑه سال کے اندرهی «مہرِ نیمروز» تمام هوچکی تهی. لیکن سنه ١٢٧١ ھ تك زیورِ طباعت سے آراسته نہوسکی(٢)، جسکی وجه یه هوگی که اگر میرزا صاحب فوراً حضورِ شاه مین کتاب پیش کردیتے تو حصۂ دوم کا تقاضا شروع هوجاتا، جسکیواسطے یه اسقدر جلد تیار نه تهے.

بہرحال مطبوعه کتاب بادشاه کے روبرو سنه ١٢٧١ھ (١٨٥٤ع) مین پیش هوئی. چاهئے تها که میرزا صاحب حصۂ ثانی کی ترتیب شروع کردیتے. لیکن ایسا نہین هوا، حتی که سنه ٥٧ع نے بساطِ حکومت اولٹدی، اور «ماهِ نیم ماه» شرمندۂ طلوع نہوسکا. بظاهر اسکی ایك اهم وجه میرزا صاحب کی جدید طرزِ انشا بهی هے، جو بادشاه تو بادشاه اوس عهد کے کسی ادیب کو بهی پسندیده نه تهی. ورنه ناممکن تها که سنه ٥٤ع سے سنه ٥٧ ع تك بادشاه تقاضا نکرتے، یا مہلت عطا کردیتے اور قبلِ اتمامِ کتاب جلاوطن هوجاتے تو میرزا صاحب اپنے خطوط مین یه نه لکهتے که مین نے حصۂ ثانی کی ترتیب کا آغاز کردیا تها، لیکن اوسکو انجام تك اسلئے نہین پہنچایا که اب اوسکا قدردان دلی سے رخصت هوگیا تها. یه بهی ممکن هے که چونکه اسی سال شیخ ابراهیم ذوق کا انتقال هوا اور میرزا صاحب به تنخواهِ موجوده استادِ شه قرار پائے، اسلئے اونهون نے خلافِ دانشمندی سمجها هو که ایك تنخواه کے عوض دو خدمتین انجام دین. والله أعلم.

دیوان اردو

میرزا صاحب نے ٥ ذی الحجه سنه ١٢٧٣ ھ کے عریضه مین اسکا اسطرح ذکر کیا هے:

---

(١) کلیات نثر فارسی، ص ٢٥٠ (٢) ایضاً، ص ٣٧٤

«مجکو غم یہ ھی کہ غزلہای اصلاحی اور دیوان اردو کی رسید مین نے نہ پائی ۔ .... دیوان کی رسید ... ایسی ھی باریك کاغذ پر لکھکر اس ساھوکار کو دیجیگا ، اور اوسکو تاکید کیجیگا کہ اسکو بھیجدی . » (۱)

منشی شیونرائن اکبرآبادی کو اس نسخہ کے بارے مین لکھتے ھین :

«اب تم سنو . دیوان ریختہ اتم و اکمل کہان تھا . مگر ھان مین نے غدر سی پہلے لکھواکر نواب یوسف علیخان بہادر کو رامپور بھیجدیا تھا . » (۲)

اس بیان سے بظاھر یہ مترشح ھوتا ھے کہ میرزا صاحب نے مئی سنہ ۵۷ع سے قبل دیوانِ اردو رامپور بھیجا ۔ لیکن دراصل نسخۂ مذکور عریضہ نمبر ۵ کے جواب کی تاریخ ۹ مئی اور تاریخِ آشوبِ غدر ۱۱ مئی کے درمیان کسی تاریخ کو بھیجا گیا تھا ۔ چونکہ وہ تاریخ غدر سے قبل تھی اسلئے میرزا صاحب نے مجملاً «غدر سے پہلے» کہا ھے .

میرزا صاحب کو اسکی رسید نومبر سنہ ۵۸ ع تك موصول نہوسکی . جب ماہِ مذکور مین انہون نے «دستنبو» کی ایك جلد تحفۃً ارسال کی اور نواب صاحب نے جواب مین لکھا کہ عدیم الفرصتی کے سبب دیوان اور دستنبو ملاحظہ سے نگزرا ، تو میرزا صاحب نے ۷ نومبر کو لکھا :

«اس قرینی سی کہ بسبب کم فرصتی کی اونکا ملاحظہ نکرنا مرقوم ھوا ریختہ کی دیوان اور اس کتاب کا پہنچنا معلوم ھوا . » (۳)

اس نسخہ کی مفصل کیفیت صفحۂ ۱۰ کے حاشیہ مین ملاحظہ ھو .

دستنبو

میرزا صاحب نے «آغازِ یازدھم مئی سنہ ۱۸۵۷ ع سے ۳۱ جولائی سنہ ۱۸۵۸ ع تك رودادِ شہر اور اپنی سرگزشت یعنی پندرہ مہینے کا حال نثر مین لکھا... اور التزام اسکا کیا ... کہ دساتیر کی عبارت یعنی پارسیِ قدیم لکھی جائے ، اور کوئی لفظِ عربی نہ آئے»(٤) . اور منشی شیو نراین کے مطبع واقعِ اکبرآباد (آگرہ) مین طبع کراکے ایك نسخہ نواب فردوس

(۱) مکاتیب ، ص ۱۰ (۲) اردوی معلی ، ص ۳۸۱ (۳) مکاتیب ، ص ۱۸ (٤) اردوی معلی ، ص ۴۹ و — مکاتیب غالب

مکان کو ارسال کیا. ۷ نومبر سنہ ۵۸ ع کو اسکی رسید کے متعلق لکھتے ہین:

«اس قرینی سی که بسبب کم فرصتی کی اونکا ملاحظه نکرنا مرقوم هوا، ریخته کی دیوان اور اس کتاب کا پهنچنا معلوم هوا. دیوان کی دیکهنی ندیکهنی مین آپ کو اختیار هی. مگر یه چار جزو کا رساله جو اب بهیجا هی اسکا دیکهنا ضرور درکار هی. فارسی قدیم اور پهر حسن معنی اور صنعت الفاظ. با این همه هر امر کی احتیاط اور هر بات کا لحاظ. جنابعالی ا طرفه معامله هی. خدا کا شکر هی اور اپنی قسمت کا گله هی. خدا کا شکر یه که باوجود تعلق قلعه کسیطرح کی جرم کا به نسبت میری احتمال بهی نهین. قسمت کا گله یه که عطای پنسن قدیم کا حکام کو خیال بهی نهین. یه نومبر سنه ۱۸۵۸ انیسوان مهینا هی. گویا بن کهاڈ جینا هی. کہتی هین که جنوری شروع سال مین پنسندارون کو روپیه ملیگا. دیکهئی کیا نیا گل کهلیگا. پهلی نومبر کو یهان اشتهار عام هوگیا هی. که اب قلمرو هندوستان مین عمل ملکهٔ معظمهٔ عالیمقام هوگیا هی. مین پهلی سی مداحون مین اپنا نام لکهوا چکا هون، اور وزرای ملکهٔ دارا دربان کی دو سارتیفکٹ پاچکا هون. اگر اس اجمال کو به تفصیل معلوم کیا چاهی، تو اسی کتاب موسوم به «دستنبو» مین دیکها چاهئی.» (۱)

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ھے کہ ۷ نومبر سنہ ۵۸ ع سے قبل کتاب طبع ہو چکی تھی. اس کتاب کی طباعت مین میرزا صاحب نے جسقدر اہتمام اور کوشش کی ھے اوسکی داستان سے اردوی معلی اور عودِ ہندی کے صفحے کے صفحے پُر ہین. ان خطوط کا ضروری اقتباس مولانا مہر کی کتاب کے صفحات ۳۲۶ - ۳۳٤ مین ملاحظہ ہو.

کلیات فارسی

کلیاتِ فارسی کا نسخہ میرزا صاحب نے مارچ سنہ ۱۸٦۱ ع مین نذر کیا تھا. یہ نسخہ خاندانِ لوہارو کے ایك بزرگ نواب فخر الدین خان مرحوم کے قلم کا لکھا ہوا ھے. ۷ اپریل سنہ ٦۱ ع کو اسکے بارے مین میرزا صاحب تحریر کرتے ہین:

«کلیات فارسی کی پهنچنی سی اور اس نذر کی مقبول هونی سی مجکو بهت خوشی حاصل هوئی.» (۲)

۱۹ محرم سنہ ۱۲۸۲ ھ (۱٤ مئی سنہ ۱۸٦۵ ع) کو پھر اسکا ذکر کیا ھے. فرماتے ہین:

(۱) مکاتیب، ص ۱۵ (۲) ایضاً، ص ۲۸

«دو قصیدۂ مدحیہ میری دیوان فارسی مین مرقوم اور وہ دیوان حضرت کی کتابخانی مین موجود ھی .» (۱)

بعد ازان ۱۸ جون سنہ ٦٥ ع کو پھر لکھتے ھین :

«اب عرض یہ ھی کہ حسب الحکم حضور کی یہ قصیدہ میری دیوان فارسی مین ، جو کتابخانی مین موجود ھی ، درج کیا جائی .» (۲)

نسخہ کی مزید تفصیل ص ۲۸ کے حاشیہ نمبر ۲ مین درج ہے .

نامۂ غالب

میرزا صاحب نے سنہ ۱۸٦۰ ع مین فرہنگِ برہانِ قاطع کے اغلاط پر مشتمل ایک رسالہ مسمی بہ «قاطعِ برہان» لکھکر نواب فردوس مکان کی امداد سے شایع کیا تھا . اسکے جواب مین ہندوستان کے متعدد اہلِ علم نے رسایل لکھے . ان حضرات مین سے ایک مرزا رحیم بیگ تھے . انھون نے «ساطعِ برہان» رسالہ تصنیف کیا ، اور اوسمین میرزا صاحب کو بہت جلی کٹی باتین سنائین . میرزا صاحب نے اسکا جواب الجواب لکھا ، اور اوسکے پانچ نسخے نواب مرزا خان داغ دہلوی کے توسط سے نواب خلد آشیان کی خدمت مین نذر گزرانکر ۱۳ ماہِ اگست سنہ ۱۸٦٥ ع کو نوابصاحب کو لکھا :

«ایک عبارت کا ایک جزو بطریق خط ایک انصاف دشمن کو لکھکر چھپوا دیا ھی . پارسل اوسکا نواب مرزا کو ارسال کیا ھی . پانچ رسالی وہ میریطرف سی نذر گزرانینگی . حضرت قبول نذر کو میرا عز و شرف جانین گی .» (۳)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسالۂ مذکورہ شروع اگست سنہ ٦٥ مین شایع ہوا تھا .

انتخاب دیوان اردو

نواب خلد آشیان اساتذۂ فارسی و اردو کے منتخبہ اشعار کی ایک بیاض مرتب فرمانا چاہتے تھے . اسکے لئے میرزا صاحب کے چیدہ چیدہ اشعار کی بھی ضرورت تھی . لہذا اونھون نے ۲٥ اگست سنہ ۱۸٦٦ ع کو میرزا صاحب کو لکھا کہ آپ اپنے اردو اور فارسی کلام کا انتخاب روانا فرمائیے ، تا کہ

(۱) مکاتیب ، ص ٥۳ (۲) ایضاً ، ص ٥۳ (۳) ایضاً ، ص ٥٧

مجموعۂ مذکور مین شامل کیا جائے. میرزا صاحب نے ۱۰ ستمبر کو جواباً تحریر کیا:

«اردو کا دیوان ایک شخص کو دیا ھے.... بعد اتمام تحریر نذر کیا جائیگا.» (۱)

۱۸ ستمبر کو پھر تحریر کیا:

«خاطر اقدس مین نگزری کہ غالب تعمیل احکام مین کاھل ھے. بصارت مین فتور. ھاتھ مین رعشہ. حواس مختل. ناچار کاتب کی تلاش کی. شہر سراسر ویران ھے. کاتب کہان؟ باری ایک دوست نے کاتب نشان دیا. اردو کا دیوان اشعار پر صاد کرکے اوسکو حوالہ کیا. کل وہ اجزای منقولہ آئے. آج بطریق پارسل مع اس عرضی کے ارسال کیے. خط کاتب کا مجکو پسند نہین آیا. حضرت کو کیونکر پسند آئیگا. اغلاط اتنے تھے کہ مجکو تحریر کی برابر محنت پڑی.» (۲)

۲٤ ستمبر کو سہ بارہ اردو دیوان کا اسطرح ذکر کیا ھے:

«اردو دیوان کا انتخاب بھیج چکا ھون. یقین ھے کہ حضرت کی نظر انور سے گزر گیا ھو.» (۳)

انتخاب دیوان فارسی

اسی سلسلہ مین میرزا صاحب نے اپنی فارسی غزلون کا انتخاب بھی روانا کیا تھا. ۱۰ ستمبر کے خط مین اسکے متعلق فرماتے ھین:

«فارسی دیوان کا شیرازہ کھولکر چند شخصون کو حوالے کیا ھے.» (٤)

۱۸ ستمبر کے عریضہ مین دیوان اردو کے ارسال کی اطلاع کے بعد لکھتے ھین:

«فارسی کی کلیات کا شیرازہ کھولکر اجزا اوسکو احباب پر تقسیم کردیئے ھین. جابجا اشعار پر صاد کردیئے ھین. وہ بھی میری انتخاب کے مطابق نقل ھو رھے ھین. بعد اتمام وہ بھی پیشکش کرونگا.» (٥)

میرزا صاحب نے یہ انتخاب ۲٤ ستمبر کو روانا کرکے بطریق اطلاع سرکار کو لکھا:

«آج فارسی دیوان کا انتخاب بطریق پارسل اس عرضی کیساتھ بھیجتا ھون.... اس درویش نے صرف غزلین اور رباعیون کا انتخاب بھیجا ھے. قصائد و قطعات و مثنویات کا انتخاب ابھی نہین بھیجا. اگر حکم ھو تو وہ بھی بھیجون.» (٦)

لیکن اغلب یہ ھے کہ سرکار نے ان اصناف نظم کا انتخاب طلب نہین فرمایا. ان دونون نسخون کے متعلق ص ۷۹ کا حاشیہ نمبر ۱ ملاحظہ کیجیے.

(۱و٤) مکاتیب، ص ۷۹ (۲و٥) ایضاً، ص ۸۰ (۳و٦) ایضاً، ص ۸۱

تلامــــذه

میرزا صاحب کے شاگردون کی تعـداد خاصی ھے. لیکن مکاتیب مین صرف چنــد اصحـاب کا ذکر آیا ھے. ان مین سے باقرعلیخـان اور حسین علیخان سبھی خاندان کے عنوان کے ماتحت مـذکور ھوچکے. بقیـہ اصحـاب حسبِ ذیل ھین.

نیر

نواب ضیاء الدین خان بہادر نیّرو رخشان ابن نواب احمـد بخش خانؒ بہادر والیِ فیروزپور جھرکہ و لوھارو میرزا صاحب کے ارشـدِ تلامـذہ مین تھے. نواب خلد آشیان نے ۲۵ اگست سنہ ٦٦ع کے فرمان مین میرزا صاحب سے ارشاد فرمایا تھا کہ بھـائی ضیاء الدین خانصاحب کے کلام کا انتخاب بھی بھجوائیے. اسکے جواب مین میرزا صاحب نے ۱۰ ستمبر کو لـکھا :

« بھـائی ضیاءالدین خان کا مجموعـۂ نظم و نثر فارسی و اردو سراسر دیکھـا ھوا میرا، جو اونکی کتابخانی مین تھا، غدر مین لٹگیا. بعد غدر ذوق شعر باطل اور دل افسردہ ھوگیا. دو تین غزلین فارسی و ھندی جو لـکھی ھین اوسکا انتخاب بھی پہنچیگا. » (۱)

۲٤ ستمبر کو انتخـابِ دیوانِ فارسی کیساتھ جو عریضـــہ بھیجا تھا اوسمین ضیاءالدین خان بہادر کے بارے مین تحریر کیا ھے :

« بھائی ضیاءالدین خان بہادر نی جو اوراق میری پاس بھیجی ھین وہ بھی اس پارسل مین رکھدیئی ھین. حضرت اس غریب کا مجموعۂ نظم و نثر غدر مین لٹگیا. بعد غدر جو کچھ کہا ھو وہ یہی ھی، جو پہنچتا ھی. » (۲)

نواب ضیاءالدین خان بہادر کیلئے ص ۷۹ کا حاشیہ نمبر ۲ ملاحظہ ھو.

ناظم

میرزا صاحب کے دوسرے قابلِ فخر شاگرد، جنکا مکاتیب مین اسلئے

(۱) مکاتیب، ص ۷۹ (۲) ایضاً، ص ۸۲

بارہا ذکر آیا ہے کہ ابتدائی ٤٢ عرایض اون کے نامِ نامی سے معنون ہین، نواب سید محمد یوسف علیخان بہادر فردوس مکان ناظم تخلص ہین. چونکہ دیباچہ مین موصوف الذکر کی شاگردی سے بالتفصیل بحث کیگئی ہے، نیز اونکے سوانح پر ایك مختصر نوٹ مکاتیب کے آغاز مین درج ہے، اسلئے یہان صرف ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے.

نواب خلد آشیان

نواب سید محمد کلب علیخان بہادر خلد آشیان بھی میرزا صاحب کے زمرۂ تلامذہ کے رخشندہ گوہر ہین. آپ نے ٢٧ اگست ٦٦ ع کو ایك فارسی نثر میرزا صاحب کو بغرضِ اصلاح بھیجی تھی، اور گرامی نامۂ مورخۂ ٢ اکتوبر مین تحریر فرمایا تھا:

« مرا ازان مشفق واسطۂ تلمذ بودہ است. » (١)

بعض وجوہ سے یہ رشتہ پایدار ثابت نہ ہوا، اور غالباً صرف ایك نثر پر میرزا صاحب اصلاح دیسکے. مکاتیبِ ہذا کی بڑی تعداد آپ کی خدمتِ اقدس مین لکھی گئی ہے. چونکہ آپ کے نام کے عرایض کے شروع مین سوانحِ حیات پر مشتمل ایك نوٹ اضافہ کردیا گیا ہے، اسلئے یہان تفصیل کی حاجت نہین.

(١) مکاتیب، ص ٨٢، حاشیہ نمبر ١.

لوازمات امارت

شاگرد پیشہ

ایک عریضہ مین میرزا صاحب نے اپنے ملازمون کا بھی اجمالی ذکر کیا ھے۔ فرماتے ھین :

«حضور کی عطیہ پر میرا اور شاگرد پیشہ کا اور حسین علی کا گزارا ھو ۔ عالم الغیب جانتا ھی جسطرح گزرتی ھی ۔» (۱)

اس سے معلوم ھوتا ھے کہ میرزا صاحب کے ملازمون کی تعداد خاصی تھی، اور یہ کہ وہ اس غربت مین بھی لوازماتِ امارت کے پابند تھے ۔ ان خدمتگارون مین سے بعض کا تذکرہ میرزا صاحب کے دوسرے سفرِ رامپور کے ضمن مین آئیگا ۔

مختار کار

میرزا صاحب نے روسا کیطرح مالی اور دیگر دفتری کاروبار کے انصرام کیلئے مختار کار بھی رکھ چھوڑا تھا۔ یہ قوم کا بنیا اور ساھوکاری پیشہ تھا۔ بسا اوقات اسی سے میرزا صاحب قرض بھی لیا کرتے، اور اسی کے ھاتھ سرکارِ رامپور کی فرستادہ ھنڈوی فروخت کر ڈالتے تھے۔

۱۳ اگست سنہ ۱۸۶۶ ع کے عریضہ مین میرزا صاحب نے پہلی بار اسکا ذکر کیا ھے ۔ فرماتے ھین :

«آج آخر روز توقیع وقیع مع جولائی کی تنخواہ کی ھنڈوی کے پہنچا ۔ ھنڈوی مختار کار کو دی اور یہ عرضی لکھنے بیٹھا ۔» (۲)

بعد ازان ۱۸ ستمبر سنہ ۱۸۶۸ ع کو منشی سیلچند کے نام کے مکتوب مین لکھتے ھین :

«اگلے مہینے یعنی اگست سنہ ۱۸۶۸ کی تنخواہ کی ھنڈوی جو تم نے بھیجی تھی اوسکا روپیہ ابتک نہین پتا ۔ مین تو جسدن ھنڈوی آتی ھی اوسیدن یا دوسری دن اپنے مختار کار کے ھاتھ، کہ وہ بھی مہاجن ھی ، بیچ ڈالتا ھون ۔ مگر اوس مختار کو جسکے ھان ھنڈوی آئی ھی اوسنے روپیہ ابتک نہین دیا ۔» (۳)

---

(۱) مکاتیب، ص ۷۵ (۲) ایضاً، ص ۷٦ (۳) ایضاً، ص ۱۱٦

انگریزی تعلقات

دیرینہ نمکخوار

حکومت انگلشیہ سے میرزا صاحب کے تعلق کا آغاز اونکے چچا نصراللہ بیگ خان بہادر کے توسط سے ہوتا ھے. نصراللہ بیگ خان بہادر انگریزی فوج مین رسالدار، اور پرگنۂ سونك سونسا کے جاگیردار تھے. میرزا صاحب اپنے والد کے انتقال کے بعد چچا کی سرپرستی مین پرورش پا رہے تھے کہ سنہ ۱۸۰۶ ع مین، جبکہ انکی عمر ھنوز دس سال کی بھی نہ ہوئی تھی، نصراللہ بیگخان بہادر کا انتقال ہوگیا. لارڈ لیك بہادر نے دیرینہ خدمات کا لحاظ کرکے جاگیر کے عوض اونکے متعلقین کی پنشن مقرر کرادی، اور اسطرح میرزا صاحب انگریزون کے وظیفہ خوار بنگئے. یہ پنشن نواب احمد بخش خان بہادر والیِ فیروزپور جھرکہ، برادرِ نسبتیِ نصراللہ بیگخان بہادر، کے خزانہ سے ملتی تھی، لیکن اونکے جانشین، نواب شمس‌الدین احمد خان بہادر کو ولیم فریزر ریزیڈنٹ دھلی کے قتل کرانے کے الزام مین پھانسی دیدیگئی، اور فیروزپور کی جاگیر ضبط ہوگئی، تو میرزا صاحب اور دیگر ورثایِ نصر اللہ بیگخان کی پنشن خزانۂ کلکٹریِ دھلی سے تقسیم ہونے لگی اور اپریل سنہ ۱۸۵۷ ع تك میرزا صاحب کو ملتی رھی.

میرزا صاحب اپنی اس «دیرینہ نمکخواری» کے متعلق نواب فردوس مکان کو تحریر کرتے ھین:

«حالی رای جہان آرای باد، کہ دیرینہ نمکخوار سرکار انگریزم. و از سر آغاز سال یکھزار و ھشتصد و شش، کہ درانگاہ شمار سنین عمر من از دہ نگزشتہ بود، بعوض جاگیر عم حقیقی نسبی خود نصراللہ بیگخان بہادر، کہ با جمعیت رسالۂ چہار صد سوار بمعیت جرنیل لاڑد لیك بہادر در فتح ھندوستان کوششہای نمایان کردہ، و پرگنۂ سونك سونسا بقید حین حیات جاگیر

یافته ، و هم دران عهد بمرگ ناگاه از جهان رفته بود ، بفرمان جرنیل لاڈ لیك بهادر و منظوری گورمنٹ مشت زری شامل جاگیر عم سبی من نواب احمد بخش خان بهادر در وجه معاش من منجملۀ زر استمراری سرکاری ، که بذمۀ نواب احمد بخش خان بهر دوام واجب الادا بود ، قرار یافت . چون جانشین احمد بخش خان کیفر کردار یافت و جاگیر بسرکار باز یافت شد ، رسیدن آن وجه مقرری از خزانۀ کلکٹری دهلی صورت پزیرفت . چنانکه تا انجام اپریل سنه ۱۸۵۷ از کلکٹری دهلی یافته ام . » (۱)

دربار اور خلعت

پنشنخوار کی حیثیت سے میرزا صاحب اهم شخصیت کے مالك نه تهے . اونهین ساڑهے سات سو روپیے سالانه یا ساڑهے باسٹھ روپیه ماهوار کا معمولی وظیفه ملتا تها . نواب خلد آشیان کو ۵ ستمبر سنه ۶۷ ع کے عریضه مین لکها هے :

« باسٹھ روپئی آٹھ آنہ مہینا انگریزی سرکار سی بعوض جاگیر پاتا هون . » (۲)

در اصل اونکا حقیقی اعزاز یه تها که گورنر جنرل کے دربار مین داهنی صف مین دسوین کرسی اور سات پارچے مع جیغه ، سرپیچ و مالای مروارید خلعت پاتے تهے . نواب فردوس مکان کو یه تفصیل لکهتے هوے فرماتے هین :

« مین انگریزی سرکار مین علاقه ریاست دودمانی کا رکهتا هون . معاش اگرچه قلیل هی ، مگر عزت زیاده پاتا هون . گورمنٹ کی دربار مین داهنی صف مین دسوان نمبر اور سات پارچی اور جیغه ، سر پیچ ، مالای مروارید خلعت مقرر هی . » (۳)

غدر اور قصور خدمت

سرکار انگریزی سے میرزا صاحب کے تعلقات مئی سنه ۵۷ ع تك خوشگوار تهے . جب دهلی اور دیگر اطرافِ ملك مین انگریزون کے خلاف فوج اور رعایا نے بغاوت کا جهنڈا بلند کیا ، اور شاہِ ظفر مطلق العنان حکمران قرار دیے گئے ، تو میرزا صاحب کیلئے بجز گوشه گیری کوئی چارۂ کار نرها . کیونکه اگر اپنی محسن سرکار کا ساتھ دیتے ، تو باغی گهر بار لوٹ لیجاتے ، اور اهلِ قلعه کی کهلم کهلا حمایت کرتے ، تو بصورتِ ناکامی انگریزون کی طرف سے بدسلوکی کا خوف تها . نصیب کی تائید سے میرزا صاحب کی تدبیر کارگر هوئی ، اور وه

(۱) مکاتیب ، ص ۱۱ (۲) ایضاً ، ص ۹۶ (۳) ایضاً ، ص ۲۱

شہر دھلی کے اندر باغیـون کیساتھ « بباطن بیگانه و بظـا ھرآشنا » ایام گزاری کرتے رھے . تا آنکه انگریزی فوج نے دوباره شہر فتح کیا ، اور اون اشخاص کی دار و گیر شروع ھوئی ، جنھون نے باغیون کی جنبه داری کی تھی . اھلِ شہر نے انگریزی سپاه کے داخلِ شہر ھوتے ھی بھاگنـا شروع کردیا ، لیـکن میرزا صاحب اپنی جگه سے نه هلے . شہر مین تحقیقات شروع ھوئی . مخبرون نے اطلاعین بہم پہنچاکر باغیون کی تلاش مین گورنمنٹ کی مدد کی ، مگر باوجودِ تعلقِ قلعه میرزا صاحب کے دامنِ وفاداری پر دھبـه نه آیا . حکام کو میرزا صاحب کے قیامِ دھلی کی اطلاع ھـوئی ، مگر اونھون نے اس سے دلچسپی نلی . خود میرزا صاحب نے کسی حاکم سے اسلئیے ملنـا مناسب نه جانا که موجوده اصحاب مین اونکا کوئی شـناسا نه تھا . نتیجـه یه ھوا که کچھ عرصه کیلئیے انکے تعلقاتِ انگریزی منقطع ھوگئیے . دورانِ بغاوت مین نواب فردوس مکان نے انگریزون کی بڑی امداد کی تھی . میرزا صاحب اس حقیقت سے واقف تھے . جب غدر کی آگ بجھ گئی ، تو انھون نے از راهِ مصلحت ۱۴ جنوری سـنه ۱۸۵۸ع کو اپنی ساری روداد نوابصاحب کو لـکھی ، اور آخر مین عرض کیا :

« راستی اینکه درین فتنه وآشوب خدمتی بجا نیاورده ام . لیکن مقام شکر است که به تقدیم نرسیدن خدمت از راه بیدستگاھیست و ذریعهٔ اخلاص و خلوص همان بیگناھیست . » (۱)

بعد ازان ۷ نومبر سنه ۵۸ ع کو تحریر کیا ھے :

« خدا کا شکر یه که باوجود تعلق کسیطرح کی جرم کا به نسبت میری احتمال بھی نہین . » (۲)

اسی سلسله مین ۷ نومبر سـنه ۵۹ ع کو لـکھتے ھین :

« ابتک مین اپنی کو یه بھی نہین سمجھا که بیگناه ھون یا گناھگار . مقبول ھون یا مردود . مانا که کوئی خیرخواھی نہین کی جو نئی انعام کا مستحق ھون . لیکن کوئی بیوفائی بھی سرزد نہین ھوئی جو دستور قدیم کو برھم ماری . » (۳)

مسدودی دربار و خلعت و پنشن

میرزا صاحب نے ایامِ غدر مین جو رویه اختیار کیـا تھا اوسکی بنا پر

(۱) مکاتیب ، ص ۱۳ (۲) ایضاً ، ص ۱۵ (۳) ایضاً ، ص ۲۲

حکومتِ انگلشیہ کی نظر مین مجرم ثابت نہوے کہ سزا دیجاتی، لیکن کسی خاص خدمت کے انجام ندینے کے سبب اس کے بھی مستحق خیال نہ کیے گئے کہ پنشن، دربار اور خلعت بحال رکھا جائے. چنانچہ یہ تینون اعزاز بند ہوگئے. نواب فردوس مکان کو ۷ نومبر سنہ ۱۸۵۹ ع کے عریضہ مین دربار و خلعت کے ذکر کے بعد لکھا ھے:

«لاڑد ھاردنگ صاحب کے عہد تك پایا. لاڑد دلھوسی یہان آئے نہین. اب یہ نواب معلی القاب آئے ھین. زمانے کا رنگ اور. کوئی حاکم کوئی سکرتر میرا آشنا نہین. بڑے میرے مربی قدردان جناب اڈمنسٹن صاحب. وہ بھی چیف سکرتر نرھے. لفٹنٹ گورنر ھوگئے. وہ سکرتر رھتے تو مجھے کچھ غم نہ تھا.» (۱)

پنشن کی مسدودی کے بارے مین ۱۴ جنوری سنہ ۵۸ ع کے محولۂ بالا عریضہ مین لکھتے ھین:

«چنانکہ تا انجام اپریل سنہ ۱۸۵۷ از کلکتری دھلی یافتہ ام. و از مئی خود آشکار است کہ حال چیست.» (۲)

اسکے بعد ۷ نومبر سنہ ۱۸۵۸ ع کو تحریر کرتے ھین:

«جنابعالی! طرفہ معاملہ ھے. خدا کا شکر ھے، اور اپنی قسمت کا گلہ ھے. خدا کا شکر یہ کہ باوجود تعلق قلعہ کسیطرح کے جرم کا بہ نسبت میری احتمال بھی نہین. قسمت کا گلہ یہ کہ عطای پنسن قدیم کا حکام کو خیال بھی نہین. یہ نومبر سنہ ۱۸۵۸ انیسوان مہینا ھے. گویا بن کھائے جینا ھے.» (۳)

پنشن کی بحالی کی کوشش

غالباً مئی سنہ ۱۸۰۶ ع سے اپریل سنہ ۵۷ ع تك میرزا صاحب کو خاندانی وظیفہ ملتا رھا. مئی مین غدر ھوگیا اور چند ماہ تك اھلِ دھلی اور گورنمنٹ کے تعلقات منقطع رھے. فتحِ دھلی کے بعد جنوری سنہ ۵۸ ع تك میرزا صاحب نے اسلئے تجدیدِ راہ و رسم کی سعی نکی، کہ شناسا حاکمون مین سے اب کوئی نہ رھا تھا، اور نئے حکام سے ملاقات کی تقریب کوئی خدمت ھونی چاھیے تھی، جو از راہِ احتیاط انھون نے انجام نہین دی تھی. چنانچہ ۱۴ جنوری سنہ ۵۸ ع کے عریضہ مین نواب فردوس مکان کو لکھا ھے:

(۱) مکاتیب، ص ۲۲ (۲) ایضاً، ص ۱۲ (۳) ایضاً، ص ۱۵

«از سر آغاز سال ۱۸۰۶ ... بعوض جاگیر عم حقیقی نسبی خود ... مشت زری ... در وجه معاش من .... قرار یافت .... چنانکه تا انجام اپریل سنه ۱۸۵۷ از کلکٹری دہلی یافته ام. و از مئی خود آشکاراست که حال چیست . ... می بایست که خود سلسله جنبان گشتمی . و با حکام پیوستمی . درین باره سخن آنست ، که درین فرماندهان با هیچ کس سابقه معرفتی ندارم . و معہذا موقع و محل آن نمی نگرم که نامه نویسم ، و خواهش ملاقات بمیان آورم . راستی اینکه درین فتنهٔ و آشوب خدمتی بجا نیاورده ام . »(۱)

لیکن معلوم هوتا هے که ۱٤ جنوری اور ۲۵ مارچ سنه ۵۸ ع کے درمیان هی مین بحالیِ پنشن کی سلسله جنبانی شروع کردی تهی . اسلئے که نواب فردوس مکان کی بالواسطه دعوتِ رامپور کے جواب مین صاحبزاده سید زین العابدین خان بہادر کو ۲۵ مارچ سنه ۵۸ ع کو لکھتے هین :

« مین نے اپنی پنسن کے باب مین چیف کمشنر بہادر کو درخواست دی تهی . وهان سے صاحب کمشنر شہر کو وه درخواست حواله هوئی . صاحب کمشنر دهلی نے صاحب کلکٹر شہر سے کیفیت طلب کی هے . پس اگر وه کیفیت پنسن کی هے تو یہان کی کلکٹری کا دفتر اگر نہین رها نه رهے . ریزیڈنٹ کے دفتر اور لفٹنٹ گورنری آگره اور نواب گورنر جنرل کلکته کے دفتر اس پنسن کی کیفیت سے خالی نہین هین . اور اگر میری کیفیت مطلوب هے ، تو میرا بیجرم اور بری اور الگ هونا فساد سے از روی دفتر قلعه و اظہار مخبرین ظاهر هے . بہر حال صاحب کمشنر شہر کیفیت صاحب کلکٹر سے طلب کرکر چیف کمشنر کے ساتھ پنجاب کو گئے هین . دیکھیے کب آوین ، اور بعد ملاحظهٔ کیفیت کیا حکم دین . »(۲)

مداحون مین نام

اس عرصه مین میرزا صاحب نے مداحانِ حکومتِ انگلشیه مین اپنا نام درج کراکے وزرای ملکهٔ معظمه کے دو سارٹیفکٹ حاصل کرلئے تھے . لیکن اسکے باوجود نومبر سنه ۵۸ع تك پنشن جاری نہوئی ، اور جب شہر مین یه افواه مشہور هوئی که جنوری سنه ۱۸۵۹ ع مین پنشنداروں کو روپیه ملیگا ، تو ۷ نومبر سنه ۵۸ع کو میرزا صاحب نے از راهِ شکایت نواب فردوس مکان کو لکھا :

« قسمت کا گله یه که عطای پنسن قدیم کا حکام کو خیال بهی نہین . یه نومبر سنه ۱۸۵۸ انیسوان مہینا هے . گویا بن کھائے جینا هے . کہتے هین که جنوری شروع سال مین پنسنداروں کو روپیه ملیگا .

(۱) مکاتیب ، ص ۱۱-۱۳ (۲) ایضاً ، ص ۱۱۰

دیکھئی کیا نیا گل کھلایگا . پہلی نومبر کو یہان اشتہار عام ہوگیا ھی ، کہ اب قلمرو ہندوستان مین
عمل ملکۂ معظمۂ عالیمقام ہوگیا ھی . مین پہلی ہی مداحون مین اپنا نام لکھوا چکا ہون .
اور وزرای ملکۂ دارادربان کی دو سارتی فکٹ پا چکا ہون . » (۱)

اسکے جواب مین نوابصاحب نے لکھا کہ آپ رامپور تشریف لے آئیے . میرزا صاحب نے ۳ دسمبر کو جواباً تحریر کیا :

«میری حاضر ہونیکو جو ارشاد ہوتا ھی ، مین وہان نہ آؤنگا ، تو اور کہان جاؤنگا . پنسن کی
وصول کا زمانہ قریب آیا ھی . اسکو ملتوی چھوڑکر کیونکر چلا آؤن . سنا جاتا ھی ، اور
یقین بھی آتا ھی ، کہ جنوری آغاز سال ۵۹ عیسوی مین یہ قصہ انجام پائی . جسکو روپیہ ملنا ١
ھی اوسکو روپیہ ، جسکو جواب ملنا ھی اوسکو جواب ملجائی . » (۲)

عرضی کی روداد

جنوری سنہ ۵۹ ع پر دو مہینہ اور گزرگئے ، مگر ہنوز مقدمۂ پنشن فیصل نہوا . سرکار نے ۱۳ اپریل کو پھر دعوتِ آمدِ رامپور دی ، تو میرزا صاحب نے امیدِ وصولیابیِ پنشن کا گیت گاتے ہوے لکھا :

«مجموع پنسندارون کی مثل مرتب ھی ، اور ہنوز صدرکو روانا نہین ہوئی . نواب گورنر جنرل
لارڈ کیننگ بہادر نی کلکتہ سی میری کواغذ طلب کئی ، اور وہ کاغذ فہرست مین سی الگ
ہوکر لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کی خدمت مین ارسال ہوئی . وہان سی کلکتہ کو بھیجی جائینگی .
پھر وہان سی حکم منظوری پنجاب ہوتا ہوا یہان آئیگا ، اور یہان مجکو روپیہ ملجائیگا . » (۳)

راہ چارہ مسدود

جب مہینے پر مہینا گزرنے لگا ، اور پنشن کا تصفیہ نہوا ، تو میرزا صاحب نے ۷ نومبر سنہ ۵۹ ع کو مجبوراً لکھا :

«ابتلک مین اپنی کو یہ بھی نہین سمجھا کہ بیگناہ ہون یا گناھگار . مقبول ہون یا مردود . مانا کہ کوئی
خیرخواھی نہین کی جو نئی انعام کا مستحق ہون . لیکن کوئی بیوفائی بھی سرزد نہین ہوئی جو
دستور قدیم کو برہم ماری . بہر حال راہ چارہ مسدود اور دکھ موجود . عرفی خوب کہتا ھی :
مرا زمانۂ طناز دست بستۂ و تیغ زند بفرقم و گوید کہ ہان سری میخار . » (٤)

نواب فردوس مکان کی سفارش

نواب فردوس مکان اپنے استاد کی پریشانی سے کماحقہ واقف تھے . آپ نے از راہِ نوازش اکثر انگریز حکام سے اسلئے میرزا صاحب کی تعریف کی

---

(۱) مکاتیب ، ص ۱۵ (۲) ایضاً ، ص ۱٦ (۳) ایضاً ، ص ۱۹ (٤) ایضاً ، ص ۲۲

کہ انکے سابقہ مدارج بحال ہوجائین . اور جب میرزا صاحب کا یاسنامہ مورخۂ ۷ نومبر سنہ ۵۹ ع مطالعہ فرمایا تو تسکینِ خاطر کیلئے لکھا :

« مشفقا ! ھنگام ملاقات کے اکثر صاحبان ذیشان سے تذکار محامد اوصاف ذاتی اور صفاتی آپکا عمل مین آیا ھے . اللہ تعالی کے فضل اور قدر دانی سرکار دولتمدار سے یقین واثق ھے کہ جو مدارج شریف آپکے قدیم سے ھین، پیشگاہ گورنمنٹ سے بھی اوسی مطابق ظہور مین آویگا . کسواسطے کہ اھالی سرکار ابد قرار قدردان و قدر شناس ھین . » (۱)

اقبال کی تائید

سرکار کی سفارش بارآور ھوئی ، اور پنشنداروں کا نقشہ بعدِ صدور حکم صدر سے واپس آگیا . میرزا صاحب نے ۱۲ اپریل سنہ ٦۰ ع کو ان الفاظ مین سرکار کو اطلاع دی :

«عالم دو ھین . ایک عالم شہادت ، ایک عالم غیب . جسطرح عالم شہادت مین آپ میری دستگیری کررھے ھین ، عالم غیب مین آپکا اقبال مجکو مدد پہنچا رھا ھے . تفصیل اس اجمال کی یہ کہ وہ نقشا پنسنداروں کا جو یہان سے صدر کو گیا تھا ، وہ اب صدر سے بعد صدور حکم آگیا . حکم بہ نسبت ھر واحد کے مختلف ھے . تقلیل بہت ھے . سو روپیہ مہینے والیکو پچہتر بھی ھین اور پچیس بھی ھین اور دس بھی ھین . اب فرمائیے میرےواسطے کیا احتمال گزرتا ھے . یاس کلی ھے . لیکن واقعہ یہ ھوا ھے کہ سب سے پہلے میرا نام اور پوری پنسن کی واگزاشت کا حکم . طرفہ یہ کہ میری نام کے ساتھ ایک انگریزی تحریر ھے ، کہ جسکے دیکھنے سے یہ معلوم ھوتا ھے کہ گورمنٹ کا حکم منظوری اس تحریر پر متفرع ھے . حکام کے عملہ مین اور وکلا اور اھل شہر مین یہ مشہور ھے کہ وہ تحریر ولایت سے آئی ھے . بہر حال دو امر ھنوز مبہم ھین . ایک اس انگریزی تحریر کا حال اور دوسرے میری بھائی کی پنسن کی حقیقت . سو یہ دونون امر چند روز مین معلوم ھوجائینگے . اور جو معلوم ھوگا وہ عرض کیا جائیگا . » (۲)

خداساز بات

میرزا صاحب نے ٤ مئی سنہ ٦۰ ع کو زرِ پنشن وصول کرلیا . اھلِ دھلی نے اس اجرا کو نواب فردوس مکان کی سعی و کوشش کا نتیجہ قرار دیا . میرزا صاحب ان مراتب سے سب سے زیادہ آگاہ تھے ، اور جنوری سنہ ٦۰ ع مین رامپور آتے وقت بعض احباب کو یہ لکھ بھی چکے تھے کہ

(۱) مکاتیب ، ص ۲۳ ، حاشیہ نمبر ۲ (۲) ایضاً ، ص ۲٦

اس سفر کا مقصد یہ ہے کہ نوابصاحب کے ذریعہ گورنمنٹ سے میری صفائی ہوجائے. لیکن اسکے باوجود جب یوسف مرزا صاحب نے لکھا کہ خواجہ جان کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ والیِ رامپور کی کوشش سے آپکی پنشن جاری ہوگئی، تو اسکے جواب مین میرزا صاحب نے اجرایِ پنشن کو مسبب الأسباب کی طرف منسوب کرتے ہوئے حقیقتِ حال کے اظہار سے اغماض کیا. فرماتے ہین:

«خواجہ جان جھوٹ بولتا ہے. والی رامپور کو اس پنسن کے اجرا مین کچھ دخل نہین. یہ کام خدا ساز ہے بعلی بن ابیطالب علیہ السلام.» (۱)

بحالی دربار و خلعت کی کوشش

اوپر عرض کیا جاچکا ہے، کہ میرزا صاحب گورنر جنرل کے دربار مین خلعتِ ہفت پارچہ اور سہ رقومِ جواہر لارڈ ہارڈنگ صاحب کے وقت تک حاصل کرتے رہے. لارڈ ڈلہوسی نے دلی آکر دربار نہین کیا. اسلئے سنہ ۱۸۴۸ع سے غدر سنہ ۵۷ ع تک میرزا صاحب کو شرکتِ دربار اور حصولِ خلعت کا کوئی موقع میسر نہ آیا. غدر کے بعد بعذرِ اشتباہ پنشن بند ہوئی تو دربار و خلعت کی امید بھی جاتی رہی. لیکن اجرایِ پنشن کے بعد میرزا صاحب نے بحالیِ دربار کی درخواست کی، جسپر عرصہ تک تحقیقات ہوتی رہی.

گورنر کا دربار اور خلعت

سہ شنبہ ۳ مارچ سنہ ۱۸۶۳ ع کو(۲) سر رابرٹ منٹگمری لفٹنٹ گورنر پنجاب نے دلی مین دربار کیا. میرزا صاحب کو بھی شرکت کا حکم ملا. یہ اوس روز نہ گئے. دوسرے دن گورنر نے یاد کیا، تو خیامِ

---

(۱) اردوی معلی، ص ۳۳۱

(۲) مولانا مہر نے «غالب» صفحۂ ۲۳۹ اور ۲۴۱ پر لکھا ہے کہ مارچ سنہ ۱۸۶۲ ع مین دربار و خلعت بحال ہوی. یہ رایِ درست نہین ہے. دراصل یہ مارچ سنہ ۱۸۶۳ ع کا واقعہ ہے. کیونکہ نواب فردوس مکان اور میرزا صاحب کی مراسلت کا ہر خط مورخہ ہے. اور جن خطون مین زیر بحث مسئلہ کا ذکر آیا ہے وہ سنہ ۱۸۶۲ ع کے نہین، بلکہ سنہ ۱۸۶۳ ع کے تحریر شدہ ہین. غالباً اردوی معلی کے مطبوعہ نسخہ کی غلطی طباعت سے مہر صاحب کو یہ غلط فہمی پیدا ہوئی. نیز اردوی معلی ص ۱۱۲ پر میرزا تفتہ کے نام کے مکتوب کی تاریخ ۴ فروری بھی غلط ہے. اسکو ۴ مارچ ہونا چاہیے.

گورنری مین حاضر ہوے. صاحب نے خلعت دیا اور فرمایا کہ گورنر جنرل بہادر کا دربار انبالے مین ہونیوالا ہے. آپ وہان بھی تشریف لیجائیے، اور دربار مین شریك ہوکر خلعتِ معمولی حاصل کیجیے. میرزا صاحب نے غالباً ٤ مارچ کو سرکار سے زادِ راہ کیلئے عطیہ کی درخواست کی. ۱۱ کو سرکار نے ۲۰۰ روپیہ بھیجے. ۱٦ مارچ کو میرزا صاحب روپیہ کی رسید کیساتھ نواب فردوس مکان کو لکھتے ہین:

«اب سنیئے اپنی دعاگو کی داستان. منگل ۳ مارچ کو جناب لفٹنٹ گورنر بہادر نے خلعت عطا کیا، اور فرمایا کہ ہم تمہین مژدہ دیتے ہین کہ نواب گورنر جنرل بہادر نے اپنی دفتر مین تمھاری دربار اور خلعت کی بدستور بحال رہنے کا حکم لکھوا دیا. مین نے عرض کیا کہ مین انبالے جاؤن؟ فرمایا البتہ انبالے جانا ہوگا.

بعد جناب نوابصاحب کی جانیکی شہر مین شہرت ہوئی کہ دلی کی لوگ انبالے جانے سے ممنوع ہین. گھبرایا اور صاحب کمشنر کی پاس گیا. آپ خط اپنا دے آیا. زبانی پرسش کا جواب زبانی پایا. پھر خط کی جواب مین خط محررۂ ۷ مارچ آیا. چنانچہ لفافہ بلحاظ گرانی وزن رہنے دیتا ہون. اور خط بجنسہ حضرت کو بھیجتا ہون. کل سے ایك اور خبر اوڑی ہے کہ نصیب اعدا لاڑد صاحب کی طبیعت ناساز ہوگئی ہے. انبالے مین دربار نکرینگے، اور شملہ کو چلے جائینگے. اب مین دو وجہ سے بین السفر والسکون متردد ہون. پہلی وجہ خاص اور دوسری وجہ عام. دو سو مین سے سو لیکر ساز و سامان درست کیا ہے، اور سو مہاجن کی ہان ڈاك اور خرچ راہ کیواسطے رہنے دیے ہین. تار برقی مین جناب نوابصاحب سے حکم منگواؤنگا. جو حکم آئیگا، آپ سے عرض کرکے اوسکی تعمیل کرونگا.» (۱)

گورنر جنرل کی دربار مین نجاسکے

نواب فردوس مکان نے میرزا صاحب کے عریضۂ مورخۂ ۱٦ مارچ کے جواب مین کمشنر صاحب کے خط کا جسقدر مضمون دوہرایا ہے (۲) اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب نے یہی لکھا تھا کہ آپ انبالے نجائین. اتفاقاً اسی زمانہ مین میرزا صاحب کے پھنسیان بھی نکل آئین. اسلئے مجبوراً خود انبالے جانیکے بجائے اپنا قصیدہ، جو معمولی نذر تھی، بطریقِ ڈاك بھیجکر شکریہ کے جوابی فرمان پر قناعت کرلی. اور ٤ اگست سنہ ۱۸٦۳ع کو نواب فردوس مکان کو تحریر کیا:

---

(۱) مکاتیب، ص ۳۵ (۲) ایضاً، ص ۳۷، حاشیہ نمبر ۱

«جب انبالی میرا جانا نہوا تو مین نے قصیدۂ مدح، جو دربار کی نذر کیواسطی لکھا تھا، بطریق ڈاک جناب چیف سکرتر بہادر کو اس مراد سی بھیجا، کہ آپ اسکو جناب نواب معلی القاب کی نظر سی گزرانین. اور یہ دستور قدیم تھا کہ جب مین قصیدۂ مدحیہ بھیجتا تو صاحب سکرتر بہادر کا خط بیواسطۂ حکام ماتحت مجکو آجاتا. اب جو مین نے موافق معمول قصیدہ بھیجا، یقین ھی کہ مارچ یا اپریل کے مہینے مین وہ لفافہ یہان سی لشکر کو گیا. صدائی بر نخاست. نا امید ہوکر بیٹھرھا. بلکہ یہ خیال گزرا کہ جب رسم تحریر خطوط نرھی تو دربار و خلعت کہان. ناگاہ کل شام کو صاحب سکرتر بہادر کا خط ڈاک مین آیا. وھی افشانی کاغذ. وھی القاب. جی چاھتا تھا کہ اصل خط مع سرنامہ بھیجدون، تاکہ حضور ملاحظہ فرمائین. مگر برسات کا اندیشہ مانع آیا. نقل سرنامہ اور خط کی بھیجتا ہون.» (۱)

لیکن اسکے بعد زندگی بھر میرزا صاحب کو گورنر جنرل کے دربار کی شرکت کا موقع نملا، اور یہ آرزو بھی دوسری بہت سی آرزوون کیساتھ پیوندِ خاک ہوگئی.

گورنر کا دوسرا دربار اور خلعت

سر ڈانل میکلوڈ گورنرِ پنجاب نے ۱۷ دسمبر سنہ ۱۸۶۶ع کو دلی مین دربار کیا. میرزا صاحب اس مین شریك اور «خلعتِ هفت پارچه وسه رقمِ جواهر» سے مشرف هوے. رامپور اس زمانه مین نواب خلد آشیان کی زیرِ حکومت تھا. دربار کے دوسرے دن میرزا صاحب نے سرکار کو لکھا:

«حضرت کی توجہ باطنی، جو ھمیشہ میری مصلح حال اور افزایش عز و وقار کی کفیل ھی، بعد ادای شکر الٰہی، اوسکا سپاس بجا لاتا ہون. پیش از غدر گورمنٹ کی دربار مین ۷ پارچہ اور جیغہ، سرپیچ، مالای مروارید، تین رقمین جواھر کی مجکو ملتی تھین. بعد غدر اگرچہ پنسن اور دربار بحال رھا، لیکن خلعت موقوف ہوگیا. نواب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کا کل ۱۲ پر. چار بجی دربار تھا. حکم سب دربار دارون کو پہنچ گیا تھا. مین نواب مہدیعلیخانصاحب کو رخصت کرکی گھر آیا. دو گھنٹی کی بعد دربار مین گیا. خیال یہی کہ ملاقات ہوگی. ایك رباعی کاغذ مذھب پر لکھی ہوئی نذر کرونگا. کلمات عنایت سنکر چلا آؤنگا. نہ مجھی کچھ احتمال. نہ صاحب کمشنر بہادر شہر کو علم. باری بر وقت ملاقات تعظیم معمولی اور مصافحہ کرکی لاڈ صاحب نے کھڑی کھڑی جیغہ، سرپیچ میری ٹوپی پر باندھا، اور فرمایا «یہ ھم نے آپکی واسطی رکھا تھا». مالای مروارید میر منشی نے گلی مین ڈالدی. ... مین اس عطیہ کو آپکی بخشش معنوی سمجھتا ہون.» (۲)

یہ میرزا صاحب کا آخری دربار اور خلعت تھا. اسکے بعد فروری سنہ ۶۹ع تک کسی دربار کی شرکت کا ذکر نہین ملتا.

---

(۱) مکاتیب، ص ۳۷ (۲) ایضاً، ص ۸۷

بہادر شاہِ ظفر سے تعلقات

تاریخ نویسی

دلی کے لال قلعه سے میرزا صاحب کے تعلقات ذاتی تھے۔ لیکن پہلے صرف مختلف تقریبون مین آمد و رفت رہا کرتی تھی۔ شاہِ ظفر کے عہد مین رشتۂ ملازمت بھی پیدا ہوگیا اور سلاطینِ تیموریه کی تاریخ نویسی سپرد ہوئی۔ نواب فردوس مکان کو لکھتے ہین:

«پیوند تعلق با بہادر شاہ جز آن نبود که از هفت هشت سال بتحریر تاریخ سلاطین تیموریه..... می پرداختم.»(۱)

یه عریضه ۱٤ جنوری سنه ۱۸۵۸ ع کو لکھا گیا تھا۔ اس حساب سے اونکے تعلقِ خدمت کا آغاز سنه ۱۸٤۹ ع یا سنه ۱۸۵۰ ع سے ہونا چاہیے۔ خواجه حالی مرحوم نے اس واقعه کا سال متعین کرتے ہوئے صرف سنه ہجری ۱۲٦٦ لکھا ہے(۲)، جو ۱۷ نومبر سنه ۱۸٤۹ ع سے شروع ہوکر ۵ نومبر سنه ۱۸۵۰ ع پر ختم ہوتا ہے۔ مولانا مہر فرماتے ہین که میرزا صاحب کو قلعه کی پہلی تنخواه جون سنه ۱۸۵۰ سے ملی(۳)۔ اس حساب سے میرزا صاحب کے تخمینی سنینِ تعلقِ قلعه مین سے سنه ۱۸۵۰ ع درست ہوگا۔

اصلاح اشعار

میرزا صاحب کی ملازمت کو ٤ سال ہوئے تھے که شیخ ابراہیم ذوق، استادِ شاہِ ظفر، کا انتقال ہوگیا۔ بادشاہ نے اصلاحِ اشعار کی خدمت بھی میرزا صاحب کے سپرد کردی۔ میرزا صاحب نے محولۂ بالا عریضه مین اسکا بھی ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہین:

«و از دو سه سال باصلاح اشعار شہریار می پرداختم.»

---

(۱) مکاتیب، ص ۱۲ (۲) یادگار غالب، ص ۳۳ (۳) غالب، ص ۱۳۹

اس تخمینه کی رو سے تعلقِ استادی سنه ۱۸۵٤ ع یا ۱۸۵۵ ع مین شروع هوا. خواجه صاحب نے یہان بهی سنه هجری ۱۲۷۱ پر اکتفا کی هے[1]، جو ۲٤ ستمبر سـنه ۱۸۵٤ ع سے شروع هو کر ۱۳ ستمبر ســـنه ۱۸۵۵ ع پر ختم هوتا هے. قاموس المشاهیر سے معلوم هوتا هے که ذوق نے ۲٤ صفر سنه ۱۲۷۱ ھ کو انتقال کیا[2]، جو ۱٦ ماهِ اکتوبر سنه ۱۸۵٤ ع کے مطابق هے. لهذا سـنه ۱۸۵٤ ع سالِ تعلقِ استادی هونا چاهیــے.

خطاب شاهی

بہادر شاه نے میرزا صاحب کو «نجم الدوله دبیر الملک نظام جنگ» خطاب عطا فرمایا تها. مکاتیب کے متن مین اس کا مذکور نہین. لیکـن عریضهٔ اول مورخـهٔ ۲۸ جنوری ســنه ۵۷ ع کے آخر مین مہر کے اندر پورا منقوش هے. مہر مین سنه ۱۲٦۷ ھ سال کنده هے، جو سنه ۱۸۵۰ ع کے مطابق هے. اس سے معلوم هوتا هے که ملازمتِ شـاهی کے موقع پر تقررِ تنخواه کیساتھ خطاب بهی عطا هوا تها[3].

---

(۱) یادگار غالب، ص ۳۵ (۲) قاموس المشاهیر، ج ۱، ص ۲٤۷ (۳) یادگار غالب، ص ۳۳ سے بهی اسکی تایید هوتی هے، اسلئے سال ملازمت هی کو عطای خطاب کا سال شمار کرنا چاهیے.

تعلقـاتِ رامپور

ریاستون سے تعلق کی نوعیت

میرزا صاحب کو اپنی عالی نسبی پر همیشه فخر رها. وه اوس زمانه مین بهی، جبکه سر پر مصائب کے بادل منڈلا رهے تهے، اور هر چهار طرف نفسی نفسی کا عالم تهـا، اپنی نسبی انفرادیت کے گیت گاتے رهے، اور «زادشم و افراسیاب» کو نه بهولے.

لیکن سـنه ۱۸٤۷ ع مین ایك ایسا روح فرسا واقعـه پیش آیا، که کچه عرصه کیلئے اونکے هوش پراگنده هوگئے. اوس عهد کے روسا چوسر و شطرنج کے ذریعـه وقت گزاری کیا کرتے تهے. میرزا صاحب کا خاندان بهی امارت کے ان لوازمات سے عاری نه تهـا. اسلئے یه بهی چوسر کے دلداده هوگئے تهے. مگر کهیل مـین سرگرمی پیـدا کرنے کیلئے بازی لگا کر کهیلا کرتے. کوتوالِ شهر نے از راهِ عـداوت جوے کا مقـدمـه قائم کرکے مجسٹریٹ کی عـدالت مین چالان کردیا، اور ولیعهدِ هنـدسـتان کی سفارش کے باوجود میرزا صاحب کو ٦ ماه کی سزا هوگئی. تین مهینے کے بعد اوسی مجسٹریٹ کی رپورٹ پر انهین رها کردیا گیا. لیکن اس غیر شریفانه برتاؤ سے انکی حسِ غـیرت سخت مجروح هوئی، خود اپنی نظر مـین شرافتِ خاندان پر دهبـه آگیـا، اور یه اپنے آپکو روسـایِ هنـدوستان سے ملنے جلنے کے قابل شمار کرنے سے احتراز کرنے لگے.

سنه ۱۸٥۲ ع مین ریاست جیپور سے اتفاقاً رابطه پیدا هوا. میرزا تفته نے اسکی تفصیلات دریافت کرتے هوے لکها که میرا بهی خیال رهے. اسکے جواب مین جمعه دهم دسمبر سـنه مذکوره کو میرزا صاحب نے لکها:

«جیپور کا امر محض اتفاقی ہی ۔ بی قصد و بی فکر درپیش آیا ہی ۔ ہوسنا کانہ ادہر متوجہ ہوا ہون ۔ بوڑھا ہوگیا ہون ۔ بہرا ہوگیا ہون ۔ سرکار انگریزی مین بہت بڑا پایہ رکھتا تھا ۔ رئیسزادون مین گنا جاتا تھا ۔ پورا خلعت پاتا تھا ۔ اب بدنام ہوگیا ہون ۔ بہت بڑا دھبہ لگ گیا ہو ۔ کسی ریاست مین دخل نہین کرسکتا تھا ۔ مگر ھان استاد یا پیر یا مداح بنکر راہ و رسم پیدا کرون ۔ کچھ آپ فائدہ اوٹھاؤن ۔ کچھ اپنی کسی عزیز کو وھان داخل کردون ۔ دیکھو کیا صورت پیدا ہوتی ہی ؟» (١)

چونکہ استاد یا پیر بنکر ملنے مین ان کا درجہ کم از کم والیِ ریاست کے مساوی ہوجانا یقینی تھا ، اور بصورتِ مداحی ممدوح سے مساوی برتاؤ کی آرزو نہین پیدا ہوتی ، اسلئے ان صورتون مین میرزا صاحب کو اپنے اخلاقی دھبے کے احساس کا خطرہ نہ تھا ، اور اب وہ ہر ریاست سے اسی قسم کے تعلقات کے خواہان تھے ۔

رامپور سی ابتدائی تعلق

نواب سید غلام محمد خان بہادر (نَوَّرَ اللہُ مَرْقَدَہٗ) کے صاحبزادے اپنے والدِ ماجد کی تخت سے دستبرداری کے بعد حکومتِ انگلشیہ کی زیرِ حمایت رامپور سے باہر اقامت گزین ہونے پر مجبور ہوے تھے ، اور سابقہ تعلقات کی بنا پر دارالسلطنتِ دھلی کو اپنا مستقر بنایا تھا ۔ میرزا صاحب جس زمانہ مین دلی تشریف لائے یہ خاندان وھان فروکش تھا ۔ چونکہ یہ حضرات صاحبِ علم و فضل تھے ، اسلئے انسے میرزا صاحب کے روابطِ خلوص و اتحاد پیدا ہوگئے ۔

ایک عریضہ مین میرزا صاحب نے ان روابط کا تذکرہ کیا ھے ۔ فرماتے ھین :

«ہمدرین کنج ، کہ مسکن منست ، شنیدہ ام کہ والاشان زین العابدین خان بہادر بشہر آمدہ اند ۔ نیازمندی من با مرحومی نواب عبداللہ خان بہادر ، و مہرورزی من با اصغر علیخان مرحوم ، و محبت و خلت من با نواب عبدالرحمن خان بہادر مغفور کجا دیدہ اند ، و آن مدارج کی در نظر دارند ، کہ ایشان را در ضمیر میگزشت کہ گدای گوشہ نشین را باید دید .» (٢)

نواب فردوس مکان کی شاگردی

نواب سید یوسف علیخان بہادر فردوس مکان نے سنِ شعور مین قدم

(١) اردوی معلی ، ص ١١٣ (٢) مکاتیب ، ص ١٣

رکھکر اپنی خاندانی روایات کے ماتحت طلبِ علم کے راستہ پر گامزنی کی. دلی کے اساتذہ مین، مفتی صدرالدین خان آزردہ اور مولوی فضل حق خیر آبادی عربی مین، اور میرزا صاحب فارسی مین ممتاز حیثیت رکھتے تھے. ان سب سے خاندانِ رامپور کی دوستی تھی. اسلئے نواب فردوس مکان کی تعلیم انہی حضرات کے سپرد کیگئی، اور حسن اتفاق سے میرزا صاحب ایک ایسے طالبِ علم کے استاد قرار پائے، جسکو قضا و قدر ریاست رامپور کا تاج و تخت سونپنے والی تھی.

اس تعلق کیطرف میرزا صاحب نے اپنے پہلے عریضہ مین اشارہ بھی کیا ہے. فرماتے ہین:

«دران روزگار رنگین تر از نوبہار، کہ بہ فر فرخندگی وجود مسعود و سادہ با سپہر سادہ دم از برابری زد، نگاشتن و روان داشتن قطعۂ تاریخ جلوس بہ توانائی آن دانائی و روان آسائی آن شناسائی صورت پزیرفت.» (۱)

زمانۂ شاگردی

میرزا صاحب نے نواب فردوس مکان کی اس شاگردی کا متعدد مواقع پر تذکرہ کیا ہے. لیکن کسی جگہ سالِ شاگردی نہین لکھا. خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کو صرف اتنا لکھا ہے کہ

«نواب یوسف علیخان بہادر والی رامپور ... میری آشنائی قدیم ہین.» (۲)

میرزا تفتہ کو قدرے صراحت کیساتھ لکھا ہے. لیکن یہان بھی تخمینہ کی حد سے آگے قدم نہین رکھا. فرماتے ہین:

«نواب یوسف علیخان بہادر تیس بتیس برس کی میری دوست...... ہین.» (۳)

اردوئے معلی کے نسخۂ مطبوعہ کی رو سے یہ خط سنہ ۱۸۶۲ع مین لکھا گیا تھا. لیکن اس مین میرزا صاحب نے رامپور کے پہلے سفر کی روداد لکھی ہے، جو سنہ ۶۰ع مین کیا گیا تھا، اسلئے اسکو سنہ ۱۸۶۰ع کا نوشتہ ہونا چاہیے. اور سنہ ۶۰ع مین دوستی پر ۳۰ یا ۳۲ سال گزرنے کے یہ معنی ہین کہ سنہ ۱۸۲۸ یا ۱۸۳۰ع مین یہ رشتہ پیدا ہوا. نواب فردوس مکان سنہ ۱۸۱۶ع مین

(۱) مکاتیب، ص ۳ (۲) اردوئے معلی، ص ۲۸۳ (۳) ایضاً، ص ۴۵

متولد هوے ، اور سنه ۱۸٤۰ ع مین اپنے والدِ ماجد کی تخت نشینی پر رامپور تشریف لائے تهے . بنابرین سنه ۱۸۲۸ یا ۱۸۳۰ ع مین اونکو میرزا صاحب کا دوست نہین کہا جاسکتا . البته شاگرد هونا بعید از قیاس نہین . اسلئے که اسوقت انکی عمر ۱۲ یا ١٤سال کی هوگی ، جو طلبِ علم کا موزون‌تر زمانه هے .

نواب جنت آرامگاه کی مداحی

سنه ۱۸٤۰ ع مین نواب سید محمد سعید خان بهادر جنت آرامگاه وارثِ تختِ رامپور قرار پائے . نواب سید عبدالله خان بهادر برادرِ خورد نواب جنت آرامگاه نے ، جو میرزا صاحب کے بہت گہرے دوست اور اوسوقت میرٹھ کے صدر الصدور تهے ، سابقه تعلقات کی بنا پر میرزا صاحب سے نواب جنت آرامگاه کی مدح مین قصیده لکھنے کی فرمایش کی . میرزا صاحب نے معذرت کرتے هوے لکها :

«خدام بلند مقام ، که سرانجام قصیده بقصد نام آوری ازغالب بینوا چشم داشته اند ، مگرآن فرسوده روان افسرده دل را ، که هنوز نمرده است ، زنده پنداشته اند؟ ... کاش کشایش این کار چون صنعت نقاشی وگلدسته بندی تنها بکوشش دست وبازو صورت بستی ، تاچشم از خستگی دل پوشیدمی و فرمان پزیرانه در پردازش کار کوشیدمی . چکنم چون سر این رشته در دست دل است . تا دل بر جای نباشد ، زبان سخن سرای نباشد . دیده وران صاحبدل دانند ، که چه قدرها دیده و دل بهم آمیخته شود ، تا نقشی بدین شگرفی که بالغ نظران پسندند ، انگیخته شود . این دل شکستهٔ بهم نه پیوسته ، که در سینهٔ من و همانا دشمن دیرینهٔ منست ، زنهار بکار سخن گستری نیاید ، و معنی آفرینی را نشاید ... اگر دانند ، که فلانی با این همه پریشانی سخن گفتن میتواند ، و من نیز دانم که میتوانم ، در مدح بندگان سپهر آستان امیر المسلمین قبلهٔ دنیا و دین سرور سلطان نشان نواب محمد سعید خان بهادر بالقابه چرا سخن نرانم؟ تا اگر درین گیتی لعل وگهر سود نه برده باشم ، خود دران گیتی دین و ایمان زیان نکرده باشم . امید که در بارهٔ گرایش بدین ستایش نظماً او نثراً نامه نگار را از اموات شمارند ، و بدعای سلامت ایمان ، که حسن خجستگی انجام همان تواند بود ، یاد آرند .» (۱)

لیکن میرزا صاحب نے سنه ۱۸٤۰ ع مین جس کام کے سر انجام نپانے کا عذر کیا تها ، چند سال کے بعد قدرت اون سے وهی کام لینے والی تهی . بیشك انسان آینده واقعات کے علم سے قطعاً محروم رکها گیا هے !!

(۱) کلیات نثر فارسی ، ص ۲۱۹

نواب فردوس مکان کی تخت نشینی اور رشتۂ استادی کی تجدید

اس مراسلت کے پندرا سال بعد اپریل سنہ ۱۸۵۵ ع مین نواب جنت آرامگاہ نے وفات پائی ، اور نواب سید یوسف علیخان بہادر فردوس مکان تخت نشین ہوے . میرزا صاحب نے قدیم رابطہ کو مدِ نظر رکھتے ہوے قطعۂ تاریخِ جلوس ارسال کیا.[(۱)] لیکن معلوم ہوتا ھے کہ دربارِ رامپور سے اسکا کوئی جواب نہ گیا ، اور تقریباً دو سال تك تجدیدِ تعلقات کی یہ کوشش بارآور نہوئی .

حسنِ اتفاق سے مولانا فضل حق خیرآبادی رامپور مین فروکش تھے ، اونھون نے حق دوستی ادا کیا ، اور وقتاً فوقتاً سرکار کے روبرو میرزا صاحب کی اسقدر تعریف و توصیف کی ، کہ سرکار انکے کلام کے مشتاق ہوگئے . جب حالات سازگار نظر آئے ، تو مولانا نے میرزا صاحب کو لکھا کہ سرکار کی خدمتِ مبارك مین « نامۂ بندگی » اور قصیدۂ مدحیہ ارسال کرین . مولانا کا نامۂ گرامی میرزا صاحب کو ۲۷ جنوری سنہ ۱۸۵۷ ع کو موصول ہوا. ۲۸ جنوری کو انھون نے بتعمیلِ ارشاد نواب فردوس مکان کی خدمت مین پہلا عریضہ ارسال کیا . اسکے جواب مین سرکار نے ۵ فروری کو اپنے کچھ اشعار بغرضِ اصلاح بھیجے اور اونکے ساتھ تحریر فرمایا :

« نمیقۂ انیقۂ بلاغت آگین مشعر رسید خط مولویصاحب مخدوم محمد فضل حق صاحب با دیگر مراتب محبت و اشفاق بعبارت رنگین و دقیق در عین انتظار سرمہ کش عیون وصول نشاط شمول گردیدہ ، باطلاع خیریتہا سرمایۂ سرور نامحصور افزودہ ، از مزید شفقت و ایتلاف قلبی متصور شد . » [(۲)]

اس فرمان نے میرزا صاحب مین نیا ولولہ پیدا کیا ، اور انھون نے ۱۱ فروری کو سرکار کی مدح مین قصیدۂ مدحیہ نظم کرکے بذریعۂ ڈاك ارسال کیا . اسکی ایك نقل میرزا صاحب نے مولانا کی خدمت مین بھی بھیجی تھی ، جو اونھین الور مین موصول ہوئی . وھان سے ۱۰ ماہ اپریل کو مولانا نے سرکار کو تحریر کیا:

« بعز عرض میرساند ، کہ خیر سگال بافضال ایزد بیہمال بصحت و اعتدال بالور رسیدہ ملاطفۂ

---

(۱) ملاحظہ ہو مکاتیب غالب ، ص ۳ (۲) ایضاً ، ص ٤ ، حاشیہ نمبر ۱

مرزا صاحب مشفق نجم الدوله مرزا اسد الله خانصاحب متخلص بغالب مع قصیدهٔ میمیه، که در مدح حضور فیض معمور منظوم کرده اند، از داکخانه یافت. مرزا صاحب موصوف در ثنا و ستایش موزونی طبع اقدس و توصیف غزلهائی، که نزد شان شرف ارسال یافته بودند، و شکر و سپاس عطای مبلغ پانصد روپیه، که بدو دفعه بمرزا صاحب موصوف عنایت شدند، اسهاب در تحریر فرموده اند. حالانکه طبع اقدس در علوم عقلیه و فنون حکمیه آنچنان دقیقه رس، که عدیل آن در مملکت هندوستان، که حال علمای آن تفصیلا معلوم است، کمتر بلکه معدوم است. نظم شعر و فهم آن و ابداع معانی تازه و مضامین مبتکره و مرد الفاظ فصیحه و تراکیب بلیغه بحسب اوزان عروض نسبت بعلو طبع اقدس و بلندی افکار صایبه از ادنی مراتب است. مرزا صاحب ازین حال لاعلم اند. طبع عالی و فکر صایب در دقایق حکمیه و معضلات فلسفیه بجای میرسد، که رسیدن افهام علام اعلام تا آن مقام معلوم الانتفاست. درین سخن هیچ مبالغهٔ و اغراق نیست. حضور لامع النور بنفس نفیس امتحانات فرموده اند، و تکریر امتحان هم سهل است. و نظر بهمت والا در جود و سخا بذل آلاف الوف را اقل قلیل توان پنداشت. مرزا صاحب حق سپاسگزاری ادا کرده اند. نظم قصیدهٔ مدحیه در غایت بلاغت و انسجام است. غالباً شرف اندوز ملاحظهٔ والا شده باشد.»(۱)

مولانا کی اس تحریر نے میرزا صاحب کے سابقه تعلقات از سرِ نو استوار کردیئے، اور ایك مخلص دوست کی کوشش سے میرزا صاحب کی یه تجویز که «آینده ریاستون مین پیر یا اوستاد بنکر رسوخ حاصل کرنا چاهیے» ریاست رامپور مین کامیاب هوگئی۔

نواب فردوس مکان کا سال شاگردی

نواب فردوس مکان کے سالِ تلمذ کا تذکره میرزا صاحب نے متعدد خطوط مین کیا هے۔ لیکن تقریباً هر خط مین اونکا بیان دوسرے خط سے مختلف هے۔ مارچ سنه ٦٠ ع مین خواجه غلام غوث خان بهادر بیخبر کو لکھا هے که نوابِ فردوس مکان سنه ٥٥ ع مین میرے شاگرد هوے۔ فرماتے هین:

«سنه ١٨٥٥ ع مین نواب یوسف علیخان بهادر والی رامپور، که میری آشنای قدیم هین، اس سال یعنی سنه ١٨٥٥ مین میری شاگرد هوی۔ «ناظم» اونکو تخلص دیا گیا۔ بیس پچیس غزلین اردو کی بھیجتی۔ مین اصلاح دیکر بھیجدیتا۔ گاه گاه کچھ روپیه اودهر سی آتا رهتا۔ قلعه کی تنخواه جاری۔ انگریزی پنسن کھلا هوا۔ اونکی عطایا فتوح گنی جاتی تھی۔ جب وه دونون تنخواهین جاتی رهین، تو زندگی کا مدار اونکی عطیه پر رها۔ بعد فتح دهلی وه همیشه

(۱) مثل نمبر (۲۵۹)، صیغهٔ احباب، عهد نواب فردوس مکان، محکمهٔ دارالانشا

میری مقدم کی خواہان رہتی تھی ۔ مین عذر کرتا تھا ۔ جب جنوری سنه ١٨٦٠ مین گورمنٹ سی وہ جواب پایا که جو اوپر لکھ آیا ہون ، تو مین آخر جنوری مین رامپور گیا ۔ » (١)

اسی ماہ مین منشی ہرگوپال تفته کو لکھتے ہین :

«نواب یوسف علیخان بہادر تیس بتیس برس کی میری دوست اور پانچ چھه برس سی میری شاگرد ہین ۔ آگی گاہ گاہ کچھ بھیجدیا کرتی تھی ۔ اب جولائی سنه ١٨٥٩ سی سو روپیه مہینا ماہ بماہ بھیجتی ہین ۔ » (٢)

اس تخمینه کی رو سے نواب فردوس مکان کا سالِ شاگردی سنه ٥٤ یا ٥٥ع قرار پاتا ہے ۔ لیکن ٣٠ جولائی سنه ١٨٦٥ع کو میان داد خان سیاح کو تحریر کیا ہے :

«ایك قرن ١٢ برس سی فردوس مکان نواب یوسف علیخان والی رامپور اپنی اشعار میری پاس بھیجتی تھی ، اور سو روپیه مہینا ماہ بماہ بسبیل ہنڈوی بھجواتی تھی ۔ » (٣)

اس حساب سے نواب فردوس مکان کو سنه ٥٣ع مین میرزا صاحب سے مشورۂ سخن آغاز کرنا چاہیے ۔ میرزا صاحب کے سوانح نگارون مین سے مولانا مہر نے سنه ٥٥ع اختیار کیا ہے[٤] ۔ غالباً اسکی وجه یه ہوگی که بظاہر اول الذکر دونون سنه تخمینی اور یه واقعی ہے ۔ لیکن فی الحقیقت یه سنه بھی تخمینی ہے ، اور میرزا صاحب کے دوسرے تخمینی اعداد و شمار کیطرح دو سال قبل کی تاریخ بتاتا ہے ۔

ابھی عرض کیا جا چکا ہے که میرزا صاحب نے ٢٨ جنوری سنه ٥٧ع کو اپنا پہلا « نامۂ بندگی » ارسال کیا تھا ، اور اوس مین یه عرض کیا تھا ، که سنه ٥٥ع مین قطعۂ تاریخِ جلوس کا ارسال سابقه تعلق کی بنا پر تھا ۔ اب یه عریضه مولانا فضل حق خیرآبادی کے ارشاد کی تعمیل مین لکھ رہا ہون ۔ اس کے جواب مین نواب فردوس مکان نے ٥ فروری سنه ٥٧ع کو گرامی نامه تحریر فرمایا ۔ جسکا ضروری حصه اوپر نقل کیا جا چکا ہے ۔ اس مین یه الفاظ ارادۂ تلمذ پر دال ہین :

(١) اردوی معلی ، ص ٢٨٣ و عود ، ص ١٣٦ ۔ عود مین « پنسن کھلی ہوئی » بصیغۂ مؤنث ہے ۔
(٢) اردوی معلی ، ص ٥٤ (٣) ایضاً ، ص ١٦ (٤) غالب ، مصنفۂ مولانا مہر ، ص ١٠١

«مشفقا ! هرچند که کاتب را اتفاق موزونیت یك مصرعه هم اتفاق نشده بود، لیکن محض بجهت سماعت کلام سامی زبانی مولویصاحب صدر الوصف دلم خواست، که طریقهٔ رسل و رسائل جاری شود. چون سبیلی به ازین بنظرم نرسید، لهذا چند ابیات واهیات موزون نموده، بترصد اصلاح پیش آن یگانهٔ آفاق مرسل گشت. چشمداشت که بعد اصلاح غزلهای مذکور مع کدام طرح جدید لطف فرموده شوند.» (۱)

میرزا صاحب نے ۱۲ فروری کو اس فرمان کے جواب مین عریضه نمبر ۳ تحریر کیا، اور اوس مین غزلیات اور هنڈوی کے پہنچنے کی اطلاع کے بعد عرض کیا که

«اشعار خود بهنگام خویش خواهند رسید.»

نیز ۱۵ فروری کو اصلاح شده غزلون کے ساتھ جو عریضه بهیجا اوس مین تخلص کے متعلق لکھا:

«مین نہین چاهتا که آپکا اسم سامی اور نام نامی تخلص رهی. ناظم، عالی، انور، شوکت، نیسان، ان مین سی جو پسند آئی وه رهنی دیجی. مگر یه نہین که خواهی نخواهی آپ ایسا هی کرین. اگر وهی تخلص منظور هو تو بہت مبارك.» (۲)

سرکار نے یکم مارچ کو جواباً تحریر فرمایا:

«منجملهٔ الفاظ تخلص لفظ «ناظم» مطبوع طبع نیاز گشت.» (۳)

ان تصریحات سے واضح هوتا هے که نواب فردوس مکان ۵ فروری سنه ۵۷ ع کو میرزا صاحب کے شاگرد هوے، ۱۵ فروری کو میرزا صاحب نے اونهین تخلص کیلئے چند الفاظ لکھے، اور یکم مارچ سنه ۵۷ ع کو سرکار نے «ناظم» تخلص پسند آنے کی میرزا صاحب کو اطلاع تحریر فرمائی.

ایك غلط فہمی

منشی امیر احمد صاحب مینائی مرحوم نے نواب فردوس مکان کے تذکره مین تحریر فرمایا هے:

«طبیعت ازل سی موزون پائی تهی. سخنگوئی کا ذوق، اردو شعر فرمانی کا شوق تها. پہلی مومن خانصاحب دهلوی سی مشوره رها. پهر مرزا اسد الله خان غالب سی تلمذ هوا. آخر آخر بوضع

(۱) مکاتیب، ص ٤، حاشیه نمبر ۱ (۲) ایضاً، ص ۷ (۳) ایضاً، ص ۸، حاشیه نمبر ۱

اوستادان لکھنو موزون فرمانی لگی ۔ منشی مظفر علی صاحب کو، جو آج لکھنو مین سحبان عصر یکتای دھر ھین، کلام دکھانی لگی ۔» (۱)

جہانتك حکیم مومن خان مرحوم کی شاگردی کا تعلق ھے، سرکار کے اس بیان کی موجودگی مین کہ «کاتب را اتفاقِ موزونیتِ یك مصرعہ ھم اتفاق نشدہ بود» اسکی کوئی گنجایش باقی نہین رھتی، کہ ایك لمحہ کیلئے بھی امیر مینائی کے بیان کو تسلیم کیا جائے۔ اسلئے کہ اگر نواب فردوس مکان مومن سے اصلاح لے چکے ہوتے تو میرزا صاحب کو یہ کبھی تحریر نفرماتے، کہ مجھے ابھی تك ایك مصرعہ موزون کرنیکا بھی اتفاق نہین ھوا ھے۔

البتہ منشی مظفر علیصاحب اسیر لکھنوی کی شاگردی کا مسئلہ باقی رھتا ھے۔ اسکے متعلق عرض یہ ھے کہ نواب فردوس مکان نے میرزا صاحب کی حیات مین انتقال فرمایا ھے، اور جیسا کہ عریضہ نمبر ٤٤ بنام نواب خلد آشیان سے معلوم ھوتا ھے، آخر وقت تك سرکار میرزا صاحب کے پاس اپنا کلام بھیجتے رھے۔ اس حالت مین یہ سوال پیدا ھوتا ھے کہ نواب فردوس مکان نے میرزا صاحب کی زندگی مین اور اونسے اصلاح لیتے ھوے اسیر لکھنوی سے کیون اور کب مشورۂ سخن کیا۔ غالباً امیر مرحوم کے پاس اس کا جواب صرف یہی ھوگا کہ نواب فردوس مکان کے آخری کلام مین لکھنوی اثر کا پایا جانا اس مدعا کے ثبوت کی اھم دلیل ھے۔

مجھے اس خیال سے اتفاق ھے کہ سرکار کے آخری کلام مین لکھنویت پائی جاتی ھے۔ لیکن صرف وجودِ لکھنویت تلمذ کی دلیل نہین بن سکتا۔ خود امیر صاحب کے آخری کلام مین دھلویت پائی جاتی ھے۔ مگر اسوجہ سے کسی نے بھی اونھین مرزا داغ کا شاگرد تسلیم نہین کیا۔ میری ناقص رای مین امیر صاحب کو غلط فہمی ھوئی ھے۔ اور وہ اسطرح کہ سنہ ٦٤ ع مین

(۱) انتخاب یادگار، ص ۷۰

میرزا صاحب نے ضعفِ پیری اور غلبۂ امراض کے باعث سرکار سے استدعا کی تھی کہ مجھے اصلاح سے معاف رکھا جائے[1]. اس زمانہ مین دیگر درباری شعرا کیساتھ سرکار نے منشی اسیر سے بھی کسی وقت دو چار الفاظ مین مشورہ کرلیا ہوگا. امیر مینائی مرحوم نے اس مساویانہ مشورۂ سخن کو تلمذ سمجھکر دربارِ رامپور سے اپنے رشتۂ استادی کو قدیم بنایا ھے اور بس.

اس خیال کو مزید تقویت بہم پہنچتی ھے جب ھم دیکھتے ھین، که نواب فردوس مکان نے متعدد مقطعون مین میرزا غالب کی استادی کیطرف اشارہ کیا ھے، لیکن اسیر کا ذکر کہین نہین کیا. اگر وہ بھی استاد ہوتے تو اونکا مذکور بھی کسی نہ کسی جگہ ضرور آنا چاھیے تھا.

غدر اور میرزا صاحب کی خیرخواھی

میرزا صاحب کے جدید رشتۂ استادی کے قیام پر چند ماہ گزرے تھے، کہ غدر سنه ٥٧ ع کے آثار پیدا ہونے لگے. میرزا صاحب نے اپنے محسن شاگرد کی خدمت مین کچھ خطوط لکھے، جو اونکی حسبِ ھدایت چاك کردیے گئے. اس ھدایت کی وجہ بجز اسکے اور کچھ سمجھ مین نہین آتی، کہ ان تحریرون کا مضمون سیاسیات سے متعلق تھا. اسلئے کہ جب آتشِ غدر بھڑك اوٹھی، اور نواب فردوس مکان کیلئے ناگزیر ہوگیا کہ اپنا رویہ متعین کرین، تو اونھون نے انتہائی ہوشمندانہ طریقِ کار اختیار کیا. دستنبو مین میرزا صاحب اس رویہ کے متعلق لکھتے ھین:

«چشم بد دور! فروزندۂ ھور، نواب یوسف علیخان بہادر فرمانروای رامپور، که از دیر باز دران سر زمین بمرزبانی و شاہ نشانی نیاگان خویش را جانشین است، و با جہانبان انگلند در مہرورزی و یکدلی استواری پیمانش بدان آئین است، که دست روزگار در ھزار سال بہزار گونہ کشاکش آنرا نیارد گسست، چار ناچار بفرستادن پیام خشك زبان ھمسایگان از گفتگو بست.» (۲)

یہ رویہ جسے میرزا صاحب نے «پیامِ خشك» سے تعبیر کیا ھے، اوسوقت تك

(۱) اردوی معلی، ص ٦٤ (۲) کلیات نثر فارسی، ص ۳۸۷

کامیاب نہین ہوسکتا تھا، جبتك حالات کا صحیح علم اور اونکے پیــدا ہونے کے واقعی اسباب قبل از وقت نہ معلوم ہوچکے ہون.

ترك مراسلت

غدر کیساتھ حکومتِ ہند کے سلسلۂ نامہ رسانی مین اختلال واقع ہوگیا. نیز دهلی سے خط و کتابت کرنے مین کاتب و مکتوب الیہ کیلئے لال قلعہ یا حکومتِ ہند کی نظر مین مشتبہ قرار پانے کا خطرہ تھا، اسلئے قاصد کے ذریعہ «خیریت گوئی و عافیت جوئی» بھی سہل اور بیخطر نرھی تھی. ادھر نواب فردوس مکان روھیلکھنڈ کی بغاوت فرو کرنے مین منہمك تھــے. ان حالات کا یہ نتیجہ نکلا کہ میرزا صاحب اور سرکار مین اگست سنہ ۵۷ ع سے جنوری سنہ ۵۸ ع تك مراسلت نہوسکی.

عریضــہ نمبر ۷ مین مـیرزا صـاحب اس ترکِ مراسلت کا شکوہ کرتے ہوے لکھتــے ھین :

«در زمان چیرہ دستی کورنمکان سپاہ روسیاہ سر رشتۂ یام از ہم گسست. ناچار بفرستادن نامہ بر رساندن نامہ و پیام صورت بست. درین روزگار، کہ فرمان داوران دادگر روائی و سلسلۂ آمد شد نامہ رسائی یافت، نامہ در یام روان داشتہ شد، و نا رسیدن پاسخ آنرا چنان پنداشتہ شــد، کہ مگر آن نیایشنامہ نرسیدہ باشد، یا فرط احتیاط مانع تحریر جواب گردیدہ باشــد.... بہ نگاشتن این نامہ زحمت اوقات ملازمان ازان رو روا داشتہ ام، کہ اگر نفرستادن نامہ محض از روی احتیاط است هویدا گردد، کہ در عنایت تفریط و در رعایت افراط است.» (۱)

میرزا صــاحب کی مالی پریشانی اور تقرر وظیفہ.

میرزا صاحب کو خزانۂ کلکٹری سے ساڑھے باسٹھ روپیہ ماھوار پنشن ملا کرتی تھی جسے غدر کے بعد تعلقِ قلعہ کے سبب سے گورنمنٹ نے مسدود کردیا. امن کے بعــد میرزا صاحب نے بیگناھی ظاهر کی، لیکن عرصہ تك شنوائی نہوئی. غــدر سے قبل نواب فردوس مکان وقتاً فوقتاً عطیات بھیجتے رھتے تھــے. چنانچہ میرزا صاحب نے خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کو ان عطیات کے بارے مین لکھا ھے :

---

(۱) مکاتیب، ص ۱۱ و ۱٤

«نواب یوسف علیخان بہادر والی رامپور، که میری آشنای قدیم هین، اس سال ... میری شاگرد هوی . ناظم اونکو تخلص دیا گیا . بیس پچیس غزلین اردو کی بهیجتی . مین اصلاح دیکر بهیجدیتا . گاه گاه کچهه روپیه اودهر سی آتا رهتا . » (١)

لیکن ایام غدر مین وه بهی امداد نکرسکے . بعد غدر متعدد بار دو سو ڈهائی سو روپیے نقد عطا کیے . مگر میرزا صاحب کو اوقات بسر کرنے کیلئے ماهوار امداد کی ضرورت تهی . لهذا انهون نے « یوسف رامپور » کے حضور مین ماهانه پرورش کی درخواست ارسال کی . سوء اتفاق سے مثل مین یه درخواست موجود نهین . البته عریضه نمبر ١٣ مورخهٔ ١٨ اپریل سنه ٥٩ ع مین ایك حسن طلب پر مشتمل نیازنامه کا ذکر هے . فرماتے هین :

«امی نیازنامه مین کچهه حسن طلب بهی تها . افسوس که ایسا خط ضروری نه پهنچی . » (٢)

چونکه اول الذکر عریضه سرکار کو موصول نهوا ، اور دوسرے مین اوس حسن طلب کی تصریح نه تهی ، اسلئے مجبوراً ١٠ جولائی سنه ٥٩ ع کو میرزا صاحب نے ایك اور عریضه ارسال کیا . امثال مین یه عریضه بهی موجود نهین هے . لیکن سرکار کے جوابی فرمان مورخهٔ ١٤ ذیحجه سنه ١٢٧٥ ه مطابق ١٦ جولائی سنه ٥٩ ع سے اسکے مضمون پر روشنی پڑتی هے . سرکار نے ارشاد فرمایا هے :

«... سامی صحیفهٔ تلطف آگین مورخه دسوین اس مهینے جولائی سنه حال کا بیچ عین انتظار کے غازه آرائی چهرهٔ وصول نشاط شمول کا هوا ، اور اوپر مراتب مرقومه کے مطلع کیا . اور ان غزلون کی اصلاح سی مخلص کو کمال مسرت هوئی . اور بنظر آپکی زیرباری کے اس مهینه جولائی سی سو روپیه مهینا مقرر کیا گیا . اور دفتر مین نام آپکا مندرج کیا گیا . هر مهینه تنخواه مقرره پهونچیگی . یقین هو که آپ بهی ممول کمال محبت مین فرماوینگی . ....»

اس فرمان سے معلوم هوتا هے که اوس زمانه مین میرزا صاحب نے کسی وجه سے مراسلت کم کردی تهی ، مگر سرکار اونکے خط کے منتظر تهے . جب ١٠ جولائی کے عریضه مین اونهون نے اپنی زیرباری کا ذکر کیا ، تو سرکار نے از راه پرورش سو روپیه ماهوار تنخواه مقرر فرمادی . سرکار کا روبکار تقرر

(١) اردوی معلی ، ص ٢٨٣ و عوذ ، ص ١٣٦ (٢) مکاتیب ص ١٩

وظیفـه ۱٦ جولائی کو صـادر هوا ، اور میرزا صـاحب کو پہلی تنخواہ کی هنـڈوی ۲۸ ذیحجه سـنه ۷۵ ه مطابق ۳۱ جولائی سـنه ۵۹ ع کو روانا کیگئی.

اپریل سـنه ٦۰ ع مین میرزا صاحب نے میر مہدی مجروح کو جو خط لـکھا هے اوس مین بهی جولائی سنه ۵۹ ع سے تنخواہ جاری هونیکا ذکر هے. فرماتے هین :

«قرارداد یه هی که نوابصاحب جولائی سنه ۱۸۵۹ سی ، که جسکو یه دسوان مہینا هی ، سو روپیه مجهی ماه بماه بهیجتی هین .» (۱)

هنڈوی بهیجنی کا طریقه

چونکه میرزا صاحب رامپور مین فروکش نه تهـے ، اسلئے اونہین هر مہینے کی دسوین بارهوین تاریخ تك سو روپیـه کی هنـڈوی سرکار کے گرامی نامـه کیساتھ ملفوف بهیجی جاتی تهی . بعض عرایض مین میرزا صاحب نے لـکها هے که پہلی دوسری تاریخ تك روپیـــه بهیجدیا جایا کرے . سرکار نے اسکو منظور بهی فرما لیا هے ، اور دفتر کو حکم بهی هو گیا هے ، لیکن بالعموم ان تاریخون کے بعد هی روپیه روانا کیا گیا . میرزا صاحب کے مکتوب مورخهٔ ۳۰ جولائی سنه ٦۵ ع بنام میان داد خان سیاح سے معلوم هوتا هے ، که سرکار میرزا صاحب سے روپیه کی رسید نہین لیتے تهـے . میرزا صاحب لـکهتـے هین :

«ایك قرن ۱۲ برس سی فردوس مکان نواب یوسف علیخان والی رامپور اپنی اشعار میری پاس بهیجتی تهی ، اور سو روپیه مہینا ماه بماه بسبیل هنڈوی بهجواتی تهی . اوس مغفور کی اندازه دانی دیکهی که مجهسی کبهی اوس روپیـه کی رسید نہین لی . اپنی خط مین هنـڈوی بهیجا کرتی . مین خط کا جواب لکهہ بهیجتا . اس ماهانه کی علاوه کبهی دو سو کبهی ڈهائی سو بهیجتی رهتی . فتنه و فساد کی دنون مین قلعه کی آمد مفقود . انگـریزی پنسن مسدود . یه بزرگوار وجـه مقرری ماه بماه اور فتوح گاه گاه بهیجتا رها ، تب میری اور میری متوسلون کی زیست هوئی .» (۲)

اس مکتوب مین رسید سے میرزا صاحب کی مراد باضابطه رسید هوگی . ورنه سرکار کے هر فرمان مین روپیه کی وصولیابی سے مطلع کرنے کی خواهش اور میرزا صاحب کے تمام ماهانه عرایض مین روپیه کی رسید کی اطلاع درج هے .

(۱) اردوی معلی ، ص ۱٦۲ و ۵٤ (۲) اردوی معلی ، ص ۱٦

مولانا مہر کا قیاس

میرزا صاحب کی تنخواہ کے تقرر کے سلسلہ مین مولانا مہر فرماتے ھین :

«غدر کے بعد جب قلعہ کی تنخواہ جاتی رھی، اور خاندانی پنشن بند ھوگئی، تو غالب نے ایک فارسی قصیدہ نواب یوسف علیخان کے پاس بھیجا، جس مین گہری دوستانہ روابط کا ذکر کرتے ھوے نوابصاحب کے تغافل کا شکوہ کیا گیا تھا. ...... اس قصیدہ پر نواب یوسف علی خان مرحوم نے سو روپیہ ماھوار کا وظیفہ غالب کیلئے مقرر فرمادیا، جو ماہ بماہ نواب صاحب خود غالب کو بھیجدیتے تھے.» (۱)

لیکن مجھے مولانا کی رای سے اتفاق نہین. اسلئے کہ اس قصیدہ مین میرزا صاحب نے سرکار سے ترکِ مراسلت کا شکوہ کیا ھے. اگر یہ قصیدہ سنہ ۵۹ ع کا لکھا ھوا ھوتا تو شکوہ نادرست تھا. کیونکہ سرکار کا وہ فرمان، جو اطلاعِ تقررِ وظیفہ کے سلسلہ مین میرزا صاحب کو لکھا گیا تھا، سرکار کیطرف سے شکوۂ ترکِ مراسلت پر مشتمل ھے. دوسرے اسلئے کہ اس مین میرزا صاحب نے گورنمنٹ کیطرف سے بریلی کا علاقہ عطا ھونے کی مبارکباد تحریر کی ھے. یہ علاقہ پرگنۂ کاشی پور ضلعِ مرادآباد عطا کردۂ اپریل سنہ ۶۰ ع کے عوض مین سرکار کو ملا تھا. اگر میرزا صاحب کا قصیدہ سنہ ۵۹ ع کا ھوتا تو اوس مین توقیعِ بریلی کا مذکور نہونا چاھئے تھا.

مولانا مہر کے اس قیاس کی وجہ خود اونکے الفاظ سے یہ معلوم ھوتی ھے، کہ اس مین میرزا صاحب نے اپنی تنخواہ کے تقرر کی درخواست کی ھے. اگر قصیدہ تقررِ تنخواہ کے بعد لکھا گیا ھوتا، تو اس مین عنایت کا شکریہ ادا کیا جاتا. مولانا کے الفاظ یہ ھین :

«اسکے بعد نواب صاحب کو توقیع بریلی کی مبارکباد دیتے ھین اور فرماتے ھین کہ مین مفتی یا قاضی یا شحنہ یا عامل کے عہدے کا طلبگار نہین، بلکہ صرف یہ چاھتا ھون کہ میرا حصہ مجھے ماہ بماہ پہنچتا رھے.» (۲)

حالانکہ اس قصیدہ مین میرزا صاحب نے صرف سالانہ امداد کی درخواست

(۱) غالب، ص ۱۴۱ (۲) ایضاً، ص ۱۴۲

کی ہے جو تقررِ تنخواہ کے بعـــد بھی ہوسکتی تھی ۔ اسلئے اس کو تقررِ تنخواہ کی بنا قرار دینا مناسب نہین ۔ میرزا صاحب کا قصیدہ حسب ذیل ہے:

«چون نیست مرا شربت آبی ز تو حاصل — دانم که تو دریائی و من سبزهٔ ساحل
در بادیه بر گور غریبان ز چه سوزد — آن شمع فروزان که بود در خور محفل
زان خسرو خوبان چه قدر چشم وفا بود — صد حیف که شد نقش امیدم همه باطل
افسانهٔ غم گر بسرایم نبود عیب — با دوست که پیوسته همی برد غم از دل
میگویم و همدم زندم طعنه که «تن زن — چون می ندهد داد ، ز فریاد چـه حاصل ؟»
از طعنه شدم خسته دل و از ره تیمار — دل گفت که هان شیوهٔ عشاق فروهل
تا کس نبرد ظن که بشاهد بودم روی — حاشا که حکایت کنم از لیلی و محمل
شاهد بود آن دوست که اندر غزل او را — خوانند ستمگارهٔ و خونخوارهٔ و قاتل
من نالم ازان دوست که در عالم انصاف — شایان بودش گویم اگر خسرو عادل
او خسرو خوبان بود و بنده گدایش — او قلزم و عمـان بود و من خس سـاحل
گر خواجه همانست و گر دوست همانست — مائیم و یقینی که بوحدت شـده کامل
خود هرچه سرودم همه با اوست کزین پیش — امیدگهم بود بهر وادی و منزل
یا رب چه شد اینك که نگیرد خبر از من — بربسته برویم در ارسال رسائل
ای «یوسف» ثانی که بود در همه عالم — مشتاق جمال تو ، چـه دیوانه چـه عاقل
گر نام تو در بحر نگنجید زبان نیست — شـد نام نظیر تو و هم نام تو داخل
تا نزد تو چون آیم و دور از تو چه سـازم — ماندن ز تو دشوار و رسیدن بتو مشکل
ای کاش بکوی تو چنین روی نمودی — زیسان که فرو رفته مرا پای درین گل
چونست که گاهی نکنی روی بدین سوی — از چیست که هرگز ندهی وایه به سائل
گر جان دهم از غصه تو دانی که بگیتی — حرفی غلط از صفحهٔ هستی شـده زائل
خواهی که مرا بنگری از دور بفرمای — تا نزد تو آرند یکی طائر بسمل
از صنعت استاد ازل دان که ز هر سوی — چون قبله نما سوی تو ام سـاخته مائل
«غالب» بسخن نام من آمد ازل آورد — دانی که درین شیوه نیم عامی و جاهل
در فن سخن دم مزن از عرفی و طالب — این آیهٔ خاصست که بر من شده نازل
من گنجم و گردون به گل اندوه درم را — می بین ، در گنج ارچـه کشودن شده مشکل
خود در خور ویرانه بود گنج گران‌مند — غم نیست گر آبادی دهلی شده زائل
هاروت فسون نفس گرم چه داند — اعجـاز ز دهلی بود و سحر ز بابل
آنرا که صریر قلمم هوش رباید — دیگر نبرد ذوق ز آواز عنادل
توقیع «بریلی» بتو فرخنده که من نیز — بستم بفره مندی خویش از کرمت دل
حاشا که ستانم رقم قاضی و مفتی — حاشا که پذیرم عمل شحنهٔ و عامل

بفرست خردمند کسان را بحکومت — در جیب گدا ریز قلیلی ز مداخل
هر سال ازان شهر بمن وایه روان دار — کز بهر همین گشته در اقطاع تو شامل
امید که لب تشنگی من نه پسندی — زان رشحه که بر صفحه فشانی ز انامل
امید که بپذیری و بر من نکنی قهر — نپزیرم اگر معذرت فرط مشاغل
امید که آن شیوه نورزی که نگویم — کز درد دلم فارغ و از من شده غافل
ای رای تو در روشنی از مهر فزون تر — ای روی تو در حسن دو چند از مه کامل
تا مهر بیك سال کند دائره را دور — تا ماه بیك ماه کند قطع منازل
باشی بسپهر شرف آن ماه که باشد — در نور به خرشید جهانتاب مقابل » (۱)

اصلاح مین تاخیر

میرزا صاحب کی طرف سے نواب فردوس مکان کے کلام پر اصلاح دینے مین تاخیر بھی ھو جاتی تھی. چنانچه متعدد فرامین مین تعجیل کا تقاضا اور بعض مین تاخیر کا شکوه نظر آتا ھے. اس کا سبب میرزا صاحب کی علالت طبع تھی. ۲۰ نومبر سنه ٦١ ع کے ایك مکتوب بنام میان داد خان سیاح مین میرزا صاحب نے لکھا ھے:

«اندنون ضعف دماغ، دوران سر مین ایسا مبتلا هون که والی رامپور کا بھی بہت سا کلام یونہی دھرا ھوا ھی، دیکھنے کی بھی نوبت نہین آئی. تمهاری بھیجی ھوئی غزلین سب محفوظ دھری ھوئی ھین. خاطر جمع رکھو. جب نوابصاحب کی غزلین دیکھونگا، تو یه بھی دیکھی جائینگی.» (۲)

ایکبار تفته کے کلام پر اصلاح دینے مین دیر ھوئی. اونہون نے تقاضائی خط لکھا. اسپر ١٤ اکتوبر سنه ٦٢ ع کو میرزا صاحب نے تحریر فرمایا ھے:

«بھائی! تم سچ کہتے ھو که بہت مسودے اصلاح کیواسطے فراھم ھوے ھین. مگر یه نه سمجھنا که تمهاری ھی قصائد پڑی ھین. نوابصاحب کی غزلین بھی اسیطرح دھری ھوئی ھین. برسات کا حال تمھین بھی معلوم ھی .... اب نجات ھوئی ھی. نوابصاحب کی غزلین اور تمهاری قصائد دیکھی جائینگی. .... مین ناتوان بہت ھوگیا ھون. گویا صاحب فراش ھون. کوئی شخص نیا تکلف کی ملاقات کا آجائے تو اوٹھ بیٹھتا ھون. ورنه پڑا رھتا ھون. لیٹے لیٹے خط لکھتا ھون. لیٹے لیٹے مسودات دیکھتا ھون. الله! الله! الله!» (۳)

اس جواب پر ایك ماه گزر گیا، لیکن هنوز تفته کو اصلاح شده قصائد نه ملے. اونہون نے پھر شکایت آمیز خط لکھا. اسکے جواب مین ۲۷ نومبر سنه ٦٢ ع

---

(۱) کلیات نظم فارسی، ص ۳۲۷ طبع لکھنو سنه ۱۸٦۳ع (۲) اردوی معلی، ص ۲۷ (۳) ایضاً، ص ٩٤

کو میرزا صاحب نے معذرت کرتے ہوئے نوابصاحب کی غزلون پر اصلاح ندینے کا پھر ذکر کیا. فرماتے ہین :

«مرزا تفتہ ! جو کچھ تمنے لکھا یہ بیدردی ہے اور بدگمانی. معاذ اللہ ! تم سے اور آزردگی، مجکو اسپر ناز ہے کہ مین ہندوستان مین ایک دوست صادق الولا رکھتا ہون، جسکا ہرگوپال نام اور تفتہ تخلص ہے .... بھائی مجھ مین کچھ اب باقی نہین ہے. برسات کی مصیبت گزر گئی، لیکن بڑھاپے کی شدت بڑھگئی. تمام دن پڑا رہتا ہون. بیٹھ نہین سکتا. اکثر لیٹے لیٹے لکھتا ہون ... لالہ بالمکند بیصبر کا ایک پارسل ہے کہ اوسکو بہت دن ہوے، آجتک سرنامہ بھی نہین کھولا. نوابصاحب کی دس پندرہ غزلین پڑی ہوئی ہین.

ضعف نے غالب نکما کردیا ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے » (۱)

مگر وظیفہ جاری

لیکن اس تاخیر کے باوجود نواب فردوس مکان وظیفہ برابر دیتے رہے. حتی کہ ایکبار میرزا صاحب نے اصلاح سے انکار کردیا. اسپر بھی سرکار نے از راہِ قدردانی وظیفہ بند نکیا. سرکار کی اس مہربانی و پرورش کا ایک خط مین میرزا صاحب نے ذکر کیا ہے. واقعہ یہ درپیش آیا کہ ایکبار تفتہ کے کلام پر اصلاح دینے مین دیر ہوئی. اونہون نے تقاضا کیا. میرزا صاحب نے عذرِ ضعف کیا، جسے تفتہ نے باور نکیا. اسپر میرزا صاحب نے تحریر فرمایا :

«میرا عجب حال ہے. حیران ہون کہ تمہین میرا کلام کیون باور نہین آتا. ... سامعہ مرگیا تھا اب باصرہ بھی ضعیف ہوگیا. ... رئیس رامپور سو روپیہ مہینا دیتے ہین. سال گزشتہ اونکو لکھ بھیجا کہ اصلاح نظم حواس کا کام ہے، اور مین اپنے مین حواس نہین پاتا. متوقع ہون کہ اس خدمت سے معاف رہون. جو کچھ مجھے آپ کی سرکار سے ملتا ہے، عوض خدمات سابقہ مین شمار کیجئے، تو مین سکھ لہر سہی، ورنہ خیرات خوار سہی. اور اگر یہ عطیہ بشرط خدمت ہے تو جو آپکی مرضی ہے وہی میری قسمت ہے. برس دن سے اونکا کلام نہین آتا. فتوح مقرری نومبر تک آئی. اب دیکھیے آگے کیا ہوتا ہے. آجتک نوابصاحب از راہ جوانمردی دیے جاتے ہین.» (۲)

یہ خط میرزا صاحب نے ۱٤ رجب کو لکھا ہے. اسکے آخر مین سنہ درج نہین، لیکن قیاس یہ چاہتا ہے کہ سنہ ۱۲۸۱ ھ مطابق ۱٤ دسمبر سنہ ۱۸٦٤ ع

(۱) اردوی معلی، ص ۹۹ و ۱۰۰ (۲) ایضاً، ص ٦۳ و ٦٤

تاریخ کتابت ہوگی. اسلئے کہ اس مین میرزا صاحب نے نومبر کی تنخواہ موصول ہونے کی اطلاع دی ہے. لہذا خط لکھتے وقت دسمبر کا مہینا ہونا چاہیے. اور جیسا کہ خود میرزا صاحب کے عریضہ نمبر ۳۹ سے، جو اسی ماہِ نومبر کی تنخواہ کی رسید ہے، معلوم ہوتا ہے، رجب اور دسمبر سنہ ۱۲۸۱ ھ مین ایکساتھ آئے تھے. اور اتفاق یہ کہ دونون مہینون کا آغاز بھی ایك دن ہوا تھا.

اس خط مین میرزا صاحب نے اوس عریضہ کا مضمون دوہرایا ہے جو نواب فردوس مکان کی خدمت مین ارسال کیا تھا. وہ عریضہ فائل مین موجود نہین. لیکن امثلہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ میرزا صاحب کا یہ ارشاد کہ «برسدن سے اونکا کلام نہین آتا» حقیقی عذر ہے. کیونکہ اس ایکسال کے عرصہ مین، جو کم از کم دسمبر سنہ ۶۳ ع سے دسمبر سنہ ۶٤ ع تك پھیلا ہوا ہے، نواب فردوس مکان نے تقریباً ہر ماہ خط بھیجا ہے. لیکن کسی مین اشعار کے ارسال کی اطلاع یا مرسلہ کلام کی واپسی کا تقاضا درج نہین ہے. اونکا آخری کلام وہ واسوخت تھا جو میرزا صاحب نے آخرِ اکتوبر سنہ ۶۳ ع مین واپس بھیجا اور یہان ۲۹ اکتوبر سنہ مذکور مطابق ۱۵ جمادی الثانیہ سنہ ۸۱ ھ کو موصول ہوا. اسکے بعد اکتوبر سنہ ۶٤ ع کے آخر یا نومبر کے آغاز مین سرکار سرطان کے عارضہ مین مبتلا ہوگئے، اور غالباً سنہ ۶۵ ع کے شروع مین محرم سنہ ۸۲ ھ کی مجالس کے لئے صرف ایك سلام لکھکر بھیج سکے، جو اونکے انتقال کے بعد میرزا صاحب نے نواب خلد آشیان کی خدمت مین واپس ارسال کیا. (۱)

رامپور کا پہلا سفر، اور سرکار کی تین دعوتنامے

نواب فردوس مکان کو میرزا صاحب کا شاگرد ہوے چند ماہ گزرے تھے کہ ہنگامۂ غدر برپا ہوگیا، اور کچھ عرصہ تك باہم مراسلت

(۱) مکاتیب، ص ۵۱

بند رهی . لیکن مملکتِ هند مین امن و امان قائم هو تے هی سرکار نے میرزا صاحب کو رامپور تشریف لانے کی دعوت دی . نوابصاحب کا پہلا دعوتنامه مثل مین موجود نہین . لیکن مکتوب بنام صاحبزاده سید زین العابدین خان بہادر مورخۂ ۲۵ مارچ سنه ۵۸ ع مین میرزا صاحب نے اپنے رامپور نآنیکے وجوه تحریر کیئے هین . اسلئے یقیناً پہلی دعوت ابتدای سال سنه ۵۸ ع مین دیگئی هوگی . خود میرزا صاحب کے الفاظ «بعدِ فتح دهلی وه همیشه میرے مقدم کے خواهان رهتے تھے . مین عذر کرتا تها» سے بهی یہی ثابت هوتا هے .
۲۵ نومبر سنه مذکور کو سرکار نے پهر تحریر فرمایا :

«مشفقا ! جوکه مخلص کو اشتیاق معانقه اور مکالمه آپ کا بدرجۂ کمال هی ، اور اب تشریف آوری آپ کی اسجگه مناسب هی ، اسواسطی حواله خامۂ محبت نگار کی هوتا هی ، که آپ دیدار فایض الانوار اپنی سی مخلص کو مسرور فرمائیے .» (۱)

اس کے بعد ۱۳ ماهِ اپریل سنه ۵۹ ع کو سه باره تحریر فرمایا :

«حال تشریف آوری آپ کا اسطرف کو ابهی تك سامعه نواز نہین هوا . اور دل صفامنزل مشتاق اور منتظر دریافت سرور ملاقات کا هی . اسواسطی حواله خامۂ اتحاد نگار کی هوتا هی ، که آپ براه عنایت کی نوید تشریف فرمائی اس سمت سی ، که کبتك ممکن الوقوع هی ، مطلع اور مطمئن فرمائیے .» (۲)

میرزا صاحب کا عذر

میرزا صاحب مطلعِ سیاست صاف هوجانیکے بعد اپنی انگریزی پنشن کے اجرا کی سعی مین مصروف تھے . حکامِ انگریزی کی معدلت گستری و انصاف پژوهی کے بدل معترف تھے ، اور اپنے آپ کو جرمِ بیوفائی و غداری سے قطعاً بری پاتے تھے ، اسلئے حکام کی هر دفتری حرکت اونکی امید کو پیامِ کامیابی نظر آتی تهی . وه روزانه اس یقین کیساتھ بیدار هوتے ، که آج پنشن کی اجرا کا حکم هوجائیگا ، اور مین شام تك اپنے قرضه کے بار سے سبك دوش هو سکونگا . بسا اوقات اون سے یه موهوم خوشی ضبط نہوسکی هے ، اور احباب کو کامیابی کی منزل قریب آجانے کی اطلاعین تك دیدی هین .(۳)

---

(۱) مکاتیب ، ص ۱۶ ، حاشیه نمبر ۱ (۲) ایضاً ، ص ۱۹ ، حاشیه نمبر ۱
(۳) اردوی معلی اور عود مین اس مضمون کی متعدد خطوط موجود هین .

ایسی حالت مین کسطرح ممکن تھا کہ وہ دلی سے باہر چلے جاتے. چنانچہ یہی امروز و فردا دلی چھوڑ کر رامپور آنے سے مانع رہے، اور انہون نے ہر دعوت نامہ کے جواب مین یہی عذر کیا کہ پنشن کے وصول کا زمانہ قریب آگیا ہے. اسکو ادھورا چھوڑ کر نہین آسکتا. اس سلسلہ مین صاحبزادہ سید زین العابدین خان بہادر کو تحریر کرتے ہین:

«جناب نوابصاحب میری محسن اور میری قدردان اور میری امیدگاہ ہین. مین اگر رامپور نآؤنگا تو کہان جاؤنگا. یہ جو آپ کہتی ہین کہ تجکو آنی مین تردد کیا ہی، تردد کچھ نہین توقف ہی. وجہ توقف کی یہ کہ مین نی اپنی پنسن کی باب مین چیف کمشنر بہادر کو درخواست دی تھی. وہان سی صاحب کمشنر شہر کی وہ درخواست حوالہ ہوئی. صاحب کمشنر دہلی نی صاحب کالکٹر شہر سی کیفیت طلب کی ہی. .... بہر حال صاحب کمشنر شہر کیفیت صاحب کلکٹر سی طلب کر کر چیف کمشنر کیساتھ پنجاب کو گئی ہین. دیکھی کب آوین، اور بعد ملاحظۂ کیفیت کیا حکم دین. مگر تا صدور حکم مین یہان سی کہین جا نہین سکتا. ہان بعد ملنی حکم کی، خواہی دلخواہ ہو خواہی مخالف مدعا، دونون صورت مین رامپور آؤنگا.» (۱)

نواب فردوس مکان کے دعوتنامہ مورخۂ ۲۵ نومبر سنہ ۵۸ع کے جواب مین اسی عذر کا اعادہ کیا ہے. تحریر کرتے ہین:

«میری حاضر ہونی کو جو ارشاد ہوتا ہی، مین وہان نہ آؤنگا، تو اور کہان جاؤنگا. پنسن کی وصول کا زمانہ قریب آیا ہی. اسکو ملتوی چھوڑکر کیونکر چلا آؤن. سنا جاتا ہی اور یقین بھی آتا ہی کہ جنوری آغاز سال ۵۹ عیسوی مین یہ قصہ انجام پائی. جسکو روپیہ ملنا ہی اوسکو روپیہ، جسکو جواب ملنا ہی اوسکو جواب ملجائی.» (۲)

لیکن میرزا صاحب کے علی الرغم جنوری سنہ ۵۹ع بھی بیگانہوار گزر گیا، تو انہون نے اپنی صادق الاعتقادی مین اور وسعت دے لی، اور جب سرکار نے ۱۳ ماہِ اپریل سنہ مذکور کو تیسری بار آمدِ رامپور کی دعوت دی تو اسکے جواب مین لکھا:

«پہلی خط مین یہ عرض کیا ہی، کہ مجموع پنسنداروں کی مثل مرتب ہی، اور ہنوز صدر کو روانا نہین ہوئی. نواب گورنر جنرل لاڑد کیننگ بہادر نی کلکتہ سی میری پنسن کی کواغذ طلب کیئی، اور وہ کاغذ فہرست مین سی الگ ہوکر لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کی خدمت مین ارسال ہوئی. وہان سی کلکتہ کو بھیجی جائین گی. پھر وہان سی حکم منظوری پنجاب

---

(۱) مکاتیب، ص ۱۰۹ (۲) ایضاً، ص ۱٦

ہوتا ہوا یہان آئیگا ، اور یہان مجکو روپیہ ملجائیگا . آج روپیہ ملا ، کل مین نی آپ سی سواری اور باربرداری مانگی . آج سواری اور باربرداری پہنچی ، اور کل مین نی رامپور کی راہ لی .» (۱)

چوتھی دعوت

آخرِکار سال ۵۹ ع بھی ختم ہونے کے قریب آ گیا ، مگر پنشن کا معاملہ ہنوز لیت و لعل مین پڑا رہا. سرکار نے ۱٦ دسمبر سنہ ۵۹ ع کو پھر ارقام فرمایا:

«سابق مین چند مرتبہ در باب تشریف فرمائی یہان کی متکلف ہوا ہون. لیکن ابتک آپنی سرور ملاقات بہجت آیات سی مسرور نہین فرمایا . اب لازم اشفاق کا یہ ہی کہ آپ تشریف شریف باسرع ازمنہ ارزانی فرماوین ، اور مخلص کو مشکور الطاف کا کرین .» (۲)

میرزا صاحب اس عرصہ مین نواب فردوس مکان کے اخلاص و اعانت کے بدل معترف ہوچکے تھے ، اور یہ عزم کر کے ، کہ مقدمۂ پنشن کے منفصل ہوتے ہی رامپور روانا ہوجائینگے ، یوسف مرزا کو لکھا تھا :

«مین تو پنسن کی باب مین حکم اخیر سن لون . پھر رامپور چلا جاؤنگا . جمادی الاول سی ذی الحجہ تك ۸ مہینی ، اور پھر محرم سی سنہ ۱۲۷۷ سال شروع ہوگا . اس سال کی دو چار حد دس گیارہ مہینی غرض کہ اونیس بیس مہینی ہر طرح بسر کرنی ہین . اسمین رنج و راحت و ذلت و عزت جو مقسوم مین ہی وہ پہنچ جائی . اور پھر «علی علی» کہتا ہوا ملك عدم کو چلا جاؤن . جسم رامپور مین اور روح عالم نور مین . یاعلی ! یاعلی ! یاعلی ! .» (۳)

میرزا صاحب کا عزم سفر اور اوسکا مقصد

جب آغازِ سنہ ۱۸٦۰ ع مین گورنمنٹ نے مقدمۂ پنشن کا فیصلہ میرزا صاحب کی خواہش اور امید کے خلاف صادر کیا ، تو انہون نے حسبِ وعدہ سفرِ رامپور کی تیاری کی . اس سلسلہ مین خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کو لکھتے ہین :

«بعد فتح دھلی وہ (نواب فردوس مکان) ہمیشہ میری مقدم کی خواہان رہتی تھی . مین عذر کرتا تھا . جب جنوری سنہ ۱۸٦۰ مین گورمنٹ سی وہ جواب پایا ، کہ جو اوپر لکھ آیا ہون ، تو مین آخر جنوری مین رامپور گیا .» (٤)

نواب فردوس مکان ایامِ غدر مین گورنمنٹ کے وفادار اور معاون رہے تھے ،

(۱) مکاتیب ، ص ۱۹ (۲) ایضاً ، ص ۲۵ ، حاشیہ نمبر ۱ (۳) اردوی معلی ، ص ۳٤۵
(٤) ایضاً ، ص ۲۸۳

بنا برین برٹش حکام کی نظر مین اونکی بڑی عزت و وقعت تھی. میرزا صاحب سے بھی اونکے تعلقات بیحد پرخلوص تھے. اسلئے مقدمہ خلاف فیصل ہونیکے بعد میرزا صاحب نے مناسب جانا کہ رامپور جائین اور سرکار سے زبانی عرض کرین کہ اپنے توسط سے گورنمنٹ سے میرے معاملہ کو صاف فرمادیجے. منشی شیو نراین اکبرآبادی کو ۳ مارچ سنہ ٦۰ ع کو رامپور سے لکھا ھے:

«مین حسب الطلب نوابصاحب کی دوستانہ یہان آیا ہون، اور اپنی صفائی گورمنٹ سی بذریعہ انکی چاہتا ہون. دیکھون کیا ہوتا ھی.» (۱)

اسکے علاوہ ایک اور واقعہ، جو قیامِ رامپور کے زمانہ مین پیش آیا، اس امر پر شاھد ھے کہ سفرِ رامپور سے میرزا صاحب کا مقصد «گورنمنٹ سے اپنی صفائی» تھی. ١٤ فروری سنۂ مذکورہ کو حکیم غلام نجف خان کو اس واقعہ کے متعلق تحریر کیا ھے:

«یہان کا یہ حال ھی کہ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر آگرہ مرادآباد آیا چاہتی ہین. مراد آباد یہان سی بارہ کوس ھی. نوابصاحب دوری کو اپنی ملک کی گئی ہین. دو چار دن مین پھر آئینگی. اگر اونکی ملاقات کو مراد آباد جائینگی، مین بھی ساتھ جاؤنگا. اگرچہ گورنر غرب و شمال کو دلی سی کچھ علاقہ نہین، مگر دیکھون کیا گفتگو درمیان آتی ھی.» (۲)

اگر میرزا صاحب کے پیشِ نظر گورنمنٹ سے صفائی نہوتی تو یہ جانتے ہوے کہ یو-پی کے گورنر کو دلی سے کچھ واسطہ نہین سرکار کیساتھ مرادآباد جانیکا تہیا نکرتے.

دلی سی روانگی

میرزا صاحب نے ارادہ کیا کہ آخرِ جمادی الثانیہ مین دلی روانا ہون، اور رجب المرجب کا چاند رامپور آکر دیکھین. حسین مرزا صاحب کو سہ شنبہ ۳۱ دسمبر سنہ ۵۹ ع کو لکھتے ہین:

«رامپور زندگی مین میرا مسکن اور بعد مرگ میرا مدفن ہولیا. جب تم لکھتی ہو کہ «للہ تم وہان جاؤ!» تو مجکو ہنسی آتی ھو. مین یقین کرتا ہون کہ ہلال ماہ رجب المرجب رامپور مین دیکھون.» (۳)

(۱) اردوی معلی، ص ۳۸۰ (۲) ایضاً، ص ۲۲۹ (۳) ایضاً، ص ۳۲۹

اس خط کی تحریر سے ۱۹ دن کے بعد میرزا صاحب دلی سے روانا ہوے۔ دلی سے روانگی کی تاریخ کا ذکر متعدد خطوط مین پایا جاتا ہے۔ مثلاً خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کو مجملاً لکھدیا ہے کہ

«جب جنوری سنہ ۱۸٦۰ مین گورمنٹ سے وہ جواب پایا کہ جو اوپر لکھ آیا ہون تو مین آخر جنوری مین رامپور گیا۔» (۱)

رامپور سے واپس جاکر منشی شیونراین کو مہینے کیساتھ تاریخ بھی لکھی ہے۔ فرماتے ہین:

«۱۹ یا ۲۰ جنوری سنہ ۱۸٦۰ کتاب اور دونون عرضیان ولایت کو روانہ کرکے رامپور گیا ہون۔» (۲)

لیکن آخرِ عمر مین میرزا صاحب کا حافظہ خراب ہوگیا تھا، اسلئے اونہین صحیح تاریخ یاد نہین رہی۔ در اصل وہ ۱۹ جنوری سنہ ٦۰ ع کو دلی سے روانا ہوے تھے۔ چنانچہ ۲۱ جنوری کو میرٹھ پہنچکر مرزا تفتہ کو لکھا ہے:

«بھائی! مین نے دلی کو چھوڑا، اور رامپور کو چلا۔ پنجشنبہ ۱۹ کو مرادنگر اور جمعہ ۲۰ کو میرٹھ پہنچا۔ آج شنبہ ۲۱ کو بھائی مصطفی خان کی کوٹھی سے مقام کیا۔ یہان سے یہ خط تمکو لکھکر بھیجا۔ کل شاہجہان پور پرسون گڈھ مکتیشر رہونگا۔ پھر مرادآباد ہوتا ہوا رامپور جاؤنگا۔» (۳)

اسی تاریخ کو حکیم غلام نجف خان کو لکھتے ہین:

«میان! مین تم سے رخصت ہوکر اوسدن مراد نگر مین رہا۔ دوسری دن، یعنی جمعہ کو، میرٹھ پہنچا۔ نواب مصطفی خان نے ایکدن رکھ لیا۔ آج شنبہ ۲۱ جنوری یہان مقام ہے۔ نو بج گئے ہین۔ بیٹھا ہوا یہ خط لکھ رہا ہون۔ مفت کا کھانا ہے۔ خوب پیٹ بھرکر کھاؤن گا۔ کل شاہجہانپور، پرسون گڈھ مکتیشر، رہونگا۔ مرادآباد سے پھر تمکو خط لکھونگا۔» (٤)

ان تمام تحریرون سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعرات کے دن صبح کیوقت ۱۹ جنوری سنہ ٦۰ ع کو میرزا صاحب دلی سے روانا ہوے۔

اخفای حال

روانگی سے پہلے میرزا صاحب نے کسی مصلحت کے ماتحت مختلف اصحاب سے مختلف مقامات کے سفر کا اظہار کیا تھا۔ لیکن میرٹھ پہنچکر اخفا

(۱) اردوی معلی، ص ۲۸۳ (۲) ایضاً، ص ۲۸۲ (۳) ایضاً، ص ۸٦ (٤) ایضاً، ص ۲۳۲

کی ضرورت نه سمجهی ، اور وهین سے حکیم غلام نجف خان کو لکها :

« هان بهائی! مین از روی مصلحت اپنی کو مقامات مختلف کا عازم که آیا هون. اب جو شخص تم سے پوچها کری اوس سے پرده نکرنا اور صاف کهدینا که رامپور کو گیا هو . یعنی سب کو معلوم هو جائی ، اور کوئی تذبذب مین نرهی . » (۱)

اس مکتوب مین میرزا صاحب نے اوس مصلحت کو ظاهر نهین کیا ، جو مقام سفر کے اخفا کی بنا تهی . لیکن قیاس یه چاهتا هے که کسی سیاسی مصلحت سے ایسا کیا هوگا . جو کم از کم یه هوسکتی هے که اوسوقت تك گورنمنٹ نے میرزا صاحب کی بریت تسلیم نهین کی تهی ، اور انهین غدر کے بعد سفر کا پهلا اتفاق تها ، اسلئے یه خطره لاحق هوا هوگا که کهین رامپور جانے سے روك ندیا جاؤن ، یا یه که کوئی حاسد سرکار کو یه نه لکهدے که میرزا صاحب گورنمنٹ کی نظر مین ابهی مشتبه هین ، انهین اپنی ریاست مین نه آنے دیجے .

منازل سفر

۱۹ جنوری کی صبح کو دلی سے روانا هو کر میرزا صاحب نے شام کو مرادنگر مین قیام کیا . دوسرے دن جمعه کو میرٹه پهنچے . وهان ایکدن نواب مصطفی خان بهادر شیفته کے هان ٹهر کر اتوار کو شاهجهانپور اور پیر کو گڑه مکٹیسر مین اوترے . یهان سے مرادآباد تك کی منازل کا پته نهین ، جو منگل اور بدھ دو دن مین طے کیگئی هونگی . لیکن یه یقینی هے که آخری منزل مرادآباد تهی . یه تمام تفصیل مرزا تفته اور حکیم غلام نجف خان کے نام کے مکاتیب مین ابهی گزر چکی هے .

رفقای سفر

اس سفر مین زین‌العابدین خان عارف مرحوم کے دونون لڑکے ، باقر علیخان اور حسین علیخان ، عنایت الله خادم ، اور ایك دو اور ملازم میرزا صاحب کے همرکاب تهے . لڑکون کا ذکر متعدد خطوط مین کیا گیا هے . یهان صرف اوس خط کا اقتباس کافی هوگا ، جس مین تمام همراهیون

(۱) اردوی معلی ، ص ۲۳۳

کا ذکر ہے ۔ میرزا صاحب حکیم غلام نجف خان کے خط کے آخر مین لکھتے ہین :

« لڑکی بھی تندرست ۔ آدمی بھی توانا ۔ مگر ہان ایك عنایت‌الله دو دن سی کچھ بیمار ھی ۔ خیر اچھا ہوجائیگا ۔ » (۱)

ورود رامپور کی تاریخ

غالباً میرزا صاحب جمعرات کے دن مرادآباد پہنچے ، اور وهان رات کو آرام کرکے دوسرے دن جمعه کو رامپور وارد ہوے ۔ جمعه ۳ فروری کو رامپور سے حکیم غلام نجف خان کو لکھتے ہین :

« آج تك ، که جمعه آٹھوان دن میری پہنچنی کو ھی ، کچھ کلام نہین ہوا ۔ » (۲)

اس سے صرف اسقدر معلوم ہوتا ہے ، که میرزا صاحب جمعه کے دن رامپور پہنچے ۔ لیکن مرزا تفته اور حکیم غلام نجف خان کو میرٹھ سے جو خطوط لکھے ہین اون مین میرزا صاحب نے جمعه کو ۲۰ اور شنبه کو ۲۱ جنوری تاریخ تحریر کی ہے ۔ اس حساب سے جس جمعه کو میرزا صاحب نے سر زمینِ رامپور پر قدم رکھا ، ۲۷ جنوری سنه ٦٠ع تاریخِ انگریزی ہونی چاہیے ۔

قیامگاہ

رامپور پہنچکر میرزا صاحب نے سرکار کی خاص کوٹھی مین قیام کیا ۔ لیکن لڑکے میرزا صاحب کیساتھ آئے تھے ، اسلئے یہان چار دن گزارنے کے بعد از رویِ احتیاط جداگانه مکان کی خواهش کی ۔ سرکار نے ایك مکان ، جو تین چار حویلیون پر مشتمل تھا ، قیام کیلئے عطا فرمایا ۔ میرزا صاحب نے تفته کے پته کے استفسار پر جو خط لکھا ہے اوس مین فرماتے ہین :

« پہلی یه تو بتاؤ که رامپور مین مجھی کون نہین جانتا ۔ کہان مولوی وجیه الزمان صاحب کہان مین ۔ اونکا مسکن میری مسکن سی دور ۔ پھر در دولت رئیس کہان اور مین کہان ۔ چار دن والی شہر نے اپنی کوٹھی مین اوتارا ۔ مین نے مکان جداگانه مانگا ۔ دو تین حویلیان برابر برابر مجکو عطا ہوئین ۔ اب اس مین رہتا ہون ۔ بحسب اتفاق ڈاك گھر مسکن کے پاس ھی ۔ ڈاك منشی آشنا ہوگیا ھی ۔ برابر دلی سی خط چلے آتے ہین ۔ صرف رامپور کا نام اور میرا نام ۔ محله کی اور

(۱) اردوی معلی ، ص ۲۲۹ (۲) ایضاً ، ص ۲۲۸

عرف کی حاجت نہین ۔ بلکہ در دولت اور مولویصاحب کی نشان سی شاید خط تلف ہوجائے ۔» (۱)

حکیم غلام نجف خان کو لکھا ہے :

«مکان کا پتہ ضرور نہین ۔ ڈاک گھر میری گھر کی پاس ۔ ڈاک منشی میرا آشنا ۔ ..... ایک مکان ، کہ وہ تین چار مکانون پر مشتمل ہی ، رہنے کو ملا ہی ۔» (۲)

میر مہدی کو تحریر کیا ہے :

«تمہارا خط پہنچا ۔ تردد عبث ۔ میرا مکان ڈاک گھر کی قریب اور ڈاک منشی میرا دوست ہی ۔» (۳)

مکان کی تحقیق

حقیر عرشی نے بزرگانِ شہر سے تحقیق کی کہ اوس زمانہ مین ڈاکخانہ کس محلہ مین تھا، تو معلوم ہوا کہ محلۂ راجدوارہ کی اوس شاہراہ پر، جو خاص باغ پیلس کو جاتی ہے، مولوی محمد یحیی صاحب وکیل کے مکان مین ڈاکخانہ واقع تھا، اور میرزا صاحب نے اوسکے متصل مکان مین قیام کیا تھا۔ اس مکان مین آجکل ایک آہنگر مقیم ہے۔ چونکہ یہ مکان اردو ادب کے نیرِ رخشان کا فرودگاہ رہچکا ہے، اسلئے عالیمرتبت صاحب چیف منسٹر بہادر کے حسب الحکم اسپر پتھر کا کتبہ لگایا جا رہا ہے۔

مہمانداری

میرزا صاحب کیلئے ابتداءً سرکاری باورچیخانہ سے کھانا آتا رہا۔ چنانچہ حکیم غلام نجف خان کو لکھتے ہین :

«کھانا دونون وقت سرکار سی آتا ہی ، اور وہ سب کو کافی ہوتا ہی ۔ غذا میری بھی خلاف طبع نہین ۔» (۲)

میر مہدی کے خط مین بھی سرکاری مہمانداری کا ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہین :

«یہان کا حال سبطرح خوب ہی ، اور صحت مرغوب ہی ۔ اسوقت تک مہمان ہون ۔» (۳)

لیکن چند دن کے بعد کھانے کے سو روپیہ ماہوار مقرر کردیے گئے۔ دلی جا کر میرزا صاحب نے میر مہدی کو لکھا ہے :

«اب جو مین وہان گیا تو سو روپیہ مہینا بنام دعوت اور دیا ۔ یعنی رامپور رہون تو دو سو روپیہ مہینا پاؤن ، اور دلی رہون تو سو روپیہ ۔» (٤)

(۱) اردوی معلی، لاہور ایڈیشن ، ص ۳۷۱ (۲) ایضاً ، ص ۲۲۸
(۳) ایضاً ، ص ۱٦۹ (٤) ایضاً، ص ۱٦۲

آب و ہوای رامپور

رامپور کی آب و ہوا میرزا صاحب کے مزاج کے موافق ثابت ہوئی. آمدِ رامپور کے ۸ دن بعد حکیم غلام نجف خان کو لکھا ھے:

«پانی کا شکر کس منہ سے ادا کرون. ایک دریا ھے کوسی. سبحان اللہ! اتنا میٹھا پانی کہ پینے والا گمان کرے کہ یہ پھیکا شربت صاف ھے. سبک، گوارا، ھاضم، سریع النفوذ. اس آٹھ دن مین قبض وانقباض کے صدمے سے محفوظ ھون. صبح کو بھوک خوب لگتی ھے. لڑکے بھی تندرست. آدمی بھی توانا. مگر ھان ایک عنایت اللہ دو دن سے کچھ بیمار ھے. خیر اچھا ھوجائیگا.» (۱)

رامپور ھی سے میر مہــدی مجروح کو تحریر کیا ھے:

«یہ رامپور ھے. دارالسرور ھے. جو لطف یہان ھے وہ اور کہان ھے. پانی سبحان اللہ! شہر سے تین سو قدم پر ایک دریا ھے، اور کوسی اوسکا نام ھے. بے شبہ چشمۂ آب حیات کی کوئی سوت اوس مین ملی ھے. خیر اگر یون بھی ھے، تو بھائی آب حیات عمر بڑھاتا ھے. اتنا شیرین کہان ھوگا.» (۲)

ملاقات اور تعظیم و توقیر

نواب فردوس مکان کا اخلاق میرزا صاحب کی امید کے مطابق ثابت ھوا. سرکار نے بر وقتِ ملاقات احباب کیطرح معانقہ کیا، اور احباب مین تعظیم وتوقیر کی جو رسم ھے اوسکو ملحوظ رکھا. میرزا صاحب نے خود نذر پیش کرنے کے عوض دونون لڑکون سے نذر دلوائی. سرکار کے اس برتاؤ کے بارے مین میرزا صاحب میر مہدی مجروح کو لکھتے ھین:

«تعظیم وتوقیر مین کوئی دقیقہ فروگزاشت نہین ھے.» (۳)

بعد ازان دلی جاکر لکھا ھے:

«ملاقات بھی دوستانہ رھی. معانقہ وتعظیم جسطرح احباب مین رسم ھے. وہ صورت ملاقات کی ھے. لڑکون سے مین نے نذر دلوادی تھی. بس.» (۳)

اسی سلسلہ مین رامپور سے حکیم غلام نجف خان کو تحریر کیا ھے:

«اب میرا حال سنو. تعظیم وتوقیر بہت. ملاقاتین تین ھوئی ھین.» (۱)

ابھی گفتگو نہین ھوئی

اگرچہ نواب فردوس مکان نے جولائی سنہ ۵۹ع سے میرزا صاحب کو سو

(۱) اردوی معلی، ص ۲۲۸ (۲) ایضاً، ص ۱۶۹ (۳) ایضاً، ص ۱۶۲

روپیه ماهوار بطور امداد عطا فرمانا شروع کردیـے تهـے، جو انهین بذریعۂ هنڈوی ماه بمـاه ارسال هوا کرتے، لیکن جب میرزا صاحب رامپور تشریف لائے، اور چند روز تك خدمت اور معاوضه کے بارـے مین سرکار سے بالمشافهه گفتگو نهین هوئی، تو انهین مختلف خطرات پیدا هوئے. خدمت اور در ماهه کے خطره کو حکیم غلام نجف کے نام کے مکتوب مین اسطرح ظاهر کیا هے:

«هنوز کچھ گفتگو درمیان نهین آئی. مین خود اون سی ابتـدا نکرونگا. وه بهی مجهسی بالمشافهه نه کهین گی. مگر بواسطـۂ کارپردازان سرکار دیکهون کیا کهتی هین، اور کیا مقرر کرتی هین.» (۱)

یه خط ۳ فروری کو لـکها گیا تها. اسکے بعد ١٤ فروری کو پهر لـکهتـے هین:

«یهان کا رنگ نوابصاحب کی آنی پر جو هوگا، اورجو قرار پائیگا، وه مفصل تمکو لـکهونگا.» (۲)

میر مهـدی مجروح کو بهی دبـے الفـاظ مین لـکها هے:

«اسوقت تك مهمان هون. دیکهون کیـا هوتا هی.» (۳)

رامپور کی اقامت کے خطره کو مرزا تفته کے خط مین ظاهر کیا هے. فرماتے هین:

«دوسری بات جو تم نی لـکهی هی وه بهی مطابق واقع و مناسب حال نهین. اگر اقامت قرار پائی تو تمکو بلالونگا.» (٤)

١٤ فروری کو مرزا تفتـه کے خط کے جواب مین پهر لـکها هے:

«میری جان! آخر لڑکی هو. بات کو نه سمجهی. مین اور تفته کا اپنی پاس هونا غنیمت نجانون. مین نی یه لـکها تهـا که بشرط اقامت بلالونگا. اور پهر لکهتا هون که اگر میری اقامت یهـان کی ٹهیری تو بی تمهاری نرهونگا. نه رهونگا. زنهـار نرهونگا.» (٥)

سـه باره یکم مارچ کو تحریر کرتے هین:

«بالفعل نواب لفٹنٹ گورنر بهادر مراد آباد اور وهان سی رامپور آئین گی. بعد اونکی جانیکی کوئی طور اقامت یا عدم اقامت کا ٹهریگا. منظور مجکو یه هی که اگر یهان رهنا هوا تو فوراً تمکو بلالونگا.» (٦)

تعین خـدمت و اقامت

لیکن معلوم هوتا هے که آخر کار یهی طے پایا که میرزا صـاحب رامپور کی اقامت اختـیار کرنے پر مجبور نهین هین. جهان مزاج چاهے رهین. سرکار

(۱) اردوی معلی، ص ۲۲۸ (۲) ایضاً، ص ۲۳۰ (۳) ایضاً، ص ۱٦۹
(٤) ایضاً، لاهور ایڈیشن، ص ۳۷۲ (٥) ایضاً، ص ۷۳ (٦) ایضاً، ص ۸٦

کے کلام پر اصلاح دیدیا کرین. البـــتہ رامپور آ کر رھینگے تو دعوت کے سو روپیے ماھوار مزید عطا ھونگے، اور دلی رھینگے تو صرف سو روپیہ تنخواہ ملیگی. اس تصفیہ کے متعلق میرزا صاحب نے میر مہدی مجروح کو لکھا ھے:

«قرار داد یہ ھو کہ نوابصاحب جولائی سنہ ۱۸۵۹ سی، کہ جسکو یہ دسوان مہینا ھی، سو روپیہ مجھی ماہ بماہ بھیجتی ھین. اب جو مین وھان گیا، تو سو روپیہ مہینا بنام دعوت اور دیا، یعنی رامپور رھون تو دو سو روپیہ مہینا پاؤن، اور دلی رھون تو سو روپیہ. بھائی سو دو سو مین کلام نہین. کلام اس مین ھو کہ نوابصاحب دوستانہ و شاگردانہ دیتی ھین. ... بہر حال غنیمت ھو. رزق کی اچھی طرح ملنی کا شکر چاھئی. کمی کا شکوہ کیا.» (۱)

مرزا تفتــہ کو تحریر کیا ھے:

«وہ سو روپیہ مہینا یہان رھون وھان رھون خدا کی ھان سی میرا مقرر ھو.» (۲)

قاضی عبـدالجمیل صاحب بریلوی کو بھی یہی لکھا ھے کہ

«حق تعالی والی رامپور کو صد و سی سال سلامت رکھی. اونکا عطیہ ماہ بماہ مجکو پہنچتا ھی، کرم گستری اور استاد پروری کر رھی ھین. میری رنج سفر اوٹھانی کی اور رامپور جانیکی حاجت نہین.» (۳)

نواب علاءالدین احمد خان بہادر علائی کو قدرے تفصیل سے لکھتے ھین:

«واہ کیا کہنا ھی. رامپور کی علاقہ کو گاؤشنگ اور مجکو بیل، یا اوس پیوند کی طعنہ کو تازیانہ اور مجکو گھوڑا بنایا. وہ علاقہ اور وہ پیوند لوھارو کی سفر کا مانع و مزاحم کیون ھو. رئیس کیطرف سی بطریق وکیل محکمۂ کمشنری مین معین نہین ھون. جسطرح امرا واسطی فقرا کی وجہ معاش مقرر کردیتی ھین اسیطرح اس سرکار سی میریواسطی مقرر ھی. ھان فقیر سی دعای خیر اور مجھ سی اصلاح نظم مطلوب ھی. چاھون دلی رھون چاھون اکبرآباد. چاھون لاھور چاھون لوھارو.» (٤)

لڑکون کی شرارت

رامپور کی آب و ھوا کی موافقتِ مزاج اور سرکار کی تعظیم و توقیر کے باعث میرزا صاحب زیادہ عرصہ قیام کرنا چاھتے تھــے. لیکن باقر علیخان اور حسین علیخان سـاتھ تھـــے. میرزا صاحب نے انکا دل بہلنے کے خیال سے طفلانہ کھیل کود کے تمام لوازمات مہیا کردیئے تھــے. اسپر بھی یہ برابر انکے

(۱) اردوی معلی، ص ۱٦۲ (۲) ایضاً، ص ۵٤ (۳) ایضاً، ص ۲۱۱
(٤) ایضاً، ص ٤۰۳

سکون و آرام مین خلل ڈالتے رہتے تھے ۔ چنانچہ ۱۴ فروری کو میرزا صاحب حکیم غلام نجف خان کو لکھتے ھین :

« لڑکے دونون اچھی طرح مین ۔ کبھی میرا دل بہلاتے ھین ۔ کبھی مجکو ستاتے ھین ۔ بکریان ، کبوتر ، بٹیرین ، تکل ، کنکوا سب سامان درست ھے ۔ » (۱)

اپنے ارادۂ قیام اور انکی شرارت کے متعلق یوسف مرزا صاحب کو تحریر کرتے ھین :

« مجکو لڑکون نے بہت تنگ کیا ۔ ورنہ چند روز اور رامپور مین رهتا ۔ » (۲)

میر مہدی مجروح کو لکھا ھے :

« لڑکون کو ساتھ لیگیا تھا ۔ وھان اونھون نے میرا ناک مین دم کردیا ۔ تنہا بھیجدینے مین وھم آیا ، کہ خدا جانے اگر کوئی امر حادث ھو تو بدنامی عمر بھر رھے ۔ اس سبب سے جلد چلا آیا ۔ ورنہ گرمی برسات وھان کاٹتا ۔ اب بشرط حیات جریدہ بعد برسات جاؤنگا ، اور بہت دنون تک یہان نہ آؤنگا ۔ » (۳)

دلی کو واپسی

لڑکون کی شرارت سے تنگ آکر میرزا صاحب نے برسات تک کے ارادۂ قیام رامپور کو فسخ کردیا ۔ سرکار نے ھرچند روکا اور آمون کا لالچ دیا ، لیکن میرزا صاحب نہ روکے اور آخر مارچ مطابق آخر شعبان مین دلی کو روانا ھوگئے ۔ رامپور سے روانگی کی تاریخ بھی میرزا صاحب نے متعدد خطوط مین تحریر کی ھے ۔ قاضی عبد الجمیل صاحب بریلوی کو لکھتے ھین :

« سال گزشتہ اندنون مین مین رامپور تھا ۔ مارچ سنہ ٦٠ ع مین یہان آگیا ھون ۔ » (٤)

مرزا تفتہ کو لکھتے ھین :

« میان مین جو آخر جنوری کو رامپور جاکر آخر مارچ مین یہان آگیا ھون ، تو کیا کہون کہ یہان کے لوگ میری حق مین کیا کیا کچھ کہتے مین ۔ » (٥)

میر مہدی مجروح کو تحریر کرتے ھین :

« میر مہدی ! تم میری عادات کو بھول گئے ۔ ماہ مبارک رمضان مین کبھی مسجد جامع کی تراویح ناغہ ھوتی ھے ۔ مین اس مہینے مین رامپور کیونکر رهتا ۔ نوابصاحب مانع رھے ، اور بہت منع

(۱) اردوی معلی ، ص ۲۲۹ (۲) ایضاً ، ص ۳٤۹ (۳) ایضاً ، ص ٦١١
(٤) ایضاً ، ص ۲۱۱ ، و عود ، ص ١٦٦ (٥) اردوی معلی ، ص ٥٤

کرتی رهی . برسات کی آمون کا لالچ دیتی رهی . مگر بهائی مین ایسی انداز سی چلا که چاند رات کی دن یہان آپہنچا . یکشنبه کو غرۂ ماه مقدس هوا . » (۱)

میر غلام حسنین قدر بلگرامی کو سه شنبه ۱۳ مارچ سنه ۶۰ ع کو لکھا ھے:

« اب جو خط بهیجیے دلی کو بهیجیے گا ، که مین اس مہینے مین اودهر کو جاؤنگا . رویت ماه صیام اغلب هی که دلی هی مین هو . » (۲)

ان خطوط سے صرف اسقدر معلوم هوتا ھے که میرزا صاحب آخرِ شعبان سنه ۱۲۷٦ ھ مطابق آخرِ مارچ سنه ۱۸٦۰ ع مین رامپور سے روانا هو کر ۳۰ شعبان کو دلی پہنچے ، اور وهان پہنچکر رمضان المقدس کا چاند دیکھا. لیکن انگریزی و ھجری تاریخین ابهی متعین نہین هوئی هین . انگریزی تاریخ کے بارے مین منشی شیونراین کو رامپور سے لکھتے هین :

« اب مین شنبه کی دن ۱۷ مارچ کو دلی روانا هونگا . » (۳)

یوسف مرزا صاحب کو ۹ رمضان مطابق ۲ ماهِ اپریل کو ھجری تاریخ کے متعلق تحریر کیا ھے :

« مین ۲۳ شعبان کو رامپور سی چلا اور ۳۰ شعبان کو دلی پہنچا . اوسی دن چاند هوا . » (٤)

میرزا صاحب نے اس خط مین رمضان کی نوین تاریخ کو اپریل کی دوسری تاریخ کے مطابق لکھا ھے ، اور یه بهی بتایا ھے که اوس سال رمضان کا چاند ۳۰ کا هوا تھا. اس حساب سے ۲۳ شعبان سنه ۱۲۷٦ ھ ۱۷ مارچ سنه ۱۸٦۰ ع کے مطابق ، اور ۳۰ شعبان سنۂ مذکوره ۲٤ مارچ سنه ۶۰ ع کے مطابق هوگی . لہذا میرزا صاحب کی رامپور سے روانگی کی تاریخ ۲۳ شعبان سنه ۷٦ ھ مطابق ۱۷ مارچ سنه ۶۰ ع اور دلی مین ورود کی تاریخ ۳۰ شعبان سنه ۷٦ ھ مطابق ۲٤ مارچ سنه ۶۰ ع قرار پاتی ھے .

کل مدت قیام

میرزا صاحب کے بعض خطوط مین رامپور کے قیام کی کل مدت کا بهی

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۱٦۱ (۲) ایضاً ، ص ٤۰٦ ، لاهور ایڈیشن

(۳) اردوی معلی ، ص ۳۸۰ (٤) ایضاً ، ص ۳٤۸

ذکر آیا ھے. لیکن وہ تخمینی ھے. خواجه غلام غوث خان بہادر بیخبر کو لکھتے ھین:

«مین آخر جنوری مین رامپور گیا. چھه سات ھفته وھان رھکر دلی آیا.» (۱)

مرزا تفته کو لکھتے ھین:

«نواب یوسف علیخان بہادر ... بلاتے رھتے تھے. اب مین گیا. دو مہینے رھکر چلا آیا.» (۲)

نواب علاءالدین احمد خان بہادر علائی کو تحریر فرماتے ھین:

«سال گزشته بیڑی کو زاویهٔ زندان مین چھوڑ مع دونون ھتکڑیون کے بھاگا. میرٹھ، مرادآباد ھوتا ھوا رامپور پہنچا. کچھ دن کم دو مہینے وھان رھا تھا که پھر پکڑا آیا. اب عہد کیا که پھر نه بھاگونگا.» (۳)

ان خطوط مین «چھه سات ھفتے، کچھ دن کم دو مہینے» اور «دو ماه» تین مختلف بیان ملتے ھین. ان مین سے «کچھ دن کم دو مہینے» صحیح ھے، اسلئے که میرزا صاحب ایك ماه بیس یوم رامپور مین رھے تھے.

رامپور مین عدیم الفرصتی

قیام رامپور کے زمانه مین میرزا صاحب اسقدر عدیم الفرصت رھے، که اکثر احباب کے محبت نامون کا بر وقت جواب تك ندیسکے. ایك خط مین اسکی وجه تحریر فرماتے ھین:

«از بسکه یہان کے حضرات مہربانی فرماتے ھین اور ھر وقت آتے ھین، فرصت مشاھدهٔ اوراق نہین ملی.» (٤)

واپسی پر دلی مین چه‌میگوئیان

میرزا صاحب نے دلی سے روانا ھوتے وقت اپنا صحیح ارادهٔ سفر ظاھر نہین کیا تھا. جب یه رامپور سے واپس دلی پہنچے تو حساد نے اس اخفا کا انتقام لیا، اور شہر مین واپسی پر خوب خوب رای زنی کیگئی. میرزا صاحب کو اس رای زنی سے سخت ذھنی اذیت پہنچی، اور اونھون نے شکایت آمیز لہجے مین مرزا تفته کو لکھا:

«میان مین جو آخر جنوری کو رامپور جاکر آخر مارچ مین یہان آگیا ھون تو کیا کہون که

(۱) اردوی معلی، ص ۲۸۳ (۲) ایضاً، ص ٥٤
(۳) ایضاً، ص ٤۰۰، و عود، ص ۷۰ (٤) اردوی معلی، ص ۷۳

ل — الف

یہانکی لوگ میری حق مین کیا کیا کچھ کہتی ہین ۔ ایك گروہ کا قول یہ ہی کہ یہ شخص والی رامپور کا استاد تھا ، اور وہان گیا تھا ۔ اگر نواب نی کچھ سلوك نہ کیا ہوگا تو بھی پانچ چار ہزار روپیہ سی کم ندیا ہوگا ۔ ایك جماعت کہتی ہی کہ نوکری کو گئی تھی مگر نوکر نرکھا ۔ ایك فرقہ کہتا ہی کہ نواب نی نوکر رکھ لیا تھا ۔ دو سو روپیہ مہینا کردیا تھا ۔ لفٹنٹ گورنر الہ‌آباد جو رامپور آئی ، اور اونکو غالب کا وہان ہونا معلوم ہوا ، تو اونھون نی نوابصاحب سی کہا کہ اگر ہماری خوشنودی چاہتی ہو تو اسکو جواب دو ۔ نواب نی برطرف کردیا ۔ » (۱)

یہ تو اربابِ دھلی کی آرا تھین ۔ لیکن انکی نقل کے بعد میرزا صاحب نے تفتہ کو اصلِ حقیقت بتائی ہے ۔ فرماتے ہین :

« یہ تو سب سن لیا ۔ اب تم اصل حقیقت سنو ۔ نواب یوسف علی خان بہادر تیس بتیس برس کی میری دوست اور پانچ چھ برس سی میری شاگرد ہین ۔ آگی گاہ گاہ کچھ بھیجدیا کرتی تھی ۔ اب جولائی سنہ ۱۸۵۹ سی سو روپیہ مہینا ماہ بماہ بھیجتی ہین ۔ بلاتی رہتی تھی ۔ اب مین گیا ۔ دو مہینی رہ کر چلا آیا ۔ بشرط حیات بعد برسات کی پھر جاؤنگا ۔ وہ سو روپیہ مہینا ، یہان رہون وہان رہون ، خدا کی ہان سی میرا مقرر ہی ۔ » (۱)

نواب فردوس مکان کی علالت اور میرزا صاحب کا تردد

ماہِ اکتوبر سنہ ٦٤ ع کے آخر یا نومبر کے آغاز مین نواب فردوس مکان عارضۂ سرطان مین مبتلا ہوے ۔ میرزا صاحب کو کسی ذریعہ سے اسکی اطلاع ملی ، تو انہین اپنے سخی داتا شاگرد کی علالت سے سخت تردد لاحق ہوا ۔ چونکہ نوابصاحب مرزا صاحب کے پورے خاندان کے مربی تھے اسلئے میرزا صاحب کی بی بی اور حسین علیخان بھی پریشانی کا شکار ہونے سے نہ بچے ۔ مگر اسوقت تك میرزا صاحب کو یہ معلوم نہو سکا تھا کہ سرکار کو مرض کیا لاحق ہوا ہے ۔ اس امر کی تحقیق کیلئے اونہون نے ۸ نومبر سنہ ٦٤ع کو انتہائی احتیاط کیساتھ تحریر کیا :

« جب سی حضرت کی ناسازی مزاج مبارك کا حال خارج سی مسموع ہوا ہی ، عالم الغیب گواہ ہی ، کہ مجھپر اور میری بی‌بی پر اور میری فرزند حسین علیخان پر کیا گزر رہی ہی ۔ ایکدن رات میری گھر مین روٹی نہین پکی ۔ سب نی فاقہ کیا ۔ باری وہ خبر وحشت اثر غلط نکلی ۔ حواس ٹھکانی ہوی ۔ بالکل اطمینان جب ہوگا ، کہ آپکی غسل صحت کی نوید سنونگا ،

(۱) اردوی معلی ، ص ٥٤

اور قطعۂ تاریخ غسل صحت لکھکر بھیجونگا . فی الحال اتنا چاھتا ھون کہ اس خط کا جواب پاؤن اور حقیقت مرض سی آگہی حاصل ھو . » (۱)

۱۲ نومبر کو سرکار کا نامۂ مبارك میرزا صاحب کو موصول ھوا . غالباً اوسمین نوعیت و کیفیتِ مرض کا ذکر نہ تھا ، جس سے کسیقدر اطمینان ھوا . لیکن ابھی تشویش رفع نہوئی تھی ، اسلئے اسکے جواب مین ۱۳ نومبر کو میرزا صاحب نے پھر لکھا :

«ابتدای یکم نومبر سی ۱۱ تك عرض نہین کر سکتا کہ لیل و نہار مجھپر کیسی گزری ھین . راہ دور . مین رنجور . معہذا بیمقدور . اگر دلی سی رامپور تك شکرم کی ڈاك جاتی ھوتی ، تو مین یہان ایك دم نہ ٹہرتا ، اور خدمت مین حاضر ھوتا . تار برقی بھی نہین جو صحت و عافیت کی خبر جلد حاصل ھو . نا چار از راہ اضطرار ۸ ماہ حال یعنی نومبر کو عریضہ روانا کیا . خدا کی عنایت اور مرشد کامل یعنی حضرت کی ھدایت نی اوس خط کی جواب آنیکی مدت سی پہلی مجھی گرداب اضطراب سی نکالا . کل ۱۲ نومبر کو نوازشنامہ آگیا . گویا میری جان بچ گئی . بلکہ ایك اور نئی جان میری بدن مین آگئی . اب استدعا یہ ھی کہ حال ناسازی مزاج اقدس مفصل معلوم ھو . » (۲)

اس عریضہ کے جواب مین ۱۹ نومبر کو سرکار نے تحریر فرمایا کہ « پھوڑا نکل آیا تھا ، لیکن اب بحمد اللہ افاقہ ھے » . میرزا صاحب اس خبر سے بیحد مسرور ھوے ، اور ۲۷ نومبر کو اسکے جواب مین لکھا :

«کس زبان سی کہون ، اور کس قلم سی لکھون کہ یہ ھفتہ عشرہ کس تردد وتشویش سی بسر ھوا ھی . ھر روز شام تك جانب در نگران رھتا ، کہ ڈاك کا ھرکارہ آئی ، اور حضرت کا نوازشنامہ لائی . باری خدا کی مہربانی ھوئی ، از سر نو میری زندگانی ھوئی ، کہ کل چار گھڑی رات گئی ڈاك کی ھرکارہ نی وہ عطوفت نامۂ عالی دیا ، جسکو پڑھکر روح تازہ رگ و پی مین دوڑ گئی . نیند کسکی ؟ سونا کسکا ؟ روشنی کی سامنی بیٹھا ، اور اشعار تہنیت لکھنی لگا . سات شعر مع مادۂ حصول صحت جب لکھی لئی تب سویا . » (۳)

غسل صحت کی تہنیت

سرکار کے خط سے صحت و افاقتِ مرض کی اطلاع ملگئی ، لیکن یہ معلوم نہوسکا کہ غسل صحت ھوچکا ھے یا نہین . اور بصورتِ دیگر کونسی تاریخ اس تقریبِ سعید کیلئے مقرر ھوئی ھے . اس تحقیق کیلئے میرزا صاحب

(۱) مکاتیب ، ص ۴۰ (۲) ایضاً ، ص ۴۱ (۳) ایضاً ، ص ۴۲ . قطعۂ تاریخ غسل حاشیۂ صفحۂ مذکور پر درج ھی .

نے منشی سیلچند میر منشی کو ۲۵ دسمبر کو لکھا :

«اگرچہ از روی خطوط حضور صحت و عافیت حضور معلوم ہوتی ہے . لیکن یہ کہین سے نہین سنا کہ غسل صحت کیا ، یا کسدن کرینگے . آپ سے یہ فقیر کا سوال ہے ، کہ مجکو لکھیے کہ حضرت غسل کسدن فرمائینگے . اور اگر موافق میری آرزو کے نہاچکے ہون تو غسل کی تاریخ سے اطلاع دیجیے .» (۱)

میر منشی صاحب نے جواباً لکھا کہ ابھی غسلِ صحت نہین فرمایا ہے . غالباً رمضانِ مبارک مین یہ تقریب عمل مین آئیگی . میرزا صاحب کو ١٤ جنوری سے قبل سرکار کا نامۂ صحت ملچکا تھا . نیز وہ اس عرصہ مین قصیدۂ تہنیت بھی ارسال کرچکے تھے . اسلئے التواءِ تاریخ غسل پر ۱۹ جنوری سنہ ۱۸٦۵ ع کو پھر میر منشی صاحب کو لکھا :

«یہ جو مین نے قصیدۂ تہنیت لکھکر بھیجا ہے ، منشا اسکا یہ ہے کہ شاہ کبیر الدین صاحب رامپور سے آئے ، اور اونھون نے کہا کہ نوابصاحب جمعہ کے دن ساتوین تاریخ شعبان کو نہائینگے . اب تمھاری تحریر سے معلوم ہوا ، کہ ماہ آیندہ یعنی (رمضان) مین نہائینگے . خیر وہ کاغذ تو حضور کی نظر سے گزریگا . اگر موقع پاؤ تو حضور مین یہ ماجرا عرض کردینا کہ مین نے بموجب روایت شاہ کبیر الدین کے اسکے ارسال مین جلدی کی ہے .» (۲)

غسلِ صحت کا جشن ماہِ عید مین منایا جانا تجویز ہوا . لیکن ابھی مرض قدرے باقی تھا ، اور رامپور سے جسقدر سرکاری تحریرین جاتی تھین اون مین مزاج کی کیفیت کا مذکور نہین ہوتا تھا . اسلئے میرزا صاحب نے ١٤ مارچ سنہ ٦۵ ع کو میر منشی صاحب سے پھر استفسار کیا :

«منشی صاحب ! عجب اتفاق ہے کہ حضور اپنے خط مین اپنے مزاج مبارک کا حال کچھ نہین لکھتے ، اور میرا دھیان لگا ہوا ہے . خدا کیواسطے ! تم مفصل حال لکھو کہ کیا عارضہ باقی ہے ، اور صورت کیا ہے . دربار بدستور ہوتا ہے یا نہین ؟» (۳)

میر منشی صاحب کا جواب مثل مین موجود نہین . اسلئے نہین کہا جاسکتا کہ اونھون نے مرض کے متعلق کیا لکھا . لیکن ۲۳ شوال سنہ ۱۲۸۱ ھ مطابق ۲۲ مارچ سنہ ۱۸٦۵ ع کو میرزا صاحب نے اپنا فارسی تہنیت نامہ ارسال کیا ہے ،

(۱) مکاتیب ، ص ۱۱۲ (۲) ایضاً ، ص ۱۱۳ . قصیدۂ تہنیت ص ٤٦ کے حاشیہ مین مندرج ہے .
(۳) ایضاً ، ص ۱۱٤

جو صفحہ ٤٤ تا ٤٧ پر درج ھے۔ اس سے معلوم ھوتا ھے کہ تاریخِ مذکورہ تک میرزا صاحب کو صحت کی اطلاع تھی۔

عود مرض اور وفات

لیکن مادۂ مرض کا بالکلیہ استیصال نہین ہوا تھا۔ کسی معمولی بے احتیاطی نے مادہ کو دو بارہ چھیڑ دیا، اور سرکار پر از سرِ نو مرض کا حملہ ھوگیا۔ یہ حملہ اتنا شدید تھا کہ اطبا مجبور ھوگئے، اور حالت روز بروز خراب ھوتی چلی گئی، تا آنکہ یوم جمعہ ٢٤ ذیقعدہ سنہ ١٢٨١ ھ مطابق ٢١ اپریل سنہ ١٨٦٥ ع کو نواب فردوس مکان رھگرای عالم بقا ھوئے، اور میرزا صاحب کے ھان قیامتِ صغری کا منظر نظر آنے لگا۔

خلد آشیان کی تخت نشینی اور میرزا صاحب کا وظیفہ

نواب فردوس مکان طاب ثراہ کے بعد نواب خلد آشیان نے مسندِ آبائی پر قدم رنجہ فرمایا۔ میرزا صاحب کا تعلق نواب فردوس مکان کی ذات سے تھا، اسلئے دورِ جدید مین اسکے ختم ھو جانیکا خطرہ تھا۔ اس خطرہ کا میرزا صاحب کو احساس ھوا اور اونھون نے فوراً تہنیت نامہ لکھا۔ سوءِ اتفاق سے یہ مکتوب مثل مین موجود نہین۔ لیکن نواب خلد آشیان نے یکم مئی سنہ ٦٥ ع کو اس کے جواب مین تحریر فرمایا:

« مشفقا! آنچہ مشاھرۂ آن کرمفرما از عہد نوابصاحب و قبلہ فردوس مکان مقرر است انشاء اللہ تعالی بدستور جاری ماندہ، حسب ضابطہ بسامی خدمت رسیدہ خواھد ماند۔ » (١)

اس سے معلوم ھوتا ھے کہ میرزا صاحب نے تہنیت کیساتھ اپنے وظیفہ کے متعلق بھی کوئی درخواست کی تھی۔ یہ خواھش معرضِ قبول تک پہنچی، اور وظیفہ بدستور جاری رھا۔ اس سلسلہ مین میرزا صاحب نے ٣٠ جولائی کو میان داد خان سیاح کو لکھا ھے کہ

« اپریل کا روپیہ رئیس حال سے مین نے پایا۔ » (٢)

(١) مکاتیب، ص ٤٩، حاشیہ نمبر ١ (٢) اردوی معلی، ص ١٧

لیکن اس مکتوب سے ۲٤ روز قبل خواجه غلام غوث خان بهادر بیخبر کو قدرے تفصیلاً تحریر فرمایا تھا :

« والی رامپور کو خدا سلامت رکھی . اپریل مئی ان دونون مهینون کا روپیه موافق دستور قدیم آیا . جون ماه گزشته کا روپیه خدا چاهی تو آجائی . آج جمعه ۷ جولائی هی . معمول یه هی که دسوین بارهوین کو رئیس کا خط مع هنڈوی آیا کرتا هی . » (۱)

تهنیت نامه کا امید افزا جواب پا کر میرزا صاحب نے قصیدۂ تهنیت ارسال کیا. یه قصیده بھی مثل مین موجود نهین. لیکن مین نے عودِ هندی سے عریضه نمبر ٤٤ کے حاشیه مین نقل کردیا هے. اس قصیده کی پزیرائی موافقِ امید هوئی، تو میرزا صاحب کو بڑھاپے کی تمام مجبوریون کے باوجود سفرِ رامپور کیلئے آماده هونا پڑا.

نواب خلد آشیان کا دعوتنامه

میرزا صاحب نے اپنے ارادۂ سفر کی اطلاع میرزا داغ کو دی. اونهون نے کسی مناسب موقع پر سرکار کے حضور مین ذکر کیا. سرکار نے ۱۱ جون سنه ٦۵ ع کو قصیده کی وصولیابی کے تذکار کے بعد تحریر فرمایا :

« درینولا زبانی نواب مرزا عزم سامی باین طرف مسموع گشته موجب کمال مسرتهاست، چراکه راقم نیز متمنی ملاقات شریف است. او تعالی شب یلدای فراق را بزودی هرچه تمامتر بایام وصال مبدل گرداند. » (۲)

اس دعوت کے بعد میرزا صاحب نے تقریباً چار ماه توقف کیا. غالباً اسکی وجه یه هوگی که سرکار نے جشنِ تخت نشینی کیلئے دسمبر کا پهلا هفته مقرر فرمایا تھا. میرزا صاحب نے اسی زمانے کو سفر کیلئے زیاده مناسب خیال کیا، لیکن سرکار کے جواب مین یه لکھا، که

« حضرت کی خدمت مین نه آؤنگا تو اور کهان جاؤنگا. وه آگ برس رهی هی که طیور کے پر جل رهی هین. بعد آگ کی پانی برسیگا. سفر خصوصاً بوڑھی رنجور آدمی کو دونون صورت مین متعذر. آفتاب میزان مین آیا، اور هنگامۂ آتش و آب رفع هوا، اور مین نی احرام بیت المعمور رامپور باندھا. انشاء الله العلی العظیم. » (۳)

(۱) اردوی معلی، ص ۲۸۰ (۲) مکاتیب، ص ۵۱، بقیۂ حاشیه. (۳) ایضاً، ص ۵٤

«ہنگامۂ آتش وآب» کے ختم ہوجانیکے انتظار مین میرزا صاحب کو تقریباً چار ماہ توقف کرنا پڑا، اور ماہِ اکتوبر سنہ ۶۵ع مین «احرامِ بیت المعمورِ رامپور» باندھنے کی نوبت آئی۔

سفر کی غرض

میرزا صاحب کے اس سفر کی غرض وغایت نواب فردوس مکان (طاب ثراہ) کے انتقال کی تعزیت اور نواب خلد آشـیان کی مسند نشینی کی تہنیت تھی۔ مولوی عبد الرزاق شاکر کو سفر کی اطلاع دیتے ہوے لکھا ہے:

«قبلہ وکعبہ! فقیر پا در رکاب ہے۔ سہ شنبہ چار شنبہ ان دونون دنون مین سے ایك دن عازم رامپور ہوئیگا۔ تقریب وہان جانے کی رئیس مرحوم کی تعزیت اور رئیس حال کی تہنیت۔ دو چار مہینے وہان رہنا ہوگا۔» (۱)

قاضی عبد الجمیل صاحب بریلوی کو رامپور سے تحریر فرمایا تھا:

«پیر و مرشد! نوابصاحب کا وظیفہ خوار، گویا اس در کا فقیر تکیہ‌دار ہون۔ مسند نشینی کی تہنیت کیواسطے رامپور آیا۔» (۲)

لیکن اس تعزیت و تہنیت کی تہ مین جو غرض پنہان تھی اوسکا اظہار مرزا تفتہ کے خط مین کیا ہے۔ فرماتے ہین:

«مین نثر کی داد اور نظم کا صلہ مانگنے نہین آیا۔ بھیك مانگنے آیا ہون۔»(۳)

تاریخ روانگی

ابتداءً میرزا صاحب کا ارادہ تھا کہ سہ شنبہ یا چار شنبہ ان دونون مین سے ایك دن رامپور روانا ہون گے۔ چنانچہ شاکر کو یہی لکھا بھی تھا۔ لیکن نواب علاء الدین احمد خان بہادر علائی کو یکم اکتوبر سنہ ۶۵ع کو لکھا:

«میان! تم جانتے ہو کہ مین عازم رامپور تھا۔ اسباب مساعد ہوگئے۔ بشرط حیات جمعہ کو روانا ہونگا۔» (٤)

مگر مرزا شہاب الدین خان بہادر کے نام کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ ہفتہ کے دن دو تین گھڑی دن چڑھے دلی سے روانہ ہوے۔ فرماتے ہین:

---

(۱) اردوی معلی، ص ۲۱۶، و عود، ص ۱۶۰۔ موخر الذکر مین «عازم رامپور ہونگا» ہے۔
(۲) ایضاً، ص ۲۰۸، و ایضاً، ص ۱۶۹ (۳) اردوی معلی، ص ۹۸ (٤) ایضاً، ص ۳۹۵

«هفتی کی دن دو تین گھڑی دن چڑھی احباب کو رخصت کرکی راهی هوا . قصد یه تها که پلکنوی رهون . وهان قافلی کی گنجایش نپائی .» (۱)

حکیم غلام نجف خان کو مرادآباد پهنچکر جو خط لکھا هے ، اوس سے معلوم هوتا هے که هفتے کو ماہِ اکتوبر کی ۷ تاریخ تهی . فرماتے هین :

«بدھ کا دن پہر بھر دن چڑھـا هوگا که مین فقط پالکی پر مرادآباد پهنچا . ۱۰ جمـادی الاول کی اور ۱۱ اکتوبر کی هی .» (۲)

حکیم احمـد حسن مودودی کو صراحت سے لکھا هے ، که

«هفتم اکتوبر کو دلی سی رامپور کو روانا هوا .» (۳)

رفقای سفر اور سواری

اس سفر مین میرزا صاحب کے سـاتھ باقر علیخان ، حسین علیخان ، کلو ، نیاز علی اور دو آدمی اور کل ٦ نفوس تهـے . میرزا صاحب نے پالکی مین اور دونون لڑکون نے کبھی رتھ اور کبھی گھوڑون پر راسته طے کیا . بقیـه چار آدمیون اور سامانِ سرمائی کے لئے دو گاڑیان همراه تهـین . حکیم غلام نجف خان کو محولۂ بالا خط مین لکھا هے :

«مین فقط پالکی پر مرادآباد پهنچا ... دونون لڑکی دونون گاڑیان اور رتھ اور آدمی سب پیچھی هین .»

مرزا شهاب‌الدین خان بهادر کے خط مین لکھا هے :

«دونون گھوڑی کوتل آگی ، دونون لڑکی رتھ مین سوار آتی هین .»

آدمیون کے بارے مین رامپور سے روانگی کے وقت مرزا علاءالدین احمد خان بهـادر کو لکھا هے :

«آج صبح کی سات بجی باقر علیخان اور حسین علی ... دلی کو روانا هـوی . دو آدمی میری اونکی ساتھ گئی . کلو اور لڑکا نیاز علی یعنی ڈیڑھ آدمی میری پاس هین .» (٤)

کیفیت و مناظر سفر

میرزا صاحب نے دلی سے رامپور تك ٦ منزلین طے کی تهین . حکیم احمد حسن مودودی کو تحریر فرمایا هے :

«رامپور کی سرکار کا فقیر تکیه‌دار روزینه خوار هون . رئیس حال نی مسند نشینی کا جشن کیا .

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۲۹۲ (۲) ایضاً ، ص ۲۳۳ (۳) ایضاً ، ص ۲٤۳ (٤) ایضاً ، ص ۳٤۹

دعاگوی دولت کو در دولت پر جانا واجب ہوا۔ ہفتم اکتوبر کو دلی سی رامپور کو روانا ہوا۔ بعد قطع منازل ستہ وہان پہنچا۔» (۱)

مرزا شہاب الدین خان بہادر کو ان منازل کی تفصیل بتاتے ہوے تحریر فرماتے ہین:

«غازی‌آباد کا حال شمشاد علی سی سنا ہوگا۔ ہفتی کی دن دو تین گھڑی دن چڑھی احباب کو رخصت کرکی راہی ہوا۔ قصد یہ تھا کہ پلکھوی رہون۔ وہان قافلی کی گنجایش نپائی۔ ہاپوڑ کو روانا ہوا۔ دونون برخوردار گھوڑون پر سوار پہلی چلدیی۔ چار گھڑی دن رہی مین ہاپوڑ کی سرای مین پہنچا۔ دونون بھائیون کو بیٹھی ہوی اور گھوڑون کو ٹہلتی ہوی پایا۔ گھڑی بھر دن رہی قافلہ آیا۔ ... آج مین نی تمھاری والد کی نصیحت پر عمل کیا۔ چار بجی پانچ کی عمل مین ہاپوڑ سی چلدیا۔ سورج نکلی بابوگڈہ کی سرای مین آپہنچا۔ چار پائی بچھائی۔ اوسپر بچھونا بچھاکر حقہ پی رہا ہون، اور یہ خط لکھرہا ہون۔ دونون گھوڑی کوتل آگی دونون لڑکی رتھ مین سوار آتی ہین۔ اب وہ آئی اور کھانا کھالیا اور چلی۔» (۲)

حکیم غلام نجف خان کو ہاپوڑ سے مرادآباد پہنچکر لکھا ہے:

«بدھ کا دن پہر بھر دن چڑھا ہوگا کہ مین فقط پالکی پر مرادآباد پہنچا۔ ۱۰ جمادی الاول کی اور ۱۱ اکتوبر کی ہی۔ دونون لڑکی دونون گاڑیان اور رتھ اور آدمی سب پیچھی ہین۔ اب آئی جاتی ہین۔ رات بخیر گزری۔ بشرط حیات کل رامپور پہنچ جائینگی۔ گھبرایا ہوا ہون۔ تیسرا دن ہی پاخانہ پھری کو۔» (۳)

مناظرِ سفر کے متعلق حکیم غلام رضا خان کو تحریر کرتے ہین:

«تم سی رخصت ہوکر اور تمھین خدا کو سونپ کر روانۂ رامپور ہوا۔ موسم اچھا تھا۔ گرمی گزر گئی تھی۔ جاڑا ابھی چمکا نہ تھا۔ عالم اعتدال آب و ہوا۔ سایہ و سرچشمہ جا بجا۔ آرام سی رامپور پہنچا۔» (٤)

توشۂ راہ

ہاپوڑ کی سرائے مین میرزا صاحب نے اپنے واسطے چھٹانک بھر گھی مین دو شامی کباب تلوائے۔ لڑکون نے ارھر کی کھچڑی تیار کرائی، اور خوب گھی ڈالکر خود بھی کھائی، اور آدمیون کو بھی کھلائی۔ دوسرے دن کیلئے سادہ سالن بغیر ترکاری کا پکوایا۔

منزل پر پہنچکر حسین علیخان پاپڑ اور مٹھائی کے کھلونے خرید لاتے

(۱) اردوی معلی، ص ۲۴۳ (۲) ایضاً، ص ۲۹۲ (۳) ایضاً، ص ۲۳۳ (٤) ایضاً، ص ٤٥۲

اور باقر علیخان کے ساتھ بیٹھکر کھا لیتے۔ مرزا شہاب الدین خان بہادر کے خط مین مرزا صاحب نے لکھا ہے:

«مین نے چھٹانک بھر گھی داغ کیا۔ دو شامی کباب اوس مین ڈالدیے۔ رات ہوگئی تھی۔ شراب پی لی۔ کباب کھائے۔ لڑکون نے ادھر کی کھچڑی پکوائی۔ خوب گھی ڈالکر آپ بھی کھائی، اور سب آدمیون کو بھی کھلائی۔ دن کیواسطے سادہ سالن پکوایا۔ ترکاری نہ ڈلوائی۔ باری آجتک دونون بھائیون مین موافقت ہے۔ آپس کی صلاح و مشورت سے کام کرتے ہین۔ اتنی بات زائد ہے کہ حسین علی منزل پر اوتر کر پاپڑ اور مٹھائی کے کھلونے خرید لاتا ہے۔ دونون بھائی ملکر کھا لیتے ہین۔» (۱)

ناسازی طبیعت

راستہ کی تکان اور اوقاتِ غذا مین اختلال ہوجانے کے باعث میرزا صاحب کو قبض کی شکایت ہوگئی تھی۔ حکیم غلام نجف خانصاحب کو مرادآباد سے تحریر کیا ہے:

«بدھ کا دن پہر بھر دن چڑھا ہوگا کہ مین فقط پالکی پر مرادآباد پہنچا ... رات بخیر گزری۔ بشرط حیات کل رامپور پہنچ جاؤنگی۔ گھبرایا ہوا ہون، تیسرا دن ہے پاخانہ پھرے کو۔» (۲)

تاریخ ورود رامپور

آخر کار چھ منزلین طے کرکے میرزا صاحب جمعرات کےدن ۱۲ اکتوبر سنہ ۶۵ ع کو رامپور تشریف لائے۔ قاضی عبد الجمیل صاحب بریلوی کو رامپور سے تحریر فرمایا ہے:

«۱۲ اکتوبر کو یہان پہنچا۔ بشرط حیات آخر دسمبر تک دہلی جاؤنگا۔» (۳)

حکیم غلام نجف خان کے محولۂ بالا خط مین بھی، جو ۱۱ اکتوبر کو مرادآباد سے لکھا تھا، یہی تحریر کیا ہے کہ کل یعنی بارا اکتوبر کو رامپور پہنچ جاؤنگا۔ حکیم سید احمد حسن صاحب مودودی کے نام کے خط سے بھی یہی تاریخ مستنبط ہے۔ فرماتے ہین:

«ہفتم اکتوبر کو دلی سے رامپور کو روانہ ہوا۔ بعد قطع منازل ستہ وہان پہنچا۔» (٤)

---

(۱) اردوی معلی، ص ۲۹۲
(۲) ایضاً، ص ۲۳۳
(۳) ایضاً، ص ۲۰۸، و عود، ص ۱۶۹
(٤) اردوی معلی، ص ۲٤۳

نواب خلد آشیان کی تواضع

نواب خلد آشیان نے میرزا صاحب کی بیحد تواضع اور مدارات کی۔ قیام کیلئے جرنیلی کی کوٹھی عطا ہوئی[1]، اور باورچیخانۂ سرکاری سے دونون وقت کھانا مقرر ہوا۔ حکیم غلام نجف خان نے اپنے خط مین کھانے کے متعلق تشویش کا اظہار کیا تھا۔ اس سلسلہ مین میرزا صاحب نے اونہین لکھا ہے:

«صبح شنبہ ۲۱ اکتوبر سنہ ۱۸٦۵ ع۔ اقبالنشان عضد الدولہ حکیم غلام نجف خان کو غالب علیشاہ کی دعا پہنچی۔ تمھاری خط سی معلوم ہوا کہ تمکو میری کھانی پینی کی طرف سی تشویش ہی۔ خدا کی قسم لا مین یہان خوش اور تندرست ہون۔ دن کا کھانا ایسی وقت آتا ہی کہ پہر دن چڑھی تک میری آدمی بھی روٹی کھا چکتی ہین۔ شام کا کھانا بھی سویری آتا ہی۔ کئی طرح کی سالن، پلاؤ، متنجن، پسندی، دونون وقت روٹیان خمیری، چپاتیان، مربی، آچار۔ مین بھی خوش اڑکی بھی خوش۔ کالو اچھا ہوگیا ہی۔ سقا، مشعلچی، خاکروب سرکار سی متعین ہی۔ حجام اور دھوبی نوکر رکھ لیا ہی۔» (۲)

۲٤ اکتوبر کو میرزا صاحب نے پھر حکیم صاحب کو خط لکھا۔ اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عرصہ مین سرکار نے کھانے اور جانورون کے گھاس دانے کی نقدی مقرر فرما دی تھی۔ فرماتے ہین:

«آج منگل کا دن ٤ جمادی الثانی کی اور ۲٤ اکتوبر کی ہی۔ کھانی کی اور گھوڑون اور بیلون کی گھاس دانی کی نقدی ہوگئی۔ لیکن اس مین میرا فائدہ ہی، نقصان نہین۔» (۳)

تعظیم و توقیر اور اخلاص

نواب خلد آشیان قدردانیِ علم و ہنر مین اپنے والدِ مرحوم کے سچے جانشین تھے۔ اونہون نے میرزا صاحب کی تعظیم و توقیر اور خاطر و مدارات کا بیحد لحاظ کیا۔ میرزا صاحب ۲۱ اکتوبر کو حکیم صاحب کو لکھتے ہین:

«آجتک دو ملاقاتین ہوئی ہین۔ تعظیم، تواضع، اخلاق، کسی بات مین کمی نہین۔» (۲)

سرکار کا التفات روز بروز زیادہ ہونے لگا تو میرزا صاحب نے ۲٤ ماہِ مذکور کو پھر حکیم صاحب کو تحریر کیا:

(۱) یہ عمارت قلعۂ معلی کی مشرقی دروازہ کی باہر واقع تھی۔ نواب سید محمد حامد علیخان بہادر جنت مکان نی قلعۂ معلی کی قدیم عمارتین منہدم کراکی نئی عمارات تعمیر کرنی وقت بعد ترمیم مناسب قلعہ کی اندر داخل کر لیا ہی۔ آجکل یہ عمارت مہمان خانہ کا کام دیتی ہی۔

(۲) اردوی معلی، ص ۲۱۹ و ۲۲۰ (۳) ایضاً، ص ۲۲۳

«اب روداد سنو. نوابصاحب کا اخلاص و التفات روز افزون ھی.» (۱)

اوس بات کی کچھ اصل نہین

رامپور کے سفر سے قبل میرزا صاحب نے کوئی ایسی بات سنی تھی، جو انکے تعلقِ ریاست کیلئے خطرناك تھی. یہان آکر نوابصاحب کے التفات و اخلاص نے اوسکی تغلیط کردی. میرزا صاحب اپنی بیوی سے اس خطرہ کا ذکر کرچکے تھے. اسلئے اونکی پریشانی رفع کرنے کے خیال سے حکیم صاحب کے خط کے آخر مین اونکے صاحبزادہ کو مخاطب کرتے ہوے تحریر کیا ھے:

«ظہیرالدین خان بہادر کو دعا پہنچی. یہ خط لیکر تم اپنی دادی صاحب پاس جاؤ. اور یہ خط پڑھکر سناؤ. اور اونسی یہ کہدو کہ وہ بات جو مین نی تم سی کہی تھی وہ غلط ھی. اوسکی کچھ اصل نہین ھی.» (۲)

نواب خلد آشیان کے متعلق میرزا صاحب کی رای

میرزا صاحب سرکار کے حسنِ صورت و سیرت کے اسقدر گرویدہ ہوے کہ اونھین بعض شیوہ و روش مین نواب فردوس مکان پر ترجیح دینے لگے. اس زمانہ مین سرکار نے بعض عمالانِ ریاست کو سرکاری مطالبات اور عام رعایا کو غلہ کا محصول معاف کردیا تھا. ان تمام واقعات نے مرزا صاحب کے دل پر اچھا نقش کیا. چنانچہ حکیم غلام رضا خان کے خط مین انکا اسطرح ذکر کیا ھے:

«نوابصاحب حال بمقتضای «الولد سر لابیہ» حسن اخلاق مین نواب فردوس آرامگاہ کی برابر بلکہ بعض شیوۂ و روش مین اون سی بہتر ھین. بمجرد مسند نشینی کی غلہ کا محصول یکقلم معاف کیا، علی بخش خان خانسامان کو ۳۰ ہزار روپیہ بابت مطالبۂ سرکاری بخشدیا. مفصل حالات بذل و نوال عند الملاقات زبانی کہونگا.» (۳)

مرزا تفتہ کو لکھتے ھین:

«نوابصاحب از روی صورت روح مجسم، اور باعتبار اخلاق آیت رحمت ھین. خزانۂ فیض کی تحویلدار ھین. جو شخص دفتر ازل سی جو کچھ لکھوا لایا ھی، اوسکو بٹنی مین دیر نہین لگتی. ایك لاکھ کئی ہزار روپیہ سال غلہ کا محصول معاف کردیا. ایك اہل کار پر ساٹھ ہزار کا محاسبہ معاف کیا، اور بیس ہزار روپیہ نقد دیا. منشی نولکشور صاحب کی عرضی

(۱) اردوی معلی، ص ۲۲۳ (۲) ایضاً، ص ۲۱۹ و ۲۲۰ (۳) ایضاً، ص ۴۵۲

پیش ہوئی ۔ خلاصہ عرضی کا سنلیا ۔ واسطی منشی صاحب کی کچھ عطیہ بتقریب شادی صبیہ تجویز ہورہا ہی ۔ مقدار مجہپر نہین کہلی ۔ » (۱)

نواب علاءالدین احمد خان بہادر علائی کے خط مین نوابصاحب کی تصویر کھینچتے ہین :

« رئیس کی تصویر کھینچتا ہون ۔ قد ، رنگ ، شکل ، شمائل بعینہ بھائی ضیاءالدین خان ۔ عمر کا فرق اور کچھ کچھ چہرہ اور لحیہ متفاوت ۔ حلیم ، خلیق ، باذل ، کریم ، متواضع ، متشرع متورع ، شعر فہم ۔ سینکڑون شعر یاد ۔ نظم کیطرف توجہ نہین ۔ نثر لکھتی ہین اور خوب لکھتی ہین ۔ جلالائی طباطبائی کی طرز برتتی ہین ۔ شگفتہ جبین ایسی کہ اونکو دیکھنی سی غم کوسون بھاگ جائی ۔ فصیح بیان ایسی کہ اونکی تقریر سنکر ایک اور نئی روح قالب مین آئی ۔ اللہم دام اقبالہ و زاد اجلالہ ! » (۲)

نوابصاحب کی دورہ کو روانگی اور میرزا صاحب کا لطیفہ

نواب خلد آشیان نے ۳ نومبر سنہ ٦٥ ع کو اضلاعِ ریاست کے معاینہ کیلئے تشریف لیجانے کا ارادہ فرمایا ۔ مشایعت کیلئے میرزا صاحب بھی ساتھ تھے ۔ سرکار پا برکاب ہوے تو حاضرین نے آداب و کورنش ادا کی ۔ سرکار نے میرزا صاحب کے آداب پر تبسم کیساتھ ارشاد فرمایا ۔ « خدا کے سپرد » ۔ میرزا صاحب کی شوخیِ طبع نے گدگدایا ، اور آپ قدرے حزین صورت بناکر بولے : « حضرت خدا نے تو مجھے آپ کے سپرد کیا ہے ۔ آپ پھر اولٹا مجکو خدا کے سپرد کرتے ہین ۔ »(۳)

جشن جمشیدی

دسمبر کا پہلا ہفتہ جشنِ تخت نشینی کیلئے مقرر ہوا تھا ، اور اس تقریب کیلئے اسدرجہ شاندار تیاریان ہوئی تھین کہ میرزا صاحب نے اسکو « جشنِ جمشیدی » سے تعبیر کیا ہے ۔ حکیم غلام نجف خان کو لکھتے ہین :

« نواب صاحب دوری سی یا آج شام کو یا کل آجائینگی ۔ جشن جمشیدی کی تیاریان ہورہی ہین ۔ » (٤)

۲۵ اکتوبر کو تاریخِ جشن کے متعلق لکھتے ہین :

« دسمبر کی پہلی سی جشن شروع ہوگا ۔ ہفتہ دو ہفتہ کی مدت اوسکی ہی ۔ بعد جشن کی رخصت ہونگا ۔ خدا چاہی تو آخر دسمبر تک تمکو آ دیکھتا ہون ۔ » (٥)

(۱) اردوی معلی ، ص ۹۸ و ۹۹ (۲) ایضاً ، ص ٤٤١ (۳) یادگار غالب ، ص ٤٢
(٤) اردوی معلی ، ص ۲۳۱ (٥) ایضاً ، ص ۲۲٤

مرزا تفتہ کو تحریر کیا ھے :

«جشن یکم دسمبر سی شروع ۔ ٥ دسمبر کو خلعت کا آنا مسموع ۔» (۱)

٦ دسمبر سنہ ٦٥ ع کو نواب علاء الدین احمد خان بہادر علائی کو جشنِ جمشیدی کی روداد لکھتے ہوے فرماتے ھین :

«یہان جشن کی وہ سامان ہو رھی ھین کہ اگر جمشید دیکھتا تو حیران رھجاتا ۔ شہر سی دو کوس پر آغاپور نامی ایك بستی ھے ۔ آٹھ دس دن سی وھان خیام برپا تھی ۔ پرسون صاحب کمشنر بہادر بریلی مع چند صاحبون اور میمون کی آئی ، اور خیمون مین اوتری ۔ کچھ کم سو صاحب اور میم جمع ھوی ۔ سب سرکار رامپور کی مہمان ۔ کل سہ شنبہ ٥ دسمبر حضور پرنور بڑی تجمل سی آغاپور تشریف لیگئی ۔ بارہ پر دو بجی گئی ، اور شام کو پانچ بجی خلعت پہنکر آئی ۔ وزیر علیخان خانسامان خواصی مین سی روپیہ پھینکتا ھوا آتا تھا ۔ دو کوس کی عرصہ مین دو ہزار روپیہ سی کم نہ ایثار ھوا ھوگا ۔ آج صاحبان عالیشان کی دعوت ھی ۔ «ٹین» شام کا کھانا یہین کھائینگی ۔ روشنی ، آتشبازی کی وہ افراط کہ رات دن کا سامنا کریگی ۔ طوائف کا وہ ھجوم ، حکام کا وہ مجمع ، کہ اس مجلس کو طوائف الملوك کہا چاھیے ۔ کوئی کہتا ھی کہ صاحب کمشنر بہادر مع صاحبان عالیشان کی کل جائینگی ۔ کوئی کہتا ھی پرسون ۔» (۲)

عزم مراجعت

ابتداءً میرزا صاحب کا یہ ارادہ تھا کہ دو چار مہینے رامپور مین قیام کرین گے ۔ چنانچہ شاکر کو تاریخِ روانگیِ رامپور کی اطلاع دیتے ہوے تحریر کیا تھا :

«دو چار مہینی وھان رھنا ھوگا ۔ اب جو کوئی خط آپ بھیجین تو رامپور بھیجین ۔» (۳)

لیکن رامپور مین کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد یہ طے کیا کہ اختتامِ جشن کے بعد رخصت طلب کرین ، اور آخرِ دسمبر تك دلی جا پہنچین ۔ حکیم غلام نجف خان کو ۲٤ اکتوبر کو لکھا ھے :

«دسمبر کی پہلی سی جشن شروع ھوگا ۔ ھفتہ دو ھفتہ کی مدت اوسکی ھی ۔ بعد جشن کی رخصت ھونگا ۔ خدا چاھی تو آخر دسمبر تك تمکو آ دیکھتا ھون ۔» (٤)

میرزا علائی کو ٦ دسمبر کو تحریر کیا ھے :

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۹۹ (۲) ایضاً ، ص ٤٤۱

(۳) ایضاً ، ص ۲۱٦ ، و عود ، ص ۱٦۰ (٤) اردوی معلی ، ص ۲۲٤

« بعد اختتام محافل طالب رخصت ہونگا . بعد حصول رخصت دلی جاؤنگا . » (۱)

اسیطرح قاضی عبد الجمیل صاحب بریلوی کو بریلی کی دعوتِ قدوم کے جواب مین لکھا ہے :

« پیر و مرشد ! نوابصاحب کا وظیفہ خوار گویا اس در کا فقیر تکیہ دار ہون . مسند نشینی کی تہنیت کیواسطی رامپور آیا . مین کہان اور بریلی کہان . ۱۲ اکتوبر کو یہان پہنچا . بشرط حیات آخر دسمبر تك دہلی جاؤنگا . » (۲)

لڑکون کی روانگی

باقر علیخان اور حسین علیخان اب نوجوان تھے ، اور اب انھین تنہا بھیجدینے مین اوس قسم کے خطرات پیدا نہین ہوتے تھے ، جنکے خوف سے سنہ ۶۰ع کے سفر مین میرزا صاحب نے فردوس مکان کے اصرار کے باوجود رامپور قیام نہین کیا تھا ، اور بچون کی ضد پر راہی دہلی ہوگئے تھے . لہذا میرزا صاحب نے دونوں کو سرکار سے مراجعت کی اجازت دلا کر جمعہ کے دن ۲۲ دسمبر کو دو آدمیون کیساتھ دلی روانا کردیا . سرکار نے وقت رخصت ایك ایك دوشالہ مرحمت کیا . نواب علاء الدین احمد خان بہادر علائی کو اسکے متعلق میرزا صاحب نے لکھا ہے :

« آج صبح کی سات بجی باقر علیخان اور حسین علی ، ۱٤ مرغ ، ٦ بڑی اور آٹھ چھوٹی ، (لی) کی دلی کو روانہ ہوی . دو آدمی میری اونکی ساتھ گئی . کلو اور اڑکا نیاز علی یعنی ڈیڑھ آدمی میری پاس ہین . نوابصاحب نی وقت رخصت ایك ایك دوشالہ مرحمت کیا . » (۳)

میرزا صاحب کی تاریخ روانگی

اسی خط کے آخر مین میرزا صاحب نے لکھا :

« میری چلنی کا حال یہ ہی کہ انشاء اللہ تعالی اسی ہفتہ مین چلونگا . »

۲٦ دسمبر کو پھر تحریر فرماتے ہین :

« جانا ! جانا ! ایك خط میرا تمھاری دو خطون کی جواب مین تمکو پہنچا ہوگا . ... آج منگل ہی ۷ شعبان کی اور ۲٦ دسمبر کی . دونو بھتیجی تمھاری جمعہ کی دن ۲۲ دسمبر کو روانۂ دہلی ہوی . مین پرسون یوم الخمیس کو مرحلہ پیما ہونگا . » (٤)

(۱) اردوی معلی ، ص ٤٤۲
(۲) ایضاً ، ص ۲۰۸ و عود ، ص ۱٦۹
(۳) اردوی معلی ، ص ۳۹٤
(٤) ایضاً ، ص ۳۹٦

اس حساب سے میرزا صاحب جمعرات کے دن ٢٨ دسمبر سنہ ٦٥ ع کو رامپور سے رخصت ہوئے۔

احباب رامپور سی آخری ملاقات

سرکار سے رخصت حاصل کرکے میرزا صاحب قیامگاہ پر تشریف لائے۔ یہان رامپور کے بعض احباب الوداع کہنے کیلئے پہلے سے جمع تھے۔ صاحبزادہ سید نجابت علیخان بہادر نے، جو اپنے والد صاحبزادہ سیّد ہدایت علیخان بہادر کے ساتھ میرزا صاحب سے آخری ملاقات کیلئے گئے تھے، ایکروز میرزا غالب کے تذکرہ مین حقیر عرشی سے بیان کیا، کہ جب میرزا صاحب سرکار مین سے واپس آئے، تو مین اپنے والد کے ہمراہ اونکے قیامگاہ پر موجود تھا۔ میرزا صاحب نے احباب کیطرف مخاطب ہوکر فرمایا:

«بھئی! ہم نے ابھی یہ شعر کہا ہے:

اب ہے دلی کیطرف کوچ ہمارا غالب ٭ آج ہم حضرتِ نواب سے بھی مل آئے»[1]

رخصتانہ کی رقم

میرزا صاحب نے ٢٨ نومبر کو رامپور سے تفتہ کو لکھا تھا:

«مین نثر کی داد اور نظم کا صلہ مانگنے نہین آیا، بھیك مانگنے آیا ہون۔ روٹی اپنی گرہ سی نہین کھاتا، سرکار سی ملتی ہی۔ وقت رخصت میری قسمت اور منعم کی ہمت۔» (٢)

نواب خلد آشیان تاریخِ تحریرِ خط سے ٢١ روز قبل ٧ نومبر سنہ ٦٥ ع کو ایك ہزار روپیہ عطا فرما چکے تھے۔ تاہم ٢٦ دسمبر سنہ ٦٥ع کو

(١) مولانا نظامی بدایونی نی شرح دیوان غالب اردو (مطبوعۂ نظامی پریس بدایون سنہ ١٩٢٢ ع) کی صفحہ ٢٥٤ پر یہ مقطع اور ایك شعر نقل کرکی حاشیہ مین لکھا ہی: «حضرت نواب سی نواب یوسف علیخان ناظم والی رامپور کی طرف اشارہ ہی۔ یہ اوس غزل کی شعر ہین جو رامپور سی رخصت ہوتی وقت لکھی تھی۔ چونکہ دیوان اوسوقت مرتب ہوکر شایع ہو چکا تھا۔ اسلئی دیوان مین شامل نہین ہوئی»۔ اس بیان مین مولانا سی تسامح ہوا ہی۔ کیونکہ ایك عینی شاہد کی بیان سی معلوم ہوتا ہی، کہ یہان نواب خلد آشیان محمد کلب علیخان بہادر مراد ہین۔ علاوہ ازین چونکہ پہلی سفر مین میرزا صاحب رامپور سی دیوان اردو کی نقل لیگئی تھی، جس نی دیوان طبع ہوا، اسلئی نواب فردوس مکان کی بجائی نواب خلد آشیان کی عہد کی غزل کا اوس مین شامل نہونا قرین قیاس اور مطابق واقعہ ہو سکتا ہی۔

(٢) اردوی معلی، ص ٩٨

۲۰۰ روپیـہ بوجـہِ زادِ راہ مرحمت فرما کر میرزا صاحب کی اس آرزو کی بھی تکمیل کردی۔

نواب ضیاءالدین خان بہادر کی فرمایش

نواب ضیاء الدین خان بہادر نیّر نے میرزا صاحب سے فرمایش کی تھی کہ رامپور سے بانس کی غلیل لائین۔ میرزا صاحب نے فرمایش پوری کی۔ لیکن غلیل پر جو کچھ بیتی وہ دلچسپی سے خالی نہین۔ علائی کے نام رامپور سے ۲٦ دسمبر کو لکھا ھے:

«توکان گروھہ کہا کر۔ فارسی بھگارا کر۔ مجھسی ھندی کی چندی سن۔ ایک غلیل حضور نی دینی کی ھی۔ ایک علی‌اصغرخان سی میٹھی۔ دونون کل آئینگی۔» (۱)

لیکن سوءِ اتفاق سے فرمایش کی تکمیل مین سعی کے بعض مـــدارج رهگئے، اور غلیل پر نئی افتاد پڑی۔ ۱۳ جنوری سنہ ٦٦ ع کو میرزا صاحب علائی کو لکھتے ھین:

«میان چلتی وقت تمھاری چچا نی غلیل کی فرمایش کی تھی۔ رامپور پہنچکر وہ بی سعی و تلاش هات آگئی۔ بنوا رکھی۔ لڑکون نی ملازمون نی سب نی مجھسی سنلیا کہ یہ نواب ضیاءالدین خان کیواسطی ھی۔ اب چلنی سی ایک ھفتہ پہلی تمنی غلیل مانگی۔ بھائی! کیا بتاؤن کہ کتنی جستجو کی۔ کہین بہم نہ پہنچی۔ دس روپیہ تک مول کو نہین ملی۔ نواب صاحب سی مانگی۔ توشہ خانہ مین بھی نہ تھی۔ ایک امیر کی هان پتا لگا۔ دوڑا ھوا گیا۔ کھپچی موجود پائی۔ لیکن کیا کھپچی؟ جیسی نجف خان کی عہد مین تورانیون مین ھماری تمھاری ھڈی۔ بنوانی کی فرصت کہان؟ آج لی کل چلدیا۔ اس بانس کی قدر کرنا، اور اسکو اچھی طرح بنوا لیسنا۔» (۲)

سفر کی مصائب

رامپور سے واپسی مین میرزا صـاحب کو سخت تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ دریای رام گنگا مین سرمائی بارش کے سبب سیلاب تھـا۔ مـیرزا صـاحب کی پالکی کے پار ھوتے ھی پانی کے زور سے کشتیون کا عارضی پل ٹوٹ گیا۔ اسباب کی گاڑیان اور خدام سب مجبوراً اوس پار رہ گئے، اور میرزا صاحب یکہ و تنہا صرف ایک کمبل ساتھ لیئے مرادآباد کی سرا مین اقامت گزین ھوے۔

(۱) اردوی معلی، ص ۳۹٦ (۲) ایضاً، ص ٤١٥۔ نسخہ مین «کرتا» اور «بنوا لیتا» ھی۔
ن — الف

بڑھاپے کی کمزوری سرمائی تکلیفون کا مقابلہ نکر سکی، اور یہ بیمار ہوگئے. پانچ دن صدرالصدور مرادآباد کے ہان قیام کیا، اور جب قدرے رو بصحت ہوے تو دلی کا عزم کیا. دلی پہنچکر نواب خلد آشیان کو لکھتے ہین:

«بعد تسلیم معروض ھی. مرادآباد پہنچا، بعد پالکی کی اوتر آنیکی پل کا ٹوٹ جانا، گاڈی اسباب یہانتک کہ رخت خواب کا مع آدمیون کی اوسی زمہریر کی میدان مین رھنا، بغیر جاڑی کی کچھ نہ کھانا، خیر جو اوپر گزری وہ جانین مین مرادآباد کی سرا مین ایك چھوٹی سی حویلی مین ٹھرا. بھوکا پیاسا کمل اوڑھکر پڑ رھا. یہ شعر اپنا پڑھ پڑھکر صبح کی.

گرم فریاد رکھا شکل نہالی نی مجھی * تب امان ھجر مین دی برد لیالی نی مجھی

صبح کو خستۂ و رنجور اوٹھا. صاحبزادہ ممتازعلیخان بہادر کی بھیجی ھوی دو فرشتی آئی. اوٹھا کر سعید الدین خانصاحب کی ھان لیگئی. صاحبزادہ صاحب نی وہ تعظیم و تکریم، اور سعید الدین خانصاحب نی وہ تکریم و تعظیم کی، کہ میری ارزش سی زیادہ تھی. ناگاہ مولوی محمد حسن خان بہادر صدر الصدور آئی، اور مجھی اپنی گھر لیگئی. پانچ دن وھان رھا. بھائی نواب مصطفی خان بہادر وھین مجھسی آ کر ملی. دوسری دن وہ رھگرای دار السرور رامپور اور مین جادہ نورد ستمآباد دھلی ھوا.» (۱)

سرکار کی ہمدردی

یہ عریضہ ۱۰ جنوری سنہ ٦٦ ع کو تحریر کیا تھا. لیکن سرکار کو اس کے پہنچنے سے پہلے نواب مصطفی خان بہادر شیفتہ کی زبانی تمام حالات کی اطلاع مل چکی تھی. اونھون نے مرادآباد کے پتہ سے میرزا صاحب کو لکھا:

«زبانی نواب مصطفی خان بہادر کی دریافت ھوا کہ مرادآباد مین کچھ طبیعت آپکی علیل ھوگئی ھی. باستماع اس امر کی باعث کمال تردد کا ھوا. اسواسطی حوالہ خامۂ محبت نگار کی ھوتا ھی کہ خیریت مزاج سی مطلع کیجی. اور اگر ھنوز طبیعت مائل باعتدال نھو، اور آپکا ارادہ قیام مرادآباد کا تا درستی طبیعت ھو، تو آپ رامپور مین تشریف لائیے. یہان معالجہ بخوبی عمل مین آئیگا.» (۲)

اس فرمان کے جواب مین میرزا صاحب نے ۲۱ جنوری کو لکھا:

«اس سفر کا حال کیا عرض کرون. دلی سی رامپور تك ذوق قدمبوس مین جوانانہ گیا. اختلافات آب و ھوا و تفرقۂ اوقات غذا کو ھرگز نہ مانا، اور رنج راہ کو ھرگز خیال مین نہ لایا. وقت معاودت اندوہ فراق نی وہ فشار دیا، کہ جوھر روح گداز پاکر ھر بن مو

---

(۱) مکاتیب، ص ٦٥ (۲) ایضاً، ص ٦٨، حاشیہ نمبر ۲

سی ٹپك گیا . اگر آپکی اقبال کی تایید نہوتی، تو دلی تك میرا زندہ پہنچنا محال تھا . جاڑا، مینہ، قبض و انقباض، فقدان جوع، فاقہ‌های متواتر، منزلهای نامانوس، هاپوڑ تك آفتاب کا نظر نہ آنا، شب و روز هوای زمہریر کا جانگزا رهنا . باری هاپوڑ سی چلکر نیر اعظم کی صورت دکھائی دی. دهوپ کھاتا هوا دلی پہنچا . ایك هفتہ کوفتۂ و رنجور رها . اب ویسا پیر و ناتوان هون جیسا کہ اس سفر سی پہلی تھا . خدا وہ دن کری کہ پھر اوس در پر پہنچون!» (۱)

میرزا صاحب اٹھگئی

اس سفر مین میرزا صاحب کی تکالیف اس حد کو پہنچگئی تھین کہ وہ اسکو تاراجیِ حسنِ فکر سے تعبیر کرتے تھے . مرزا شمشاد علی بیگ رضوان کو لکھتے هین :

«رامپور کی سفر مین تاب و طاقت، حسن فکر، لطف طبیعت، یہ سب اسباب لٹگیا .» (۲)

سفر رامپور کا رہ آورد

ان جسمانی اذیتون نے میرزا صاحب کی صحت پر بہت برا اثر کیا، اور انھین رعشہ و ضعفِ بصر کی شکایت زیادہ هوگئی . ۱۲ مئی سنہ ٦٦ ع کو مولوی حبیب اللہ خان ذکا کو تحریر فرماتے هین :

«تمکو میری خبر بھی هی . آگی ناتوان تھا . اب نیمجان هون . آگی بہرا تھا . اب اندھا هوا چاهتا هون . رامپور کی سفر کا رہ آورد هی رعشہ و ضعف بصر . جہان چار سطرین لکھین، انگلیان ٹیڑھی هوگئین . حرف سوجھنی سی رهگئی .» (۳)

وقت و تاریخ ورود دهلی

عناصر کی ان بیرخائیون کا مقابلہ کرتے هوے میرزا صاحب ۸ جنوری سنہ ۱۸٦٦ع کو دو شنبہ کے دن گیارا بجے دلی پہنچے . مرزا تفتہ کو ورود کی اطلاع دیتے هوے تحریر کرتے هین :

«لو صاحب! کھچڑی کھائی دن بہلائی . کپڑی پھاڑی گھر کو آئی . ۸ جنوری ماہ و سال حال دوشسنبہ کی دن غضب الہی کیطرح اپنی گھر پر نازل هوا . تمھارا خط مضامین دردناك سی بھرا هوا رامپور مین مین نی پایا . جواب لکھنی کی فرصت نہ ملی . بعد روانگی کی مرادآباد مین پہنچکر بیمار هوگیا . پانچ دن صدر الصدور صاحب کی هان پڑا رها . اونھون نی بیمارداری اور غمخواری بہت کی .» (٤)

حکیم احمد حسن مودودی کو لکھا هے :

---

(۱) مکاتیب، ص ٦٨ (۲) اردوی معلی، ص ۳۲۱ (۳) ایضاً، ص ۳۷ (٤) ایضاً، ص ۱۰۸

«هشتم جنوری کو دلی پہنچا. عرض راہ میں بیمار ہوا. پانچ دن مرادآباد مین صاحب فراش رہا. اب جیسا فرسودہ روان ناتوان تھا ویسا ہون.» (۱)

خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کو لکھتے ہین:

«بندۂ گناہگار شرمسار عرض کرتا ہو، کہ پرسون غازی‌آباد کا اوٹھا ہوا گیارہ بجی اپنی گھر پر مثل بلای ناگہانی نازل ہوا ہون.

باید کہ کنم ہزار نفرین بر خویش * اما بزبان جادۂ راہ وطن» (۲)

مولوی عبد الرزاق شاکر کو لکھا ہے:

قبلہ! یہ تو آپ کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ ۸ جنوری کو فقیر دلی پہنچا، تھکا ماندہ خستۂ و رنجور. ہنوز افاقت کلی نہین پائی.» (۳)

یہی تاریخ نواب خلد آشیان کو بھی لکھی ہے. فرماتے ہین:

«دوشنبہ ۲۰ شعبان ۱۲۸۲، ۸ جنوری ۱۸۶٦ در غمکدہ پر پہنچا. حضور کی اقبال کی تایید تھی. ورنہ مین اور جیتا دلی پہنچتا.» (٤)

دلی سی باہر رہنی کی کل مدت

میرزا صاحب ۷ اکتوبر سنہ ٦۵ ع کو دلی سے روانا ہوے اور ۸ جنوری سنہ ٦٦ ع کو دلی واپس پہنچے. اس حساب سے انکی دلی سے باہر رہنے کی کل مدت تین ماہ ہے.

ارسال ہدایا

میرزا صاحب اور دربارِ رامپور کے درمیان حسبِ ضابطۂ مودت و خلوص تحفے اور ہدیات کی آمد و شد کا سلسلہ بھی پایا جاتا ہے. سرکاری تحفون مین رامپور کے آم ہوتے تھے، جو طبعاً مرغوب ہونے کیوجہ سے میرزا صاحب کو انگریزی خلعت اور سرکاری عطیات سے کم نہ معلوم ہوتے ہونگے. ۱۷ جون سنہ ٦۲ ع کو میرزا صاحب نے میان داد خان سیاح کو لکھا ہے:

«رامپور نی نوابصاحب اپنی باغ کی آمون مین سی اکثر بسبیل ارمغان بھیجتی رہتی ہین.» (۵)

جولائی سنہ ٦٤ ع مین سرکار نے دو سو آم بھیجے تھے. میرزا صاحب

(۱) اردوی معلی، ص ۲٤۳ (۲) ایضاً، ص ۲۷۹ (۳) عود، ص ۱٦۲
(٤) مکاتیب، ص ٦۷ (۵) اردوی معلی، ص ۲۹

۵ جولائی کو اس عنایت کی رسید مین لکھتے ھین:

« نوازشنامہ اور اوسکے ساتھ دو بہنگیان دو سو آمون کی پہنچین .

« شکر نعمتہای تو چندان کہ نعمتہای تو » . » (۱)

وقتاً فوقتاً میرزا صاحب بھی پھل بھیجا کرتے تھے . ایکبار انھون نے رنگترے ارسال کیئے ، تو اسکی رسید مین ۲ جون سنہ ٦١ ع مطابق ۲۲ ذیقعدہ سنہ ۷۷ ھ کو نواب فردوس مکان نے تحریر فرمایا ، کہ دمریزی رنگترے موصول ھوے . شکریہ قبول فرمائیے .

فرمایشین

اس کے علاوہ کبھی کبھی دونون طرف سے بعض چیزون کی فرمایش بھی ھوجاتی تھی . سنہ ٦٤ع مین نواب فردوس مکان نے چوب چینی کی فرمایش کی . میرزا صاحب نے بڑی کوشش سے پانچ سیر « رنگین و سنگین و بےگرہ یا کم گرہ قطعاتِ چوب چینی » مہیا کرکے سرکاری کہار کے ھاتھ روانا کیئے ، اور از راہِ معذرت لکھا :

« دلی اب شہر نہین . چھاؤنی ھو . کنپ ھو . نہ قلعہ نہ شہر کے امرا ، نہ اطراف شہر کے روسا . » (۲)

رامپور کے دوسرے سفر مین نواب ضیاءالدین خان بہادر نیر کیلئے میرزا صاحب نے نواب خلد آشیان سے ایک بانس کی غلیل مانگی تھی . سرکار نے حکم دیا کہ توشہ خانۂ خاص سے عطا کردیجائے . میرزا صاحب رامپور سے ۷ شعبان سنہ ۸۲ ھ مطابق ۲٦ دسمبر ٦٥ ع کو علائی کے خط مین لکھتے ھین :

« مجھ سے ھندی کی چندی سن . ایک غلیل حضور نے دینی کی ھو . » (۳)

بعد ازان اسی غلیل کے متعلق ۲۵ شعبان مطابق ۱۳ جنوری سنہ ٦٦ ع کو لکھا ھے :

« اب چلنے سے ایک ھفتہ پہلے تم نے غلیل مانگی . بھائی کیا بتاؤن ، کہ کتنی جستجو کی . کہین بہم نہ پہنچی . دس روپیہ تک مول کو نہ ملی . نوابصاحب سے مانگی . توشہ خانہ مین بھی نہ تھی . » (٤)

۱۱ جولائی سنہ ٦١ ع مطابق غرۂ محرم سنہ ۷۸ ھ کو میرزا صاحب نے آمون کی فرمایش کی تھی . اس کے جواب مین نواب فردوس مکان نے تحریر فرمایا :

(۱) مکاتیب ، ص ۳۹ (۲) ایضاً ، ص ٤۳ (۳) اردوی معلی ، ص ۳۹٦ (٤) ایضاً ، ص ٤۱۵

« در بارہ ترسیل انبہ‌ھای کی ، کہ زیب ترقیم فرمایا ھی ، حال یہ ھی کہ امسال بہار انبہ کی باغات اس سرکار مین بہت قلیل اور کم رھی ۔ اور علاوہ اسکو عجب کیفیت اون مین پیدا ھوئی کہ قابل رکھی دو چار دن کی نہ تھی ۔ یعنی در صورت رکھی کی خراب اور بوسیدہ ھو جاتی تھی۔ اس سبب سی بھیجنا انبہ‌ھای کا متصور نہوا ۔ ظھورا اس امر کا بعالم مجبوری تصور فرمائیے ۔ »

دیگر خدمات

میرزا صاحب سرکار کی دیگر خدمات بجا لانے کیلئے بھی ہر وقت تیار رھتے ۔ ۱۰ ربیع الاول سنہ ۸۱ ھ مطابق ۱٤ اگست سنہ ٦٤ ع کو نواب فردوس مکان نے تحریر فرمایا:

« درینولا شب سہای ساھو رھنیوالی رامپور کی بغرض علاج چشم دھلی گئی ھین ۔ آپ اطبای دھلی کو دکھا کر علاج کرادین ۔ یہ متوسل اس سرکار کی ھین ۔ »

میرزا صاحب نے ساھو صاحب کا دلی مین بخوبی علاج کرادیا ۔

جولائی سنہ ٦٧ ع مین نواب خلد آشیان نے مرزا رحیم الدین بہادر حیا سے لکھوایا کہ دلی کے فاضل شطرنج باز کو رامپور روانا کردیجے ۔ میرزا صاحب نے اوسکو خرچ دیکر روانہ کیا اور اطلاعاً نواب صاحب کی خدمت مین لکھا:

« بموجب تحریر میرزا رحیم الدین بہادر حیا کی فاضل شطرنج باز کو خرچ دیکر روانہ کیا ۔ » (۱)

سرکار کا طریق خطاب

سرکاری فرامین مین میرزا صاحب کو مساویانہ مخاطب کیا جاتا تھا ۔ چنانچہ القاب ، آداب اور خاتمہ ، ھرجگہ مساوات و محبت کا لحاظ پایا جاتا ، اور علی العموم فرمان کا انداز یہ ھوتا ھے:

« نوابصاحب مشفق مہربان کرمفرمای مخلصان سلمہ اللہ تعالی ۔ بعد اشتیاق مواصلت موفور المسرت کہ متجاوز التحریر ھی مشہود ضمیر مودت تخمیر کی ھو .... زیادہ جمعیت و نشاط ھو ۔ »

اثنای مطالب مین جہان میرزا صاحب کے خط کا حوالہ آیا ھے وھان اونکے مکتوب کو « سامی صحیفۂ لطف آگین » یا « نمیقۂ انیقۂ بلاغت مشحون » یا دیگر تعظیمی الفاظ سے تعبیر کیا گیا ھے ۔ اسیطرح ھرجگہ لفظ « مشفقا » سے

(۱) مکاتیب ، ص ۹۵

تخاطب نظر آتا هے. ان رواسم و آداب سے اندازه هوسکتا هے، که سرکارِ رامپور سے میرزا صاحب کے تعلقات کی نوعیت کیا تهی.

میرزا صاحب کا طریق خطاب

خود میرزا صاحب کے عرایض کے القاب، آداب اور خاتمه بهی اس پر شاهد هین که اس رشته کی بنا احسان وعنایت سے زیاده محبت و خلوص پر تهی. چنانچه میرزا صاحب نے تقریباً تمام عرایض مین «ولیِ نعمت» سے مخاطب کیا هے، اور «بعدِ تسلیم معروض هے» سے اظهار مطلب شروع کرکے «زیاده حدِّ ادب» پر عریضه کو ختم کردیا هے. خاتمه مین صرف دو دعائیه شعر پائے جاتے هین، جن مین سے کبهی ایک کبهی دوسرا خط کی زینت بڑهاتا رهتا تها. یه بهی بناوٹ اور تصنع سے دوری و نفرت پر دلالت کرتا هے.

میرزا صاحب کے رامپوری شاگرد

میرزا صاحب کے خطوط مین رامپور کے صرف ایک ایسے بزرگ کا ذکر آیا هے، جو اون سے اصلاح لیا کرتے تهے. یه صاحبزاده سید عباس علیخان بهادر ابن نواب سید عبد العلیخان بهادر، نواب فردوس مکان کے حقیقی چچازاد اور نسبتی بهائی، اور نواب خلد آشیان کے حقیقی مامون تهے. بیتاب تخلص کرتے اور میرزا صاحب سے اصلاح لیا کرتے تهے. میرزا صاحب نے میان داد خان سیاح کو ۲۳ اپریل سنه ۱۸٦۷ ع کو لکها هے:

«مین اب محض نکما هوگیا. خدا جهوٹ نه بلوائے. پچاس جگه سی اشعار واسطی اصلاح کی آئی هوی بکس مین دهری هین. ازانجمله تین صاحبون کی نام تمکو لکهتا هون. سر ابراهیم علیخانصاحب، میر عالم علیخانصاحب، نواب عباس علیخان رئیس حال رامپور کی حقیقی مامون.» (۱)

(۱) اردوی معلی، ص ۳۳

انشای غالب

میرزا صاحب کے عہد تك ہندوستان کا تعلیم یافتہ طبقہ فارسی زبان مین اظہارِ خیالات پسند کرتا، اور دیسی زبان کا پایہ اپنے مرتبہ سے فروتر جانتا تھا. عرصۂ دراز تك میرزا صاحب بھی اسی روشِ عام کے دلدادہ رہے. لیکن رفتہ رفتہ انکی فارسی خط وکتابت کی جگہ اردو نے حاصل کرنی شروع کردی، جو آخرِ عمر تك پہنچکر انکے اظہارِ خیالات کا واحد ذریعہ ہوگئی.

اردو انشا کا آغاز اور خواجہ حالی کی رای

اردو مراسلت کی ابتدا کے متعلق میرزا صاحب کا کوئی تصریحی بیان موجود نہین. البتہ خواجہ حالی مرحوم تحریر فرماتے ہین:

«معلوم ہوتا ہی کہ مرزا سنہ ۱۸۵۰ ع تك ہمیشہ فارسی مین خط کتابت کرتی تھی. مگر سنہ مذکور مین، جبکہ وہ تاریخ نویسی کی خدمت پر مامور کئی گئی، اور ہمہ تن مہرنیمروز کی لکھنی مین مصروف ہوگئی، اسوقت بضرورت انکو اردو مین خط کتابت کرنی پڑی ہوگی. وہ فارسی نثرین اور اکثر فارسی خطوط، جن مین قوت متخیلہ کا عمل اور شاعری کا عنصر نظم سی بھی کسیقدر غالب معلوم ہوتا ہی، نہایت کاوش سی لکھتی تھی. پس جب انکی ہمت مہرنیمروز کی ترتیب و انشا مین مصروف تھی ضرور ہی کہ اسوقت اونکو فارسی زبان مین خط کتابت کرنی اور وہ بھی اپنی طرز خاص مین شاق معلوم ہوئی ہوگی. اسلئی قیاس چاہتا ہی کہ انھون نی غالباً سنہ ۵۰ ع کی بعد سی اردو زبان مین خط لکھنی شروع کئی ہین.» (۱)

مہر صاحب کا اختلاف

مولانا غلام رسول مہر کو خواجہ صاحب کی رائے سے اختلاف ہے. اونکے نزدیك میرزا صاحب کی اردو مراسلت سنہ ۱۸۵۰ ع سے قبل شروع ہوچکی تھی. لیکن وہ اسلئے ضایع ہوگئی کہ اوسوقت کے اہل علم اردو کو اہمیت نہین دیتے تھے. مولانا کے وجوہِ اختلاف حسب ذیل ہین:

(۱) یادگار غالب، ص ۱۷٤

«... اول مہر نیمروز کوئی بڑی کتاب نہین جسکی ترتیب مین غالب کی اوقات کا بیشتر حصه صرف هوتا هوگا. یه کتاب انهون نی کم و بیش پانچ برس مین مرتب کی، موجوده مطبوعه صورت مین اسکی ۱۱۸ صفحی هین. اس سی ظاهر هی که باعتبار اوسط وه سال بهر مین زیاده سی زیاده پچیس صفحات لکهتی رهی، اور یه غالب جیسی قادر الکلام اور مشاق نثر نگار کیلئی کوئی بهت بڑا کام نہین هی، جسکی تکمیل کی خاطر انهین فارسی خط و کتابت ترك کرنی پڑی هو.

دوسری خط وکتابت مین انکا عام انداز پیچیده اور الجها هوا نه تها. بلکه جوکچه لکهتی تهی عموما بلا تکلف لکهتی تهی. اردو خطوط کیطرح فارسی خطوط مین بهی تکلفات سی آزادگی هر مقام پر ظاهر هی. انهون نی «پنج آهنگ» کی آغاز مین نثر نگاری کی جو خصایص بیان کئی هین ان سی ظاهر هی که وه ابتدا هی سی صحیح راسته پر گامزن تهی. اور یه نہین کها جاسکتا که هر فارسی خط کی لفظ لفظ پر گهنٹون مصروف فکر رهتی تهی.

تیسری انکی فارسی مکاتیب مین ایك خط منشی جواهر سنگه جوهر کی نام هی، جس مین سر کیلئی لنگی کی فرمایش کی هی. اس خط کی آخر مین مطبوعه «پنج آهنگ» مین یکم دسمبر سنه ۱۸٤۸ع مطابق چهارم محرم سنه ۱۲۵۱ ه ثبت هی. هجری اور عیسوی تاریخ مین مطابقت نہین هوتی. جس سی ظاهر هوتا هی که کم از کم ایك تاریخ ضرور غلط هی. اگر تاریخ هجری کو سنه ۱۲۵۱ ه کی بجائی سنه ۱۲٦۱ ه رکها جائی تو عیسوی تاریخ سنه ۱۸٤۵ع هونی چاهئی. میرا خیال هی که یهی صحیح هی. ان کی اردوی معلی کی ایك خط مین بهی منشی جواهر سنگه سی لنگی کا تقاضا موجود هی. وه فرماتی هین: «کیون صاحب وه هماری لنگی ابتك کیون نہین آئی. بهت دن هوی جب تم نی لکها تها که اسی هفتی بهیجونگا». یه دونون خط لازماً ایك دوسری سی قریب کی زمانی مین لکهی گئی هونگی. میرا خیال یهی هی که غالب سنه ۱۸۵۰ع سی قبل اردو خط و کتابت شروع کرچکی تهی. لیکن چونکه اس زمانی مین اردو نثر کو اهل علم زیاده بلند پایه نہین دیتی تهی. اسلئی وه خط محفوظ نره سکی. لیکن جیسی جیسی اردو کا رواج بڑهتا گیا اور فارسی کا رواج کم هوتا گیا غالب کی خط و کتابت فارسی کی بجائی اردو مین زیاده هوتی گئی.» (۱)

وجوه مین کلام

میری ناقص رائے مین مولانا مہر کے وجوهِ اختلاف مین کلام کی گنجایش موجود ہے. اونکی پہلی دلیل کے متعلق یه عرض ہے که میرزا صاحب کے زمانه تك جس قسم کی فارسی زبان ایران و هندوستان مین مروج تهی، اوسکی بہترین مثالین ابو الفضل، ظهوری، جلالایِ طباطبائی، میرزا طاهرِ وحید وغیره اهلِ قلم کی تصنیفات هین. یه سب بزرگ اپنے کلام کی زینت و شکوه

(۱) غالب مصنفهٔ مہر، ص ۳۰۷

کیلئے عربی الفاظ بکثرت استعمال کرتے تھے۔ ان الفاظ نے رفتہ رفتہ اصطلاحی حیثیت اختیار کرلی تھی، اور تقریباً ہر فارسی نویس، خواہ اوسکی ادبی حیثیت و استعداد معمولی ہی ہوتی، اپنی روزمرہ کی تحریرون مین ان وزنی الفاظ کو کھپانے کا عادی ہوگیا تھا۔ اسکے علاوہ مخصوص استعارے اور تشبیہین بھی رواجِ عام حاصل کرچکی تھین۔ چنانچہ ابوالفضل کے بعد سے میرزا صاحب کے وقت تك مختلف اصحاب کی ادبی اور تاریخی تالیفات دیکھنے سے صاف نظر آتا ھے کہ اظہارِ مطالب مین ہر پچھلے فارسی نویس نے اپنے پیشرو کے نشانہائے قدم پر قدم رکھنے کی پوری کوشش کی ھے، اور تقریباً سب نے ایك مضمون کو ایك ھی انداز مین لکھا ھے۔

میرزا صاحب کو قدرت نے اُپچ والی طبیعت عطا کی تھی۔ وہ فطرتاً روشِ عام کو ناپسند کرتے تھے، اور چاھتے تھے کہ اپنی انفرادیت کو میدانِ ادب مین بھی نمایان رکھین۔ اونکی اس فطری اُپچ اور انفرادیت کی کوشش کا اثر نثرِ فارسی پر بھی پڑا، اور وہ طرزِ ادایِ مطالب اور انتخابِ الفاظ دونون مین ابوالفضل وغیرہ ادیبون کی نثر سے ممتاز ہوگئی۔

چونکہ میرزا صاحب نے قدیم شاھراہ سے ھٹکر ایك نئی روش اختیار کی تھی، اسلئے اونھین قدم قدم پر وہ تمام مشکلات پیش آتی ہونگی، جو پرانی طرز کے تارك اور نئے انداز کے موجد کو پیش آیا کرتی ھین۔ اور چونکہ میرزا صاحب رسمِ عام کے برخلاف عربی الفاظ کے استعمال سے بھی حتی المقدور احتراز کیا کرتے تھے، حتی کہ اونکی اکثر تحریرون سے یہ ظاھر ھوتا ھے کہ کاتب نے ایك پیش پا اوفتادہ عربی لفظ ترك کرکے بالقصد فارسی نژاد لفظ استعمال کیا ھے، پس کسطرح باور کیا جاسکتا ھے کہ قطعِ نظر اور تمام تحریرون سے خود «مہرِ نیمروز» کی تالیف مین بھی میرزا صاحب نے کافی غور و خوض کی ضرورت محسوس نہ کی ہوگی۔ خصوصاً جبکہ «مہرِ نیمروز» اکبر نامہ

کے مقابلہ مین لکھی جا رھی تھی اور انھین ایك مسلم الثبوت استاد سے بازی لیجانا منظور تھا ۔

ان دشواریون کی تصدیق خود میرزا صاحب کے بیان سے بھی ھوتی ھے ۔ انھون نے « مہرِ نیمروز » کے دیباچہ مین لکھا ھے کہ مین نے اپنی عمر کا گزشتہ حصہ بادہ خواری و نظم نگاری مین بسر کیا تھا ۔ اگر کبھی ضرورتاً نثر نگاری کا اتفاق ھوا تو نثر کو نظم ھی کے مستانہ انداز مین لکھا ۔ بنا برین سلاطینِ تیموریہ کی تاریخ جس اندازِ نگارش کی مقتضی ھے اس ابتلا و پریشانی کے زمانہ مین ، کہ دل افسردہ اور تن خستہ ھے اور یہ حال ھے کہ

« نگارش اگر ھمہ یك صفحہ بیش نبود ، پیش ازانکہ انجام گزیند و بہم پیچیدن ورق را ھنگام آید انامل بہم پیچد ، و کلك از بنان فرود افتد ۔ » (۱)

مجھ سے اسکا انصرام ممکن نہین ۔ لھذا یہ کسطرح مناسب ھوگا کہ روزگار یہ فیصلہ کرلے کہ

« در فسانہ سرائی آوازۂ ساز مرا اندازہ و اندازۂ انداز مرا آزمودن برگیرد ۔ » (۱)

بہر حال مین

« از کار فرمائی این نگارش سپاس پزیرم ، کہ بپرداختن این نمط ، کہ خود را چون سایہ با زمین ھموار ساختہ ام تا پرداختہ ام ، و بہ انگیختن این نقش کہ چشم و دل و نگاہ و نفس باھم آمیختہ ام ، تا انگیختہ ام ، دست از کارھای دگر کوتاہ است و دل از اندیشہھای دگر برکنار ۔ » (۲)

میرزا صاحب کی اس تصریح کے بعد کہ « مین نے اس روش کے نباھنے مین اپنے آپکو سایہ کیطرح زمین پر بچھا دیا تھا ، اور اس نقش کی درستگی مین چشم و دل و نگاہ و نفس سب کو لگادیا تھا ، تب اسکے سرانجام سے عہدہ برآ ھوا ھون » اس خیال کی گنجایش باقی نہین رھتی کہ « یہ غالب جیسے قادر الکلام اور مشاق نثرنگار کیلئے کوئی بہت بڑا کام نہین ھے ۔ »

اب یہ مسئلہ باقی رھجاتا ھے کہ کیا میرزا صاحب نے ۲۵ صفحے فی سال کے

---

(۱) کلیات نثر فارسی ، ص ۲۷۳ (۲) ایضاً ، ص ۲۷٤

حساب سے «مہرِ نیمروز» کی تالیف پر صرف کئے. واقعات اسکے خلاف ھین. «پنج آھنگ» مین منشی جواھر سنگھ جوھر کے نام ایك خط درج ھے جو ۱۱ جون سنہ ۱۸۵۲ع کو لکھا گیا تھا. اس مین میرزا صاحب نے «مہرِ نیمروز» کے مسودہ کا ذکر کیا ھے. فرماتے ھین:

«مسودۂ روزنامۂ روداد اورنگ نشینان چغتائیہ بدست ھیرا سنگھ روان داشتہ ایم و ھنوز از رسیدنش نشان نیافتہ ایم. اگر رسیدہ است بنویسند. ورنہ از ھیرا سنگھ باز پرس کنند.» (۱)

اس خط سے واضح ھے کہ میرزا صاحب نے سنہ ۱۸۵۰ع مین «مہرِ نیمروز» شروع کرکے ۱۱ جون سنہ ۵۲ع سے قبل تمام کرلی تھی. اسکے بعد کا زمانہ، جو تقریباً دو برس یا اس سے کچھ زائد ھے، نظرِ ثانی مین گزرا، اور جب میرزا صاحب نے اپنے احباب کو کتاب دکھا کر داد لیلی تب بادشاہ کے حضور مین اوسے پیش کیا. اس صورت مین ۲۵ صفحہ فی سال کے بجائے ۵۹ صفحات فی سال یا ۵ صفحے فی ماہ ھوتے ھین، جو اور زیادہ ھو جائینگے، اگر صحیح علم ھو جائے کہ میرزا صاحب نے ۱۱ جون سنہ ۵۲ع سے کتنا عرصہ پہلے کتاب ختم کردی تھی.

مولانا کی دوسری وجہ کے بارے یہ گزارش ھے کہ «پنج آھنگ» کے دیباچہ مین میرزا صاحب نے جس روش کے خلاف صدایِ احتجاج بلند کی ھے، وہ انشایِ خلیفہ، انشایِ مادھورام، اور انشایِ ھرکرن جیسی ھندیانہ کتابون سے ملك مین رواج پزیر ھوکر اس درجہ مقبولِ خاص و عام خیال کیجانے لگی تھی، کہ اوسکے خلاف قدم اوٹھانا معاشرتی و علمی گناہ تسلیم کیا جاتا تھا. میرزا صاحب اسکے طبعی مخالف تھے اسلئے اونھون نے «پنج آھنگ» کے دیباچہ مین، جو در اصل مبتدیون کیلئے تالیف کیگئی تھی، یہ مشورہ دینا مناسب خیال کیا کہ

«این پارسیِ آمیختہ بتازی را در کشاکش تصرفات ھندی زبانان پارسی نویس ضایع نگزارد.

(۱) کلیات نثر فارسی، ص ۲۵۰. مسٹر محمد اکرام نے غالب نامہ، ص ۱۱٤ مین اس خط کو مولوی رجب علیخان کے نام لکھدیا ھے. حالانکہ مولویصاحب کا نام صرف خط ماقبل کے آخر مین آیا ھے.

و لغات عربی جز بقدر بایست صرف ننماید . و پیوسته در آن کوشد که سادگی و نغزی شعار او گردد . » (۱)

اس کا یہ مطلب کسیطرح نہین قرار دیا جاسکتا کہ خود اونکی اپنی انشا بھی تکلفات سے آزاد ھے . کیونکہ اگر القاب و آداب اور دیگر الفاظِ عربی سے قطعِ نظر کرکے دیکھا جائے تو اونکی انشا ادایِ مطلب مین سراسر تکلف سے پُر اور عام انداز سے اسقدر علیحدہ ھے ، کہ تا وقتیکہ نگاہ و فکر اوس سے اخذِ مطلب کے عادی نہوجائین ، انسان سہولت کیساتھ مطلب تك نہین پہنچ سکتا . اسی سبب سے میرزا صاحب کے پہلے عریضہ کے جواب مین نواب فردوس مکان جیسے ادیب کو یہ لکھنا پڑا تھا کہ

« مخلص را لیل و نہار متمنی اخبار تصور فرموده اکثر بایصال تمایق انایق خیریت وثایق بعبارت سلیس کہ در خواندنش تاملی بوقوع نیاید مسرور و مطمئن میفرموده باشند . » (۲)

علاوہ ازین خود میرزا صاحب اسکے معترف ھین کہ ایامِ پیری مین اون سے اپنی روشِ خاص نہین نبہہ سکی . چنانچہ مولوی عبدالرزّاق شاکر کو فارسی خط کی فرمایش کے جواب مین لکھتے ھین :

« بندہ نواز ! زبان فارسی مین خطون کا لکھنا پہلے سے متروك ھے . پیرانہ سری و ضعف کے صدمون سے محنت پژوھی و جگر کاوی کی قوت مجھ مین نہین رھی . حرارت غریزی کو زوال ھے اور یہ حال ھے ،

مضمحل ھوگئے قوی غالب * وہ عناصر مین اعتدال کہان

کچھ آپ ھی کی تخصیص نہین . سب دوستون کو جن سے کتابت رھتی ھے اردو ھی مین نیازنامے لکھا کرتا ھون . جن جن صاحبون کی خدمت مین آگے مین نے فارسی زبان مین خطوط و مکاتیب لکھے اور بھیجے تھے ، اون مین سے جو صاحب الی‌الآن ذیحیات و موجود ھین اون سے بھی عندالضرورت اسی زبان مروج مین مکاتبت و مراسلت کا اتفاق ھوا کرتا ھے . ... پس امیدوار ھون کہ آپ انہین نذور محقرہ یعنی تحریرات روزمرۂ اردوی سادہ و سرسری کو غنیمت جانکر قبول فرماتے رھین . » (۳)

اس خط مین میرزا صاحب نے فارسی مراسلت ترك کرنے کی وجہ یہ قرار دی ھے کہ

---

(۱) کلیات نثر فارسی ، ص ۵ (۲) مکاتیب غالب ، ص ٤ ، حاشیہ نمبر ۱ (۳) اردوی معلی ، ص ۲۱۵ و عود ھندی ، ص ۱۵٦

« پیرانه سری و ضعف کے صدمون سے محنت پژوهی و جگر کاوی کی قوت مجھ مین نہین رهی ،،
اسکے بعد شاکر صاحب کو یه بهی اطمینان دلایا هے که جن اصحاب سے پہلے فارسی مین خط وکتابت رها کرتی تهی اونهین بهی اب اردو هی مین خط لکھا کرتا هون. اس صورت مین مولانا حالی کا یه خیال که « مہرِ نیمروز کی تالیف کے زمانه مین اردو مراسلت شروع کی » بعید از وقوع نہین معلوم هوتا. اسلئے که جب میرزا صاحب معمولی فارسی مکاتبت مین اسدرجه جگر کاوی سے کام لیا کرتے تهے که ایامِ پیری مین، جبکه اونکی مشقِ پارسی نگاری پخته هو چکی تهی، اس بار کے اوٹھانے کیلئے آماده نہین تهے، تو «مہرِ نیمروز» کی تالیف کے زمانه مین دو بوجھ کسطرح اوٹھاتے.

مولانا مہر کی تیسری وجه مین صرف اسقدر کلام هے که میرزا صاحب کے فارسی مکاتیب بنام جواهرسنگھ مین سے ایك خط یقینی سنه ۵۰ ع سے بعد کا هے. دوسرا بهی، جس مین میرزا صاحب نے لکھا هے که بادشاه کی علالت کیوجه سے قصیدهٔ تہنیتِ عید پیش کرنیکا موقع نه ملا، سنه ۵۰ ع کے بعد کا معلوم هوتا هے. اسلئے که اس مین میرزا صاحب نے بادشاه کی بیماری کے سلسله مین لکھا هے:

« تا دیگر چه رو نماید، و بر من، که در سایهٔ دیوارش غنوده ام، چه رود. » (۱)

ظاهر هے که یه الفاظ اوسی وقت زیاده بهلے نظر آتے هین جب میرزا صاحب کے قلعه سے تعلقات صرف دوستانه نهون، ملازمت کا سلسله بهی قائم هو چکا هو.

اب تیسرا خط رهتا هے. مولانا مہر کے خیال مین اس خط کی تاریخهایِ عیسوی و هجری دونون غلط هین. صحیح تاریخ یکم دسمبر سنه ۱۸٤۵ ع مطابق ٤ محرم سنه ۱۲٦۱ ه هونی چاهیے. میری ناقص رای مین مولانا کا یه خیال درست هے که هجری اور عیسوی سنین مین تطابق نہین. مگر یه نادرست هے که دونون سنه غلط هین. اسلئے که میرزا صاحب نے دونون سنون کیساتھ

(۱) کلیات نثر فارسی، ص ۲۵۱

تاریخین بھی لکھی ھین . کتاب تشریح السنین سے معلوم ہوتا ھے کہ ۳۱ دسمبر سنہ ۱۸٤۵ ع کو یکم محرم سنہ ۱۲٦۲ ھ تھے . اس حساب سے یکم دسمبر سنہ ٤۵ ع کو یکم محرم سنہ ٦۱ ھ نہین ھوسکتے . اسی کتاب سے یہ بھی معلوم ھوتا ھے کہ ٤ محرم سنہ ۱۲٦۵ ھ یکم دسمبر سنہ ۱۸٤۸ ع کے مطابق تھی . لہذا ھمین میرزا صاحب کی عیسوی تاریخ و سنہ کو درست ماننا پڑیگا . اور ھجری تاریخ و ماہ بھی صحیح ھونگے . صرف ھجری سنہ کو غلط تسلیم کر لینگے . یعنی سنہ ۵۱ ھ کے بجای ٦۵ ھ صحیح سنہ ھوگا .

اور جب یہ ثابت ھوچکا کہ میرزا صاحب کا وہ فارسی خط ، جس مین لنگی کا ذکر آیا ھے ، دسمبر سنہ ٤۸ ع کا مکتوبہ تھا ، اور یہ بھی خود میرزا صاحب نے اپنے اردو خط مین لکھا ھے کہ « بہت دن ھوے جب تم نے لکھا تھا کہ اسی ھفتہ مین بھیجونگا »[1] تو پھر کوئی محالِ عقلی لازم نہین آتا اگر آپ یہ تسلیم کرلین کہ میرزا صاحب نے سنہ ۵۰ ع مین یہ اردو خط لکھا تھا . اسلئے کہ ان دونون خطون کے درمیان صرف ایک سال کا فصل ھے . اور فقرۂ « بہت دن ھوئے » ایک یا ڈیڑھ سال کے وعدہ کے متعلق بسہولت استعمال کیا جاسکتا ھے .

میرزا صاحب کا بیان

اگرچہ اردو مراسلت کے آغاز کے متعلق میرزا صاحب کا کوئی قطعی بیان ھمارے پاس موجود نہین ؛ لیکن « پنج آھنگ » کے خاتمہ مین فارسی مراسلت بالکل ترک کرکے صرف اردو مین خط و کتابت کرنیکی تاریخ خود اونھین نے بیان کی ھے . فرماتے ھین :

« یزدان داند ، و مدعیان دانش را توفیق دانستن دھد تا دانند ، کہ خامۂ غالب سیہ نامہ مسلک دشوار گزار پارسی آمیختہ بتازی را بکدام دلاویز رفتار پیمودہ است . درین شصت و ھشت سالہ زندگی کہ جزو در بازی و کل در سخن طرازی گزشت و بسا گزین روشھا در نثر نظرفروز آمد از دو سال در بند آن بودم کہ ... دیگر در خامہ فرسائی انداز خود نمائی فرو ھلم ... پنجاہ سالہ نی ری برگ را

(۱) اردوی معلی ، ص ۲۵٦

بہ هنجار اورامہ سرایان پارس بہ نوا داشتہ ام ۔ اکنون آن روش فروگزاشتہ ام ۔ سپس ما فی الضمیر را ، کہ بر یاران نزدیک و دور عرضہ باید داد ، در زبان اردوی و آن هم سرسری و از تکلف بری رقم خواهم کرد ، تا زندگی آسان گردد ۔ « (۱)

یہ خاتمہ سنہ ۱۲۸۰ ھ (۱۸۶۳ ع) مین لکھا گیا تھا ، جبکہ میرزا صاحب کی عمر ٦۸ سال کی تھی ۔ اس ٦۸ سالہ زندگی مین سے ۱٦ سال کھیل کود مین گزار کر ۱۲۲۸ ھ (۱۸۱۳ ع) سے ادبی زندگی کا آغاز کیا تھا ، اور تقریباً ۵۰ سال فارسی نظم و نثر لکھتے رہے تھے ۔ لیکن سنہ ۱۲۸۰ھ (۱۸٦۳ع) سے دو سال قبل سنہ ۷۸ ھ (٦۱ ع) مین یہ عزم کیا تھا کہ اب فارسیِ آمیختہ و ناآمیختہ بتازی کو ترک کرکے سادہ اردو مین اظہارِ مطالب کرینگے ۔ کیونکہ فارسی کیلئے جس فراغِ خاطر و قوتِ دماغ کی ضرورت تھی غلبۂ پیری کے سبب میرزا صاحب اوس سے محروم ہوچکے تھے ۔ اردویِ معلی اور عود کے مختلف خطوط سے اسکی تصدیق بھی ہوتی ھے ، کہ میرزا صاحب نے سنہ ۷۸ ھ (٦۱ ع) سے قبل ھی فارسی نگاری سے احتراز کرنا شروع کردیا تھا ۔ قاضی عبدالجمیل صاحب بریلوی کو لکھتے ہین :

« فارسی کیا لکھون ؟ یہان ترک تمام ھی ۔ اخوان و احباب یا مقتول یا مفقود الخبر ۔ هزار آدمی کا ماتمدار ہون ۔ آپ غمزدہ اور آپ غمگسار ہون ۔ اس سی قطع نظر کہ تباہ اور خراب ہون مرنا سر پر کھڑا ھی ۔ پا برکاب ہون ۔ » (۲)

اس خط مین میرزا صاحب نے اپنی وفات کی تاریخ « غالب مرد » کا بھی تذکرہ کیا ھے ، جس سے ثابت ہوتا ھے کہ اسکی تاریخ کتابت سنہ ۷۷ ھ (٦۰ ع) سے قبل ھے ۔

مولانا محمد عباس رفعت بھوپالی کو ٤ ربیع الاول سالِ « رستاخیز » (۱۲۷۸ ھ مطابق ۱۸٦۱ ع) کو تحریر کرتے ہین :

« از دیر باز بہ نظم و نثر نمی گرایم ۔ نظم خواهی پارسی و خواهی اردو خوابی ست فراموش ۔ نامہ در پارسی نوشتن نیز آئین نماندہ ۔ هرچہ نوشتہ می شود یکدست در اردوست ۔ اینک ... مولانا عباس ... از بھوپال فرمان فرستاد کہ غالب .... نامہ در پارسی زبان نویسد ۔ یا رب !

(۱) کلیات نثر فارسی ، ص ۲۵٤ (۲) عود هندی ، ص ۱٦۵

فرمان چون بجا آورم؟ و در نامه چه نویسم؟ باری نه از توانائی بنان بلکه از اثر روائی آن فرمان جنبش خامه لفظی چند که بخواندن نیرزد بر روی ورق ریخت.» (۱)

ان دونون خطون مین میرزا صاحب نے ترکِ فارسی نگاری کا سبب غلبۂ رنج وغم اور ضعفِ پیری کو قرار دیا ہے۔ یہی سبب مولوی عبدالرزاق شاکر کے نام کے مکتوب مین بھی ذکر کرچکے ھین۔ اب اگر ھم تمام دلائل کو سامنے رکھکر نتیجہ نکالنے کی کوشش کرین تو وہ یہ ھوگا کہ میرزا صاحب ایک ایسے دشوار گزار مسلکِ فارسی نگاری کے موجد تھے، جو اطمینانِ خاطر و توانائیِ دماغ و قلب کا مقتضی تھا۔ سنہ ۱۸۵۰ع (۱۲۶۶ھ) تک یہ دونون اسباب میسر رھے اسلئے میرزا صاحب تقریباً اسی زبان مین خامہ فرسائی کرتے رھے۔ لیکن جب سنۂ مذکورہ مین بادشاہِ ظفر نے تاریخ نگاری کی خدمت سپرد کی اور فراغِ خاطر مین کمی ھوگئی، تو میرزا صاحب نے فارسی کیساتھ اردو نثر کو بھی نوازنا شروع کیا۔ سنہ ۱۲۷۱ھ (۱۸۵۴ع) مین ذوق کا انتقال ھوا تو اصلاحِ کلام بھی میرزا صاحب کے سپرد کیگئی، اور یہ فرصت سے بالکل محروم ھوگئے، جسکے سبب مسلکِ فارسی کی گامزنی کیلئے اور کم وقت میسر آنے لگا اور اردو کو مزید غلبہ حاصل کرنیکا موقع ملا۔[۲] سنہ ۵۷ع کے بعد ھجومِ مصائب و آلام نے اطمینانِ خاطر کا قطعی خاتمہ کردیا۔ نیز افکار کی زیادتی اور معاشی پریشانی کے سبب رفتہ رفتہ امراض مستولی ھوتے گئے۔ اب اردو نہایت سرعت کیساتھ انکی انشا پر چھانے لگی، تا آنکہ سنہ ۱۲۷۸ھ (۱۸۶۱ع) مین میرزا صاحب کو عزم کرنا پڑا کہ آیندہ فارسی مین نظم و نثر کچھ نہ لکھین گے۔ لیکن اس عہد کی عملی تکمیل سنہ ۱۸۶۵ع مین ھوئی۔

(۱) انشای نورچشم، ص ۵۱

(۲) میرزا صاحب نی سنہ ۵۷ع سی پہلی سید غلام حسنین قدر بلگرامی کو اپنی مصروفیت کا حال لکھا ھی۔ فرماتی ھین: «رھا جواب کا لکھنا۔ کاش آپ یہان ھوتی اور میرا حال دیکھتی۔ ھر روز صبح کو قلعہ جانا اور دوپہر کو آنا۔ بعد کھانا کھانی کی حضرت کی مسودون کا درست کرنا۔ احباب کی خط لکھنی کی فرصت بہت کم ھاتھ آتی ھی» (اردوی معلی لاھور ایڈیشن ضمیمۂ سرخوش)۔ یہ اردو خطوط کی جوابات کی متعلق معذرت ھی۔ ایسی حالت مین فارسی نگاری کی مہلت ملنی کی امید رکھنا کسطرح قرین صواب ھوسکتا ھی۔

چنانچہ آج ہمارے پاس سنۂ مذکورہ کے بعد کی فارسی تحریرین کالمعدوم ہین.

مجہپر اردو کی فرمایش

میرزا صاحب اپنے عہد کے ممتاز فارسی ادیب تھے، اور اکثر اربابِ علم و فضل کیطرح اسی کو سرمایۂ نازش و افتخار خیال کرتے تھے. جب بعض معاصرین نے اپنی اردو شاعری کے بل بوتے پر انکی ہمسری کا دعوی کیا، تو انھین اپنے کلامِ اردو کی تمام خوبیون سے قطعِ نظر کرکے میدانِ سخن کے ان یکّہ تازون سے کہدینا پڑا:

« فارسی بین، تا به بینی نقشهای رنگ رنگ * بگزر از مجموعهٔ اردو که بیرنگ منست
راست میگویم من، و از راست سر نتوان کشید * هرچه در گفتار فخر تست آن ننگ منست » (۱)

میرزا صاحب کا یہ خیال نظمِ اردو ھی تک محدود نہ تھا. وہ نثرِ اردو کو بھی اپنے پایۂ کمال سے فروتر جانتے تھے. چنانچہ منشی شیونراین اکبرآبادی کے توسط سے ھنری اسٹوارٹ ریڈ صاحب نے نثرِ اردو کی فرمایش کی، تو میرزا صاحب نے منشی صاحب کو لکھا:

« مگر بھائی تم غور کرو، اردو مین مین اپنی قلم کا زور کیا صرف کرونگا، اور اوس عبارت مین معانی نازک کیونکر بھرونگا. » (۲)

انھین کو دوبارہ لکھا ھے:

« جناب ریڈ صاحب صاحی کرتی ھین. مین اردو مین اپنا کمال کیا ظاھر کرسکتا ھون. اوس مین گنجایش عبارت آرائی کی کہان ھو. بہت ھوگا تو یہ ھوگا کہ میرا اردو بہ نسبت اورون کی اردو کے فصیح ھوگا. » (۳)

سہ بارہ پھر انھین کو لکھا ھے:

« میان! اردو کیا لکھون. میرا یہ منصب ھی کہ مجہپر اردو کی فرمایش ھو. » (٤)

نظم و نثر سہل ممتنع ھی

لیکن اسکے باوجود میرزا صاحب یہ ضرور جانتے تھے کہ اونکا کلام، نظم ھو یا نثر، حسن وخوبی کے اوس درجہ پر پہنچ چکا ھے، جیسے علمای

(۱) کلیات نظم فارسی، ص ۱۳ (۲) اردوی معلی، ص ۳٦۳
(۳) ایضاً، ص ۳٦٦ (٤) ایضاً، ص ۳٦۷

بلاغت « سہلِ ممتنع » کہتے ہین . چنانچہ خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کے ایك خط کے جواب مین لکھتے ہین :

« پیر و مرشد ! .... سہل ممتنع اوس نظم و نثر کو کہتی ہین کہ دیکھنے مین آسان نظر آئے اور اوسکا جواب نہوسکے . بالجملہ سہل ممتنع کمال حسن کلام ہے ، اور بلاغت کی نہایت ہے . ممتنع درحقیقت ممتنع النظیر ہے . شیخ سعدی کی بیشتر فقری اس صفت پر مشتمل ہین . اور رشید وطواط وغیرہ شعرای سلف نظم مین اس شیوہ کی رعایت منظور رکھتی ہین . خود ستائی ہوتی ہے . سخن فہم اگر غور کریگا تو فقیر کی نظم و نثر مین سہل ممتنع اکثر پائیگا . » (۱)

جہانتك میرزا صاحب کی نثرِ اردو کا تعلق ہے واقعہ یہ ہے کہ وہ شیخِ سعدی کی گلستان کیطرح بظاہر اسقدر سہل معلوم ہوتی ہے کہ انسان سمجھتا ہے مین بھی ایسا لکھ سکتا ہون ؛ مگر جب لکھنے بیٹھتا ہے تو ایك جملہ بھی نہین لکھ سکتا . اور یہی کلام کی خوبی و کمال کی آخری حد ہے ، جس تك رسائی کیلئے زورِ دماغ سے زیادہ بخششِ معنوی کی ضرورت ہے .

برتری کا پہلا سبب . استعداد فارسی

میرزا صاحب کی اردو نثر کی برتری و دلچسپی کے متعدد اسباب ہین ، جن مین سب سے اہم یہ ہے کہ میرزا صاحب ادبِ فارسی کے بے بدل ماہر تھے . اونھون نے زبانِ فارسی کے وہ تمام محاسن ، جو کئی ہزار نادرہ کار دماغون کی گیارہ سو برس کی سعی و جانفشانی سے بہم پہنچے تھے ، اردو جیسی کم عمر و تہی مایہ زبان کے دامن مین بھر دئے . اگر وہ فارسی کے بلند پایہ ادیب نہوتے ، تو اپنے کلامِ اردو مین اسقدر جدّت ، شیرینی اور تناسب پیدا نکرسکتے . اور نہ یہ ممکن تھا کہ اس زمانہ مین ، جبکہ تسکینِ ذوقِ ادب کے لئے روزانہ نیا میدان تلاش کیا جا رہا ہے ، اور تقریباً ہر سال اردو انشا کا طرزِ ادا بیرونی ادبیات سے نئے اثرات قبول کرتا جاتا ہے ، میرزا صاحب کا کلام زبانِ اردو مین پائیدار حیثیت حاصل کرسکتا . یہ در اصل زبانِ فارسی کی دولتِ بے پایان تھی ، جو میرزا صاحب کی انشا کو میسر آگئی ہے . اسی

(۱) عود ، ص ۱٤۰

کے سہارے میرزا صاحب کی حیاتِ ادبی کی بقا ھے، جو اوسوقت تك ممات سے مبدل نہین ھوسکتی جبتك اردو زبان بھی فارسی کے برابر قدیم اور ترقی یافته نہو جائے.

دوسرا سبب. خطوط سے تفریح

میرزا صاحب کی کامیابی کا دوسرا سبب یه ھے که اردو مکاتبت اونکے تفریحی مشغلون کا جزو بنگئی تھی. وہ جو کچھ لکھتے تھے اپنا اور مکتوب الیہ کا دل بہلانے کی خاطر لکھا کرتے تھے. قدرت نے ظریف طبیعت عطا کی تھی، اسلئے خطوط سے خود لطف اوٹھانے اور دوسرون کیلئے سامانِ انبساط مہیا کرنے مین اونہین خاطر خواہ کامیابی بھی ھوئی. لیکن غدر سنه ۵۷ع کے بعد تمام مشاغل مین سے صرف اسی ایك مشغله پر انحصار کرنا پڑا. یه دور اھلِ ھند کیلئے عموماً اور دھلی کیلئے خصوصاً سخت ابتلا و مصائب کا دور تھا، جس نے اعزا و احباب کی بڑی تعداد کو موت کے گھاٹ اوتار کر بقیه اصحاب کو شہر بدر کردیا تھا، اور میرزا صاحب ھندوستان کے برِ اعظم مین اپنے آپکو یکه و تنہا محسوس کرنے لگے تھے. اسلئے اس عہدِ افسردگی کو فرحت و انبساط کیساتھ گزارنے کی یہی ایك ترکیب باقی تھی که جو دو چار دوست آشنا رھگئے تھے اون سے خط و کتابت کا سلسله جاری رکھا جائے. اسطرح اپنا غم اونہین سنانے اور اونکا فسانه خود سننے کا موقع ملیگا اور کچھ غم غلط ھوجایا کریگا. چنانچہ میرزا صاحب نے یہی کیا. اور یہی میر مہدی مجروح، میرزا تفته، خواجه غلام غوث خان بہادر بیخبر اور چند دیگر اصحاب سے کثرتِ مراسلت کا باعث بھی تھا. ان مین سے جسکا خط آتا اوسکو جواب، اور جسکا نه آتا اوسکو شکوہ و عتاب لکھتے رھتے. اس زمانے مین ایکبار ھرگوپال تفته نے کوتاہ قلمی سے کام لیا، اور ایك ماہ تك کوئی نیازنامه نه بھیجا، تو میرزا صاحب نے ۱۹ جون سنه ۵۸ع کو پر حسرت انداز مین لکھا:

«کیون صاحب؟ مجہہ سی کیون خفا ہو؟ آج مہینا بہر ہوگیا ہوگا، یا بعد دو چار دن کی ہوجائیگا، کہ آپکا خط نہین آیا. انصاف کرو کتنا کثیرالاحباب آدمی تھا. کوئی وقت ایسا نہ تھا کہ میری پاس دو چار دوست نہوتی ہون. اب یارون مین ایک شیو جی رام برہمن اور بالمکند اوسکا بیٹا یہ دو شخص ہین کہ گاہ گاہ آتی ہین. اس سی گزرکر لکھنو اور کالپی اور فرخ آباد اور کس کس ضلع سی خطوط آتی رہتی تھی. اون دوستون کا حال ہی نہین معلوم کہ کہان ہین اور کسطرح ہین. وہ آمد خطوط کی موقوف. صرف تم تین صاحبون کی خط کی آنی کی توقع. اوس مین وہ دونون صاحب گاہ گاہ. ہان ایک تم کہ ہر مہینی مین ایک دو بار مہربانی کرتی ہو. سنو صاحب اپنی پر لازم کر لو ہر مہینی مین ایک خط مجکو لکہنا. اگر کچھ کام آپڑا دو خط تین خط، ورنہ صرف خیر وعافیت لکہی اور ہر مہینی مین ایکبار بھیجدی.» (۱)

اسکے بعد پھر تفتہ سے تاخیر ہوئی، تو میرزا صاحب نے ۱۳ نومبر سنہ ۵۸ع کو مزاحاً تحریر کیا:

«کیون صاحب؟ کیا یہ آئین جاری ہوا ہی کہ سکندرآباد کی رہنی والی دلی کی خاک نشینون کو خط نہ لکہین؟ بھلا اگر یہ حکم ہوا ہوتا تو یہان بھی تو اشتہار ہوجاتا کہ زنہار کوئی خط سکندرآباد کو یہان کی ڈاک مین نہ جاوی.» (۲)

لیکن میرزا تفتہ نے اسکے بعد بھی تساہل سے کام لیا، تو میرزا صاحب نے ۷ دسمبر سنہ ۵۸ع کو لجاجت سے لکھا:

«کیون صاحب؟ روٹھی ہی رہوگی یا کبھی منوگی بھی. اور اگر کسی طرح نہین منتی تو روٹھنی کی وجہ تو لکھو. مین اس تنہائی مین صرف خطون کی بھروسی جیتا ہون. یعنی جسکا خط آیا. مین نی جانا کہ وہ شخص تشریف لایا. خدا کا احسان ہی کہ کوئی دن ایسا نہین ہوتا جو اطراف و جوانب سی دو چار خط نہین آرہتی ہون. بلکہ ایسا بھی دن ہوتا ہی کہ دو دو بار ڈاک کا ہرکارہ خط لاتا ہی. ایک دو صبح کو اور ایک دو شام کو. میری دلگی ہو جاتی ہی دن اونکی پڑھنی اور جواب لکھنی مین گزر جاتا ہی. یہ کیا سبب دس دس بارہ بارہ دن سی تمہارا خط نہین آیا. یعنی تم نہین آئی. خط لکھو صاحب. نہ لکھنی کی وجہ لکھو. آدھ آنی مین بخل نکرو. ایسا ہی ہی تو بیرنگ بھیجو.» (۳)

لفافی بناکر دل پہلاتی

اس زمانہ مین میرزا صاحب غم غلط کرنے کے اسقدر درپے تھے کہ جب خط و کتابت کے بعد بھی وقت بچ رہتا تو آیندہ مراسلت کیلئے لفافے

---

(۱) اردوی معلی، ص ۷۳ (۲) ایضاً، ص ۵٤ (۳) ایضاً، ص ۸۱

بنانے لگتے ۔ چنانچه اپنے ایك دوست منشی نبی بخش کے مکتوب مورخۂ ۲۲ ستمبر سنه ۵۸ع مین لکھتے هین :

« الله ! الله ! یه دن بهی یاد رهین گے ۔ خط سے خط لکھے گئے هین ۔ مجکو اکثر اوقات لفافے بنانے مین گزرتے هین ۔ اگر خط نه لکھونگا تو لفافے بناؤنگا ۔ » (۱)

منشی شیو نراین اکبر آبادی کو یه لفافے دیکھکر خیال پیدا هوا که میرزا صاحب تنگدستی کی وجه سے ساده لفافے بازار سے نهین خرید سکتے۔ یه سوچکر اونهون نے کچھ لفافے بهیجے ، اور بذریعۂ تحریر ارسال کی اطلاع دی ۔ اسکے جواب مین میرزا صاحب نے لکھا :

« لفافون کی خبر پهنچی ۔ آپ نے کیون تکلیف کی ؟ لفافے بنانا دل کا بهلانا هے ۔ بیکار آدمی کیا کرے ۔ بهر حال جب لفافے پهنچ جائینگے هم آپکا شکر بجا لائینگے ۔ هرچه از دوست میرسد نیکوست ۔ » (۲)

تیسرا سبب ۔ خط نهین باتین

تیسرا سبب یه هے که میرزا صاحب نے تحریر کو تقریر کا پیرایه دیدیا تھا ۔ وه جب کسی دوست کو خط لکھتے ، تخاطب مین وهی انداز اختیار کرتے جو مکتوب الیه سے ملاقات کیوقت زیبا هوتا ۔ اور چونکه هر شخص گفتگو مین سادگی ، برجستگی اور ظرافت پسند کرتا هے ، اور یه سب خوبیان انکی تقریر مین موجود تهین ، اسلئے انکی تحریر مین بهی وهی دلچسپی نظر آتی تهی ، جو تقریر مین تهی ۔ در اصل میرزا صاحب اس قسم کی مراسلت اختیار کرنے پر مجبور بهی تھے ۔ انهین دور افتاده دوستون کو اپنی پریشانیان سنانی تهین ۔ اگر یه پریشانیان قدیم انداز تحریر کے لباس مین جلوه گر هوتین ، تو مکتوب الیهم بهت جلد اوکتا جاتے ، اور میرزا صاحب کو مراسلت کا زیاده موقع نه ملتا ۔ لهذا انهون نے اپنے تمام خطوط کو مکالمه بنا کر اوس مین طبعی ظرافت کی تخم ریزی کی ، جسکے سبب سے احباب ان کے خطون کے انتظار مین رها کرتے اور اجنبی اصحاب طرح طرح سے سلسلۂ مراسلت شروع کرنے کی کوشش کرتے ۔

(۱) اردوی معلی ، ص ۲۷۲ (۲) ایضاً ، ص ۳٤۹

چونکه میرزا صاحب نے یه طریقه جان بوجھکر اختیار کیا تھا ، اسلئے جب انھین اسکی کامیابی کا یقین آ گیا تو اسکی ایجاد کو فخراً اپنی ذات کیطرف منسوب بھی کیا ھے۔ مرزا حاتم علی مہر کے نام کے ایك خط مین فرما تے ھین :

« مرزا صاحب ! مین نے وہ انداز تحریر ایجاد کیا ھے که مراسله کو مکالمه بنا دیا ھے ۔ ھزار کوس سے بزبان قلم باتین کیا کرو ۔ ھجر مین وصال کے مزے لیا کرو ۔ » (۱)

میرزا تفته کو لکھا ھے :

« بھائی ! مجھ مین تم مین نامه نگاری کاھے کو ھے ، مکالمه ھے ۔ » (۲)

منشی نبی بخش صاحب کو تحریر کیا ھے :

« بھائی ! مجکو اس مصیبت مین کیا ھنسی آتی ھے ، که یه ھم تم اور مرزا تفته مین مراسلت گویا مکالمت ھوگئی ھے ۔ روز باتین کرتے ھین ۔ الله ! الله ! یه دن بھی یاد رھینگے ۔ خط سے خط لکھے گئے ھین ۔ ... غنیمت ھے که محصول آدھه آنه ھے ۔ ورنه باتین کرنیکا مزہ معلوم ھوتا ۔ » (۳)

حکیم غلام نجف خان کے خط کے آخر مین لکھا ھے :

« اسوقت جی تم سے باتین کرنیکو چاھا ۔ جو کچھ دل مین تھا وہ تم سے کہا ۔ » (٤)

نواب انورالدوله بہادر کیخدمت مین بھی اسیطرح عرض کیا ھے :

« پیر و مرشد ! یه خط لکھنا نہین ھے ۔ باتین کرنی ھین ۔ » (۵)

انھین کو ایك خط کے آخر مین لکھتے ھین :

« اب مین حضرت سے باتین کرچکا ۔ خط کو سرنامه کرکے کہار کو دیتا ھون ۔ » (٦)

خواجه غلام غوث خان بہادر بیخبر کو لکھا ھے :

« اسی افسردگی مین جی چاھا که حضرت سے باتین کرون ۔ باآنکه خط جواب طلب نه تھا جواب لکھنے لگا ۔ » (۷)

میرزا صاحب احباب سے بھی اسی طرح کی مراسلت کے امیدوار تھے ۔ اسلئے کوئی اونکے تتبع مین مراسله کو مکالمه کا رنگ دیدیتا تو تعریف کیا کرتے ۔ ایکبار مرزا تفته نے خط لکھا ۔ میرزا صاحب کو اوسکا پیرایهٔ بیان بیحد پسند آیا ۔ چنانچه اظہارِ خوشنودی کیلئے اونھین لکھتے ھین :

« جیتے رھو اور خوش رھو ۔ ... زیادہ خوشی کا سبب یه که تم نے تحریر کو تقریر کا پرداز دیدیا تھا ۔ » (۸)

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۲۵۸ (۲) ایضاً ، ص ۵۸ (۳) ایضاً ، ص ۲۷۲ (٤) ایضاً ، ص ۲۲٦
(۵) ایضاً ، ص ۳۱۲ (٦) ایضاً ، ص ۲۹۷ (۷) ایضاً ، ص ۲۷٦ (۸) ایضاً ، ص ۱۰٤

میرزا صاحب کی یہ خصوصیت اونکی انشا پر اسقدر چھا گئی تھی کہ دربارِ رامپور کی مراسلت مین بھی ، جو میرزا صاحب کی سنجیدہ ترین مکاتبت ھے ، اسکا اثر نمایان ھے ؛ حتی کہ ایک عریضہ مین میرزا صاحب نے نواب فردوس مکان کو صاف صاف لکھدیا ھے ، کہ

« یہ تحریر نہین . مکالمہ ھی . گستاخی معاف کروا کے اور آپ سی اجازت لیکے بطریق انبساط عرض کرتا ھون ، کہ یہ سوا سو روپیہ ، جو تورہ و خلعت کے نام سی مرحمت ھوی ھین ، مین کال کا مارا اگر یہ سب روپیہ کھا جاؤنگا اور اس مین لباس نہ بناؤنگا ، تو میرا خلعت حضور پر باقی رھیگا یا نہین ؟ » (۱)

مراسلت کا محمد شاھی طرز

میرزا صاحب کے وقت تک اردو فارسی دونون زبانون کی خط و کتابت کا انداز یہ تھا کہ شروع مین بھاری بھرکم القاب و آداب لکھے جاتے ، زان بعد متعلقین کی خیریت کی اطلاع واستفسار ھوتا اور اسکے بعد استعارون تشبیھون اور کنایون کے پردے مین دو چار مطلب لکھکر عربی یا فارسی دعائیہ جملے پر خط ختم کردیا جاتا . میرزا صاحب ابتدا سے اس روش کو ناپسند کرتے تھے . وہ چاھتے تھے کہ مکتوب الیہ کے مناسبِ حال دو چار لفظ کا القاب لکھکر سیدھے سادھے جملون مین اظہارِ مطالب کردیا جائے . « پنج آھنگ » کے دیباچہ مین اس روش سے بیزاری ظاھر کرتے ھوے لکھتے ھین :

« بیگانگی این روش از شیوۂ غالب مستمند نہ چندانست کہ بگفتن نیاز داشتہ باشد . و ادا شناس داند کہ ھنجار من در نگارش این است کہ چون کلک و ورق بکف گیرم مکتوب الیہ را بلفظی کہ فراخور حالت اوست در سر آغاز صفحہ آواز دھم ، و زمزمہ سنج مدعا گردم . القاب و آداب و خیریت گوئی وعافیت جوئی حشو زائد است . و پختگان حشو را دفع نہند . » (۲)

میرزا صاحب نے مراسلت کی اوس روش کا نام جس مین بڑے بڑے القاب و آداب اور حشو و زوائد سے پُر خیریت گوئی و عافیت جوئی کے جملے ھوتے « محمد شاھی روش » رکھا تھا . اور اس سے اسقدر بیزار تھے کہ میر مہدی مجروح کے نام کے ایک خط مین اسکا مضحکہ اوڑایا ھے . فرماتے ھین :

---

(۱) مکاتیب ، ص ۲۹ (۲) کلیات نثر غالب ، ص ۵

«وهان صاحب! تم کیا چاهتی هو؟ مجتهد العصر کی مسوده کو اصلاح دیکر بهیجدیا. اب اور کیا لکهون. تم میری هم عمر نہین جو سلام لکهون. مین فقیر نہین جو دعا لکهون. تمهارا دماغ چل گیا هی. لفافه کو کریدا کرو. مسوده کو بار بار دیکها کرو. پاؤگی کیا؟ یعنی تمکو وه محمد شاهی روشین پسند هین — یهان خیریت هی. وهان کی عافیت مطلوب هی. خط تمهارا بہت دن کی بعد پهنچا. جی خوش هوا. مسوده بعد اصلاح کی بهیجا جاتا هی. برخوردار میر سرفراز حسین کو دینا، اور دعا کهنا. اور هان حکیم میر اشرف علی اور میر افضل علی کو بهی دعا کهنا. لازمهٔ سعادتمندی یه هی که همیشه اسیطرح خط بهیجتی رهو — کیون سچ کهیو اگلون کی خطوط کی تحریر کی یہی طرز تهی؟ هائی کیا اچها شیوه هی! جبتك یون نه لکهو وه خط هی نہین هی. چاه بی آب هی. ابر بی باران هی. نخل بی میوه هی. خانهٔ بی چراغ هی. چراغ بی نور هی. هم جانتی هین تم زنده هو. تم جانتی هو که هم زنده هین. امر ضروری کو لکه لیا. زوائد کو اور وقت پر موقوف رکها. اور اگر تمهاری خوشنودی اوسیطرح کی نگارش پر منحصر هو، تو بهائی ساڑهی تین سطرین ویسی بهی مین نی لکهدین. کیا نماز قضا نہین پڑهتی؟ اور وه مقبول نهوگی؟» (۱)

نواب انور الدوله سعدالدینخان بہادر شفق کو خط لکھا ہے۔ اوس مین القاب و آداب سے آغاز کرنے کے بجائے انتہائی پاکیزہ اندازہ سے اس متعارف طرز کی سبکی اور عدمِ احتیاج کا اظہار کرتے ہین۔ ارشاد ہے:

«کیونکر کهون که مین دیوانه نہین هون؟ هان اتنی هوش باقی هین که اپنی کو دیوانه سمجهتا هون. واه! کیا هوشمندی هی، که قبلهٔ ارباب هوش کو خط لکهتا هون، نه القاب، نه آداب، نه بندگی، نه تسلیم؟ سن غالب! هم تجهسی کهتی هین، بہت مصاحب نه بن. ای ایاز! حد خود بشناس. مانا که تو نی کئی برس کی بعد نو بیت کی غزل لکهی هی اور آپ اپنی کلام پر وجد کر رها هی. مگر یه تحریر کی کیا روش هی؟ پهلی القاب لکه. پهر بندگی عرض کر. پهر هاته جوڑ کر مزاج کی خبر پوچه. پهر عنایت نامه کی آنیکا شکر ادا کر.» (۲)

میرزا صاحب کی روش۔ القاب و آداب

میرزا صاحب کے عہد مین جو روش پسند کیجاتی تهی اوسکے سمجھ لینے کے بعد ضروری ہے کہ خود میرزا صاحب کا اندازِ مراسلت و مکاتبت دریافت کیا جائے۔ سب سے پہلے القاب و آداب کو لیجیے۔ میرزا صاحب کے هان یه اجزا اسقدر مختصر اور متعارف روش سے جدا هین کہ اونهون نے انکے ترك کردینے کا دعوی کردیا ہے۔ فرماتے هین:

«پیر و مرشد! یه خط لکهنا نہین هی. باتین کرنی هین. اور یہی سبب هی که مین القاب و آداب نہین لکهتا.» (۳)

(۱) اردوی معلی، ص ۱۸٦ (۲) ایضاً، ص ۳۱٤ (۳) ایضاً، ص ۳۱۲

در اصل اونهون نے القاب و آداب کا پرانا فرسودہ طریقه ترك كیا تھا. یه نه تھا که مکتوب الیه کے مرتبه کا لحاظ کئے بغیر هر خط کو بغیر القاب و آداب کے شروع کردیتے هون. اونهون نے بزرگ یا بلند مرتبه اصحاب کو جسقدر خط لکھے هین اون سب مین الفاظ اور پرداز کے تنوع کیساتھ یه دونون جزو موجود هین. مثلاً نواب فردوس مکان اور خلد آشیان طاب ثراهما کی خدمت مین جسقدر عرضیان ارسال کی هین اون سب مین بجز ایك کے «حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت. بعدِ تسلیم معروض هے» هوتا هے. صرف چار پانچ عرضیون مین لفظِ (حضرت) ساقط هوگیا هے.

البته بے تکلف احباب یا شاگردون کے نام کے مکاتیب مین تنوع زیاده هے. کبھی تو سرے سے القاب هوتا هی نهین. اور اگر هے تو «میان، برخوردار، بھائیصاحب، سید صاحب، مرزا، میرجان، کیون صاحب، منشی صاحب بنده پرور» یا اور کسی مختصر اور بے تکلف انداز کے الفاظ مین. کبھی کبھی مزاحاً چھوٹون کو بھی «قبله وکعبه، مولانا، یا پیر و مرشد» لکھدیا هے. بعض خطوط ایسے بھی نظر آتے هین جن مین پورا القاب تحریر کیا گیا هے، مگر اوسمین بھی سادگی و بے تکلفی مفقود نهین هوتی هے. مثلاً میر سرفراز حسین صاحب کو لکھتے هین:

«نورچشم راحت جان میر سرفراز حسین جیتے رهو اور خوش رهو.»

یا انهین کو لکھا هے:

«میری جان کی چین میر سرفراز حسین»

مرزا تفته کو تحریر کیا هے:

«میری مهربان، میری جان، مرزا تفته سخندان»

یا

«نور نظر لخت جگر مرزا تفته»

نواب علاء الدینخان بهادر علائی کو لکھتے هین:

«سعادت و اقبال نشان مرزا علاء الدینخان بهادر کو فقیر غالب کی دعا پهنچے.»

یہی حال آداب و تسلیمات کا ہے. نواب میر غلام بابا خان بہادر کو لکھا ہے:

« سلام مسنون الاسلام و دعای دوام دولت و اقبال کے بعد عرض کیا جاتا ہے . »

بعض اصحاب کو لکھدیا ہے: « .... فقیر غالب کا سلام » یا « سلامٌ علیکم » یا « بعـد دعا کے معلوم ہو » یا صرف « آداب » یا زیادہ مزاحیـــه انداز مین « اگر خفا نهون تو دعا اور اگر آزرده هون تو بنـــدگی »، وغیره.

خیریت گوئی و عافیت جوئی

خیریت گوئی سے میرزا صاحب سخت متنفر تھے. وه اس حصـه کو حشو و زوائد شمار کرتے تھے، اسلئے کسی ایک خط مین بھی « یہان خیریت ہے اور آپکی خیریت نیک مطلوب » نہین پایا جاتا. هان مطالب کے ساتھ ساتھ اپنی خیریت کا ذکر اور مکتوب الیـــه کی عافیت کا استفسار کرلیتے، اور اس روش کو « کارِ پختگان » شمار کرتے هین.

اظہار مطالب (۱)

میرزا صاحب کا ادایِ مطالب کا طریقه بالکل ایسا ہے جیسے دو آدمی بالمشافهه بات چیت یا سـوال و جواب کرتے هین. مثـــلاً اونکو یه لکھنا تھا که — محمـد علی بیگ میرے کوٹھے کے نیچے سے گزرا. مینے پوچھا که لوهارو کی سـواریان روانه هوگئین؟ اوسنے کہـا ابھی نہین هوئین. مین نے پوچھا کیا آج جائینگی؟ اسنے کہا آج ضرور جائینگی. تیاری هو رهی ہے — اس مطلب کو اونهون نے اسطرح ادا کیا ہے:

« محمد علی بیگ ادهر سے نکلا. بھئی محمد علی بیگ! لوهـارو کی سواریان روانه هوگئین؟ حضرت ابھی نہین. کیا آج نه جائینگی؟ آج ضرور جائین گی. تیاری هو رهی هے. »

میر مہـدی مجروح کو خط لکھا ہے. اوسمین لکھنا یه ہے که میرنصاحب آئے اور اونسے یه یه باتین هوئین. مگر وه اسطرح نہین لکھتے بلکه اوسکو اسطرح شروع کرتے هین:

---

(۱) اس عنوان کے ماتحت جو کچھ لکھا گیا هے وه مولانا حالی کی یادگار غالب، ص ۱۷۶-۱۹۱ کا بلفظـه خلاصه هے.

« ای میرنصاحب ! السلام علیکم ! حضرت آداب . کہو صاحب آج اجازت ہی میر مہدی کی خط کا جواب لکھنی کی ؟ حضور مین کیا منع کرتا ہون ؟ مگر مین اپنی ہر خط مین آپکی طرف سی دعا لکھدیتا ہون . پھر آپ کیون تکلیف کرین ؟ نہین میرنصاحب ! اوسکی خط کو آئی ہوی بہت دن ہوی ہین . وہ خفا ہوا ہوگا . جواب لکھنا ضرور ہی . حضرت وہ آپکی فرزند ہین . آپ سی خفا کیا ہونگی . بھائی ! آخر کوئی وجہ تو بتلاؤ کہ تم مجھی خط لکھنی سی کیون باز رکھتی ہو ؟ سبحان اللہ ! ای لو حضرت آپ تو خط نہین لکھتی ، اور مجھی فرماتی ہین کہ تو باز رکھتا ہی . اچھا تم باز نہین رکھتی مگر یہ کہو کہ تم کیون نہین چاہتی کہ مین میر مہدی کو خط لکھون ؟ کیا عرض کرون ؟ سچ تو یہ ہی کہ جب آپ کا خط جاتا اور وہ پڑھا جاتا تو مین سنتا اور خط اوٹھاتا . اب جو مین وہان نہین ہون تو نہین چاہتا کہ آپ کا خط جاوی . مین اب پنجشنبہ کو روانہ ہوتا ہون . میری روانگی کی تین دن بعد آپ خط شوق سی لکھیے گا . میان بیٹھو . ہوش کی خبر لو . تمھاری جانی نہ جانی سی مجھی کیا علاقہ ؟ مین بوڑھا آدمی ، بھولا آدمی ، تمھاری باتون مین آگیا ، اور آجتك اوسی خط نہین لکھا . لا حول و لا قوة . »

اسکے بعد میر مہدی سے مخاطب ہو کر اصلِ مطلب لکھتے ہین .

بعضی جگہ مکتوب الیہ کو خطاب کرتے کرتے غائب فرض کرلیتے ہین . یہان تك کہ جو لوگ مرزا کے اندازِ بیان سے واقف نہین وہ اوسکو مکتوب الیہ کا غیر سمجھ لیتے ہین . مثلاً میر مہدی کو لکھتے ہین :

« میر مہدی ! جیتی رہو ! آفرین ! صد ہزار آفرین ! اردو لکھنی کا کیا اچھا ڈھنگ پیدا کیا ہی ، کہ مجھکو رشك آنی لگا ہی . سنو دلی کی تمام مال و متاع و زر و گوہر کی لوٹ پنجاب احاطہ مین گئی ہی . یہ طرز عبارت خاص میری دولت تھی . سو ایك ظالم پانی پت انصاریون کی محلی کا رہنیوالا لوٹ لیگیا . مگر مین نی اوسکو بحل کیا . اللہ برکت دی ! »

مغربی طریقے پر جو قصے لکھے جاتے ہین اونمین اکثر اس قسم کے سوال و جواب ہوتے ہین جیسے کہ مرزا کی تحریرون مین ہم اوپر دکھا چکے ہین . مگر وہان ہر سوال و جواب کے سرے پر سائل اور مجیب کا نام یا اونکے نامون کی کوئی علامت لکھدیجاتی ہے . ورنہ یہ نہین معلوم ہوسکتا کہ سوال کہان ختم ہوا اور جواب کہان سے شروع ہوا ؟ مرزا ایسے موقع پر سائل و مجیب کا نام نہین لیتے ، اور نہ اونکے نام کی علامت لکھتے ہین . مگر سوال یا جواب کے ضمن مین ایك ایسا لفظ لے آتے ہین جس سے صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ سوال کیا ہے اور جواب کیا .

مرزا کی طرزِ تحریر کی جو خصوصیتین اوپر مذکور ہوئین یہ کوئی ایسی چیز نہین ھے کہ اور لوگ اوسکی پیروی نکرسکین. مگر وہ چیز جسنے اونکے مکاتبات کو ناول یا ڈراما سے زیادہ دلچسپ بنا دیا ھے وہ شوخیِ تحریر ھے، جو اکتساب یا مشق و مہارت یا پیروی و تقلید سے حاصل نہین ہوسکتی. ... معلوم ہوتا ھے کہ مرزا خط لکھتے وقت ہمیشہ اس بات کو نصب العین رکھتے تھے کہ خط مین کوئی ایسی بات لکھی جائے کہ مکتوب الیہ اوسکو پڑھکر محظوظ اور خوش ہو. پھر جس رتبے کا مکتوب الیہ ہوتا تھا اوسکی سمجھ اور مذاق کے موافق خط مین شوخیان کرتے تھے. مثلاً اپنے ایک دوست کو خط لکھا ھے. اوسمین اونکی لڑکی کو، جو بچپن مین مرزا کے سامنے آتی تھی، اور اب جوان ہوگئی ھے، بعد دعا کے لکھتے ہین:

«کیون بھئی! اب اگر ہم کول آئین بھی تو تمکو کیونکر دیکھین گی؟ کیا تمھاری ملک مین بھتیجیان چچا سے پردہ کرتی ہین؟»

یا مثلاً نواب امیر الدین احمد خان رئیسِ لوھاروکو اونکے بچپن کے زمانے مین اونکے رقعے کا جواب، جس مین مرزا کو دادا صاحب لکھا تھا، اسطرح لکھتے ہین:

«ای مردم چشم جہان بین غالب! پہلے القاب کے معنی سمجھ لو. یعنی چشم جہان بین غالب کی پتلی. چشم جہان بین تمھارا باپ مرزا علاءالدین احمد خان بہادر، اور پتلی تم. میان تمھاری دادا تو نواب امین الدینخان بہادر ہین. مین تو صرف تمھارا دلدادہ ہون.»

ایک دوست کو دسمبر سنہ ۵۸ ع کی اخیر تاریخون مین خط لکھا ھے. اونھون نے اوسکا جواب جنوری سنہ ۵۹ ع کی پہلی یا دوسری کو لکھ بھیجا. اوسکے جواب مین اونکو اسطرح لکھتے ہین:

«دیکھو صاحب! یہ باتین ہمکو پسند نہین. سنہ ۱۸۵۸ ع کے خط کا جواب سنہ ۱۸۵۹ ع مین بھیجتے ہو. اور مزا یہ کہ جب تم سے کہا جائیگا تو یہ کہوگے کہ مین نے دوسرے ہی دن جواب لکھا ھے.»

الغرض مرزا کے خطوط و رقعات مین ایسے خطوط بہت کم نکلین گے جن مین اس قسم کی ظرافت اور ہنسی کی باتین مندرج نہون. یہانتک کہ رنج و افسردگی

کا بیان بھی اس قسم کی چھیڑ سے خالی نہین ہوتا ۔ منشی نبی بخش مرحوم کو لکھتے ہین :

« بھائیصاحب ! مین بھی تمھارا ہمدرد ہوگیا ۔ یعنی منگل کے دن ۱۸ ربیع الاول کو شام کیوقت میری وہ پھپھی ، کہ مین نے بچپن سے آجتک اوسکو ماں سمجھا تھا ، اور وہ بھی مجکو بیٹا سمجھتی تھی ، مرگئی ۔ آپکو معلوم رہے کہ پرسون میری گویا نو آدمی مرے ۔ تین پھپھیان اور تین چچا اور ایک باپ اور ایک دادی اور ایک دادا ۔ یعنی اس مرحومہ کے ہونے سے مین جانتا تھا کہ یہ نو آدمی زندہ ہین ، اور اوسکے مرنے سے مین نے جانا کہ یہ نو آدمی آج ایکبار مرگئے ۔ »

مرزا نے بعض اردو خطون مین .... مُسَجّع عبارت لکھنے کا التزام کیا ہے ، عربی اور سنسکرت زبان کے سوا اور زبانون کی مسجع نثرون مین عموماً یہ عیب ہوتا ہے ، کہ دوسرے فقرے مین جو پہلے فقرے کی رعایت سے خواہ نخواہ قافیہ تلاش کرنا پڑتا ہے تو اوسمین تصنع اور آورد کا رنگ پیدا ہو جاتا ہے ، اور اسلئے پہلے فقرے کے مقابلے مین دوسرا فقرہ بسبب لزوم ما لا یلزم کے کم وزن ہوجاتا ہے ۔ مگر مرزا کی مسجع نثر مین یہ بات بہت کم دیکھی جاتی ہے ۔ دوسرے فقرے مین تقریباً ویسی ہی بے تکلفی پائی جاتی ہے جیسی پہلے فقرے مین ۔ اور یہ بات اوسی شخص سے بن پڑتی ہے جو باوجود خوش سلیقگی اور لطفِ طبیعت کے شاعری مین غایت درجے کا کمال رکھتا ہو ، اور وزن و قافیہ کی جانچ اور تول مین ایک عمر بسر کرچکا ہو ۔ مگر یہ معلوم رہے کہ مُقَفّٰی عبارت مرزا خاصکر اون خطون مین لکھتے تھے جن سے ہنسی یا ظرافت اور مخاطب کا خوش کرنا مقصود ہوتا تھا ۔

عرایض کا طرز ادا

اگرچہ میرزا صاحب کے عرایض کا طرزِ ادا اون خطون کے مقابلے مین ، جو « اردوی معلی » اور « عودِ ہندی » مین شایع ہو چکے ہین ، با تکلف ہے ، اور یہان وہ رنگا رنگی نہین پائی جاتی جو مذکورہ مجموعون کے خطوط کی جان ہے ، تاہم یہ عرایض بھی اوسی نادرہ کار قلم کے رہینِ منت ہین ، جو

ادبِ اردو کے دامنِ کوتاہ کو سدا بہار پھولون سے بھر چکا ہے ۔ اسلئے ان سرکاری درخواستون مین بھی وہ سادگی ، شوخی اور ظرافت موجود ہے ، جسکے سبب ادایِ مطلب مین میرزا صاحب کی انشا دیگر انشا پردازون کی تحریرون سے گویِ سبقت لیگئی ہے ۔

لیکن یہ محاسن اون خطوط مین زیادہ نمایان ہین ، جن مین حسنِ طلب ہے ۔ چونکہ سرکارِ رامپور میرزا صاحب کی مالی دستگیری کی واحد کفیل تھی ، اسلئے وہ ہر ضرورت کے موقع پر سوال کر بیٹھتے تھے ، اور یہ سوچکر کہ ابھی سابق امداد کو زیادہ زمانہ نہین ہوا ہے ، ہمیشہ ایسے انداز سے سوال کرتے تھے کہ انکار کی گنجایش باقی نرہے ۔ مثلاً نواب فردوس مکان نے اپنے چھوٹے صاحبزادے سید حیدر علیخان بہادر کی شادی کے موقع پر میرزا صاحب کو تورہ اور خلعت کے نام سے ۱۲۵ روپیے نقد ارسال کئے ہین ۔ میرزا صاحب اس روپیہ کو خرچ کرنیکے بعد آیندہ کیلئے سبیل نکالتے ہوے لکھتے ہین :

« یہ تحریر نہین مکالمہ ہی ۔ گستاخی معاف کرواکر اور آپ سی اجازت لیکر بطریق انبساط عرض کرتا ہون ، کہ یہ سوا سو روپی ، جو تورۂ و خلعت کی نام سی مرحمت ہوی ہین ، مین کال کا مارا اگر یہ سب روپیہ کھا جاؤنگا ، اور اس مین لباس نہ بناؤنگا تو میرا خلعت حضور پر باقی رہیگا یا نہین ؟ » (۱)

نواب فردوس مکان کی وفات کے بعد نواب خلد آشیان کی خدمت مین قصیدۂ تہنیت ارسال کیا ہے ۔ یہان سے صلہ مین تاخیر ہوتی ہے ۔ میرزا صاحب کو روپیہ کی ضرورت ہے ، اسلئے نامۂ تقاضائی لکھتے ہین ، اور اوس مین بطور تقاضا ارشاد فرماتے ہین :

« پیر و مرشد ! حضرت فردوس مکان کا دستور تھا کہ جب مین قصیدہ بھیجتا ، اوسکی رسید مین خط تحسین و آفرین کا ، شرم آتی ہی کہتی ہوی مگر کہی بغیر بنتی نہین ، دو سو پچاس کی ہنڈوی اوس خط مین ملفوف عطا ہوا کرتی تھی ۔ .... یہ رسم بری نہین ہی ۔ اگر جاری رہی تو بہتر ہی ۔ » (۲)

(۱) مکاتیب ، ص ۲۹ (۲) ایضاً ، ص ۵۲

ایکسال دلی مین بارش کم اور رامپور مین کافی ہوئی ہے۔ اس سلسلہ مین تحریر فرماتے ہین:

«اگرچہ یہان مینھ اسیقدر برسا ہی کہ جسکی پانی سی زمیندار حاصل فصل ربیع سی ہاتھ دھولین، مگر چونکہ بفرمان ازلی میری رزق کی برات آپ پر ہی، اور آپکی ملک مین بارش خوب ہوئی ہی، ابر رحمت کی شکریہ مین ایک قطعہ ملفوف اس عرضی کی بھیجتا ہون۔ بنظر اصلاح نظم و اصلاح حال ملاحظہ ہو۔» (۱)

نواب خلد آشیان نے جشنِ تخت نشینی مین شرکت کی دعوت دی ہے۔ اسکا شکریہ ادا کر کے لکھتے ہین:

«حضرت کی خدمت مین نہ آؤنگا تو اور کہان جاؤنگا۔ وہ آگ برس رہی ہی کہ طیور کی پر جل رہی ہین۔ بعد آگ کی پانی برسیگا۔ سفر خصوصاً بوڑھی رنجور آدمی کو دونون صورت مین متعذر۔ آفتاب میزان مین آیا، اور ہنگامۂ آتش و آب رفع ہوا، اور مین نی احرام بیت المعمور رامپور باندھا۔» (۲)

ایک مرتبہ نواب خلد آشیان نے اپنی ایک فارسی نثر اصلاح کو بھیجی ہے۔ میرزا صاحب بعض محاورون کی تغلیط کرتے ہین۔ اہلِ دربار بہارِ عجم اور فرہنگِ جہانگیری وغیرہ لغات کے حوالہ سے اس اصلاح کو غلط بتاتے ہین۔ نوابصاحب یہ حوالے نقل کر کے میرزا صاحب سے اصلاح پر نظرِ ثانی کی درخواست کرتے ہین۔ اسکے جواب مین میرزا صاحب نے تحریر کیا ہے:

«مجھی اس امر خاص مین نفس مطمئنہ حاصل ہی۔ مگر دعوی اجتہاد نہین ہی۔ بحث کا طریقہ یاد نہین۔ میان انجو جامع فرہنگ جہانگیری، شیخ رشید راقم فرہنگ رشیدی، عظمای عجم مین سی نہین۔ ہند انکا مولد۔ ماخذ انکا اشعار قدما۔ ہادی انکا انکا قیاس۔ ٹیک چند اور سیالکوٹی مل انکی پیرو۔ سبحان اللہ! ہندی بھی اور ہندو بھی! نور علی نور!!» (۳)

باغِ بےنظیر کی نمایش کا حال اخبار مین پڑھا ہے، اور چاہتے ہین کہ نوابصاحب کو اس جشنِ بینظیر کی مبارکباد دین۔ اس مضمون کو اسطرح ادا فرماتے ہین:

«نمایشگاہ سراسر سور رامپور کا ذکر اخبار مین دیکھتا ہون، اور خون جگر کھاتا ہون، کہ ہای ! مین وہان نہین۔ بالا خانی پر رہتا ہون۔ اوتر نہین سکتا۔ ماناکہ آدمیون نی گود مین لیکر

(۱) مکاتیب، ص ٥٦ (۲) ایضاً، ص ٥٤ (۳) ایضاً، ص ۸۲

اوتارا ، اور پالکی مین بٹھا دیا ۔ کہار چلی ۔ راہ مین نہ مرا اور رامپـور پہنچ گیا ۔ کہارون نی جاکر بینظیر مین میری پالکی رکھدی ۔ پالکی قفس ، اور مین طائر اسیر ۔ وہ بھی بی پر و بال ۔ نہ چل سکون ، نہ پھر سکون ۔ جو کچھ اوپر لکھ آیا ہون ، یہ سب بطریق فرض محال ھی ۔ ورنہ ان امور کی وقوع کی کہان مجال ھی ؟ » (۱)

نواب سکندر زمانی بیگم صاحبہ کی تعزیت کرتے ہوے رقمطراز ہین :

« چاھتا ھون کہ کچھ لکھون ۔ مگر نہین جانتا کہ کیا لکھون ۔ لازم تھا کہ تعزیت نامہ بزبان فارسی و عبارت بلیغ لکھون ۔ آپکو قدمون کی قسم ا دل نی قبول نکیا ۔ آرایش گفتار ، نظماً او نثراً ، واسطی تہنیت کی ھی ، کہ دل کثرت نشاط سی گل کیطرح کھل رھا ھی ۔ طبیعت راہ دیتی ھی ۔ الفاظ ڈھونڈھی جاتی ھین ۔ معنی پیدا کیی جاتی ھین ۔ اب مین نیم مردہ ، دل پژمردہ ، خاطر افسردہ جس باب مین لفظ و معنی فراہم کیا چاھون وہ سراسر طبع کی خلاف ۔ جس بات کا تصور ناگوار ھو اوسکی تذکر سی جی کیون نہ بیقرار ھو ؟ » (۲)

نواب زین العابدین خان بہادر سے خواہش کرتے ہین کہ اپنے نام کا خط سرکار کو دکھا دینا ۔ مگر ساتھ ہی فرماتے ہین :

« لیکن تم سی یہ توقع کیونکر پڑی ؟ کسواسطی کہ تم نی اردو دیوان کی پہنچنی نہ پہنچنی کا حال جنابعالی سی دریافت کرکر کب لکھا ھی ، جو اس بات کا جواب لکھوگی ۔ » (۳)

خاتمہ

میرزا صاحب خط کے آخر مین بالعموم ایك دو دعائیہ لفظ لکھا کرتے تھے ۔ اردوی معلی و عودِ ہندی مین بعض مقامات پر یہ جزو متروك ہوگیا ہے ، یا اپنی خیریت یا دنیا کی بے ثباتی سے متعلق کسی جملہ سے بدل گیا ہے ۔ لیکن عرایض مین کبھی نظر انداز نہین ہوا ۔ ان مین ہمیشہ

« زیادہ حد ادب ۔ تم سلامت رھو ھزار برس ＊ ھر برس کی ھون دن پچاس ھزار »

یا

« تم سلامت رھو قیامت تك ＊ دولت و عز و جاہ روز افزون »

تحریر کیا کرتے تھے ۔ چونکہ اس جزو مین کوئی ادبی خوبی میرزا صاحب کے ہان بھی نہین پائی جاتی ، اسلئے تمثیل و استشہاد بیکار ہوگا ۔

کاتب کا نام

میرزا صاحب کاتب کی شخصیت کا تعین بھی نئے اسلوب سے کرتے تھے ۔

---

(۱) مکاتیب ، ص ۹۲ (۲) ایضاً ، ص ٦٤ (۳) ایضاً ، ص ۱۱۰

ص — الف

عام انشا پردازون کی طرح آخر مین نام لکھنے کا طریقہ اونکے ھان صرف پُر تکلف مراسلت کیساتھ مخصوص تھا . وہ مساویانہ یا بزرگانہ خط و کتابت مین کبھی خط کے شروع یا درمیان مین اسطرح نام لکھتے ھین، کہ مکتوب الیہ کو خیال تك نہین ھوسکتا کہ یہان نام لکھنے سے مقصود کاتب کا تعارف ھے .

مثلاً خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کو لکھا ھے :

« قبلہ ! کبھی آپ کو یہ بھی خیال آتا ھے ، کہ کوئی ہمارا دوست ، جو غالب کہلاتا ھے ، وہ کیا کھاتا پیتا ھے اور کیونکر جیتا ھے ؟ » (۱)

یا مثلاً نواب انور الدولہ بہادر شفق کو تحریر کیا ھے :

« کیونکر کہون کہ مین دیوانہ نہین ھون ؟ ھان اتنی ھوش باقی ھین کہ اپنے کو دیوانہ سمجھتا ھون . واہ ! کیا ھوشمندی ھے کہ قبلۂ ارباب ھوش کو خط لکھتا ھون ، نہ القاب ، نہ آداب ، نہ بندگی ، نہ تسلیم ؟ سن غالب ! ھم تجھ سے کہتے ھین بہت مصاحب نہ بن . » (۲)

اور کبھی آخر مین نام لکھتے ھین ، جو بیشتر تو اونکا تخلص « غالب » ھوتا ھے ، اور تنہا یا کسی ھمقافیہ فقرہ کیساتھ آتا ھے . مثلاً

« بندۂ علی ابن ابیطالب آرزومند مرگ غالب ، نجات کا طالب غالب ، عفو جرم کا طالب غالب ، داد کا طالب غالب ، اس خط کی رسید کا طالب غالب ، ترحم کا مستحق اور تفقد کا طالب غالب ، وغیرہ »

لیکن بعض خطوط مین اصلی نام « اسد اللہ خان » یا « اسد اللہ » یا صرف « اسد » یا « اسد اللہ خان غالب » یا « اسد اللہ غالب » بھی لکھا ھے ، نواب فردوس مکان کے نام کے ایك عریضہ مین « اسد اللہ » کیساتھ بھی ایك ھمقافیہ فقرہ استعمال کیا ھے . فرماتے ھین :

« عرضداشت ھوا خواہ اسد اللہ . » (۳)

متعدد خطوط مین میرزا صاحب نے یہ جزو ترك کردیا ھے . ان مین چند ایسے ھین جن مین کنایۃً نام آگیا ھے . مثلاً نواب علاء الدین احمد خان بہادر کو لکھتے ھین :

« تاریخ اوپر لکھی آیا . نام اپنا بدلکر مغلوب رکھ لیا ھے . » (۴)

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۲۷۴ (۲) ایضاً ، ص ۳۱۴ (۳) مکاتیب ، ص ۴ (۴) اردوی معلی ، ص ۳۹۵

انہی کو دوسرے خط مین لکھا ہے :

« دن تاریخ صدر مین لکھ آیا ہون . کاتب کا نام غالب ہی کہ دستخط سی پہچان جاؤ . » (۱)

ایك اور خط مین تحریر کیا ہے :

« ٦ دسمبر سنه ١٨٦٥ ع کی بدھ کا دن صبح کی آٹھ بجا چاہتی ہین . کاتب کا نام غالب ہی کہ تم جانتی ہوگی . » (۲)

چودھری عبد الغفور سرور کو بالکل نئے انداز سے لکھا ہے :

« کاتب وہی ہی جو لفافۂ ملفوفه کا مکتوب الیه ہو . » (۳)

باقی جن خطوطون مین نام سرِ دست موجود نہین ہے اونکے متعلق یه سمجھنا چاہیے کہ یا تو ناقلون نے نقل کرتے وقت نام چھوڑ دیا اور یا آخر مین نام کے بجائے « غالب » نقش کی مہر ثبت تھی ، جو نقل کرنے سے رہ گئی. ورنه مین نے جسقدر میرزا صاحب کے سرکاری اور نجی خطوط دیکھے ہین اون مین سے ایك بھی نام یا مہر سے خالی نہین ہے .

تاریخ کتابت خطوط

میرزا صاحب خط کی تاریخ بھی ہمیشه ایك انداز سے نہین لکھا کرتے تھے . اونکی تنوع پسند طبیعت اس خشك جزوِ مکتوب مین بھی نئے نئے شگوفے کھلاتی ، اور وہ کبھی آغاز مین کبھی درمیان مین اور کبھی آخر مین تاریخ ثبت کرتے . تاریخ کے ساتھ ساتھ بعض وقت دن گھڑی اور سال بھی تحریر کرتے تھے . انگریزی و ھجری تاریخون مین سے اونکے ہان بسا اوقات صرف انگریزی یا صرف ھجری اور کبھی کبھی دونون پائی جاتی ہین . مگر سنین لکھنے کا التزام کم اور علامتِ ھجری و عیسوی کا التزام کمتر ہے .

آغاز کی تاریخ

میرزا صاحب موجودہ یوروپین طرز کے مطابق القاب وآداب سے قبل تاریخ بہت کم لکھتے تھے . اونکے ہان القاب کے بعد آغازِ مطلب مین تاریخ زیادہ ہوتی ہے . چنانچه میر مہدی مجروح کو لکھتے ہین :

---

(۱) اردوی معلی ، ص ٤٣٤ (۲) ایضاً ، ص ٤٤٢ (۳) ایضاً ، ص ۱۳۳

« میان! آج یکشنبہ کا دن ساتوین فروری کی اور شاید بائیسوین جمادی الثانی کی ھی ۔ دو پہر کی وقت شیخ مشرف علی رھنی والی استاد حامد کی کوچہ کی میری پاس آئی ، اور اونھون نی تمھارا خط لکھا ہوا ۱۵ جمادی الثانی کا دیا ۔ » (۱)

یوسف مرزا صاحب کو لکھا ھے :

« آؤ صاحب ! میری پاس بیٹھ جاؤ ۔ آج یکشنبہ کا دن ھی ساتوین تاریخ رمضان کی اور اونیسوین اپریل کی ۔ » (۲)

مرزا تفتہ کو تحریر کرتے ھین :

« آج منگل کی دن پانچوین اپریل کو تین گھڑی دن رھی ڈاك کا ہرکارہ آیا ۔ » (۳)

نواب علاء الدین احمد خان بہادر کو لکھا ھے :

« چار شنبہ ۱۸ مئی ... بقول عوام باسی عید کا دن صبح کا وقت ۔ » (٤)

نواب انور الدولہ بہادر کو لکھتے ھین :

« خداوند نعمت ! آج دو شنبہ ٦ رمضان کی اور ۱۵ فروری کی ھی ۔ اسوقت کہ بارہ پر تین بجی ھین ، عطوفت نامہ پہنچا ۔ » (۵)

خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کو تحریر کیا ھے :

« جنابعالی ! آج دو شنبہ ۳ جنوری سنہ ۱۸۵۹ کی ھی ۔ پہر دن چڑھا ہوگا کہ ابر گھر رھا ھی ۔ ترشح ہورھا ھی ۔ ھوا سرد چل رھی ھی ۔ پینی کو کچھ میسر نہین ۔ ناچار روٹی کھائی ھی ۔ » (٦)

وسط کی تاریخ

مطالب کے ضمن مین میرزا صاحب تاریخ اسطرح لکھتے ھین کہ بظاھر پڑھنے والے کو تاریخ نویسی کا خیال نہین گزرتا ۔ بلکہ تاریخ بھی منجملۂ مطالب معلوم ھوتی ھے ۔ مثلاً نواب علاء الدین احمد خان بہادر کو لکھا ھے :

« تمھاری پاس جو قاطع برھان پہنچی ھی اگر چھاپی کی ھی تو صحیح ھی ۔ جہان تردد ھو غلطنامۂ ملحقہ مین دیکھ لو ۔ زیادہ انکشاف منظور ھو مجھ سی پوچھ لو ۔ اور اگر قلمی ھی تو درجۂ اعتبار سی ساقط ھی ۔ اوسکو میری تالیف نہ سمجھو ۔ بلکہ مجکو مول لیلو اور اوسکو پھاڑ ڈالو ۔ آج یوم الخمیس ۱۹ جون المبارك بارہ پر تین بجی تمھارا خط آیا ۔ اودھر پڑھا ، ادھر جواب لکھنے بیٹھا ۔ یہانتك لکھ چکا تھا کہ شیخ شہاب الدین سہروردی آئی ۔ تمھارا خط اونکو دیا ۔ وہ پڑھ رھی ھین ۔ ھم لکھ رھی ھین ۔ ابر آیا ھوا ھی ۔ ھوا سرد چل رھی ھی ۔ » (۷)

شاہ عالم صاحب مارھروی کو تحریر کیا ھے :

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۱۵٦ (۲) ایضاً ، ص ۳۳۰ (۳) ایضاً ، ص ٤۵ (٤) ایضاً ، ص ٤٤٦
(۵) ایضاً ، ص ۲۹۵ (٦) ایضاً ، ص ۲۷۵ (۷) ایضاً ، ص ٤۱۲

« یای تحتانی لکھہ چکا تھا کہ ایك چپراسی آیا ، اور اوسنی خط تمہاری نام کا ٹکٹ لگا ہوا دیا اور کہا کہ ڈپٹی صاحب نی سلام کہا ھی اور یہ خط دیا ھی ۔ اب مین یہ خط اپنا مع اونکی خط کی ڈاك گھر مین بھیجتا ہون ۔ صبح کا وقت یکشنبہ کا دن ۸ صفر اور ۲۵ اگست کی ھی ۔ ڈپٹی صاحب چاندنی چوك حافظ قطب الدین سوداگر کی حویلی مین رہتی ھین ۔ » (۱)

میر مہدی مجروح کو لکھتے ھین :

تمہاری شکایتہای بیجا کا جواب یہ ھی کہ تم نی جو خط مجکو پانی پت سی بھیجا تھا ، اور کرنال کی روانگی کی اطلاع دی تھی ، مین نی تجویز کرلیا تھا کہ جب کرنال سی خط آئیگا تو مین جواب لکھونگا . آج شنبہ ۱۵ اکتوبر صبح کا وقت ، ابھی کھانا پکا بھی نہین ، تبرید پی کر بیٹھا تھا کہ تمہارا خط آیا اور پڑھا اور یہ جواب لکھا . » (۲)

خاتمہ کی تاریخ

خاتمہ کی تاریخ مین بھی میرزا صاحب موجودہ رسمِ تحریر کی مخالفت کرتے نظر آتے ھین ۔ اونکے ہان آخری تاریخ کا مذکور بھی ضمنِ مطالب مین ہوتا ھے ۔ البتہ عرایض مین دو چار مقامات کے علاوہ ہر جگہ خط ختم کرنیکے بعد نام سے قبل یا بعد تاریخ ثبت کی ھے ۔ مثلاً مرزا حاتم علی مہر کو لکھا ھے :

« دو شنبہ کا دن ۲۰ دسمبر کی صبح کا وقت ھی ۔ انگیٹھی رکھی ہوئی ھی ۔ آگ تاپ رہا ہون ، اور خط لکھہ رہا ہون ۔ یہ اشعار یاد آگئی ۔ تمکو لکھہ بھیجی ۔ والسلام ۔ » (۳)

منشی حبیب اللہ خان ذکا کو تحریر کیا ھے :

« جواب خط کا طالب غالب ۔ سہ شنبہ از روی جنتری ۲٦ اور از روی رویت ۲۵ رجب سنہ ۱۲۸۳ ھ اور ٤ دسمبر سنہ ۱۸٦٦ ع ۔ » (٤)

نواب علاء الدین احمد خان بہادر کو لکھتے ھین :

« ٦ دسمبر سنہ ۱۸٦۵ ع کی بدھ کا دن صبح کی آٹھہ بجا چاھتی ھین ۔ کاتب کا نام غالب ھی کہ تم جانتی ہوگی ۔ » (۵)

انہی کو لکھتے ھین :

« ... مرقومۂ شنبہ یکم جون وقت صبح چھہ بجی سات کی عمل مین ۔ » (٦)

خاتمہ مین اعادۂ تاریخ

کبھی کبھی میرزا صاحب آغاز مین تاریخ لکھدینے کے بعد خاتمہ مین

(۱) اردوی معلی ، ص ۲۰۲ (۲) ایضاً ، ص ۱۸۰ (۳) ایضاً ، ص ۲٦۷
(٤) ایضاً ، ص ٤۳ (۵) ایضاً ، ص ٤٤۲ (٦) ایضاً ، ص ٤۰۸

اوسکا دوبارہ اجمالی ذکر کرتے ھین۔ مثلاً نواب علاء الدین احمد خان بہادر کو لکھا ھے:

«دن تاریخ اپنا نام آغاز کتابت مین لکھ آیا ھون۔ اب ارسال جواب کی تاکید کی سوا اور کیا لکھون۔» (١)

انہی کو ایک اور خط مین لکھتے ھین:

«دن تاریخ صدر مین لکھ آیا ھون۔ کاتب کا نام غالب ھی کہ دستخط سی پہچان جاؤ۔» (٢)

انہی کو سہ بارہ تحریر کیا ھے:

«تاریخ اوپر لکھ آیا۔ نام اپنا بدلکر مغلوب رکھ لیا ھی۔» (٣)

وقت کتابت کا ماحول

بعض اوقات میرزا صاحب تاریخ کے علاوہ خط لکھتے وقت کی حالت کا نقشہ بھی مکتوب الیہ کی نگاھون کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کرتے، تا کہ مکتوب الیہ یہ محسوس کرکے کہ خود میرزا صاحب کے پاس بیٹھا ھوا اونکی زبان سے مکتوبہ واقعات سن رھا ھے، مطالبِ خط سے زیادہ لطف اندوز ھو۔ مثلاً گرمی کا موسم ھے۔ رامپور کے پہلے سفر سے واپس دلی پہنچے ھین۔ میر مہدی مجروح کی فرمایش پر رودادِ سفر لکھی ھے۔ اسکے آخر مین فرماتے ھین:

«کوٹھری مین بیٹھا ھون۔ ٹٹی لگی ھوئی ھی۔ ھوا آرھی ھی۔ پانی کا جھجر دھرا ھوا ھی۔ حقہ پی رھا ھون۔ یہ خط لکھ رھا ھون۔ تم سی باتین کرنی کو جی چاھا۔ یہ باتین کرلین۔» (٤)

برسات کے موسم مین خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کو تحریر کرتے ھین:

«پہر دن چڑھا ھوگا کہ ابر گھر رھا ھی۔ ترشح ھو رھا ھی۔ ھوا سرد چل رھی ھی۔ پینی کو کچھ میسر نہین۔ ناچار روٹی کھائی ھی۔

افقھا پر از ابر بہمن مہی * سفالینہ جام من از می تہی

غمزدہ و دردمند بیٹھا تھا کہ ڈاک کا ھرکارہ تمھارا خط لایا۔» (٥)

نواب انور الدولہ بہادر کو لکھتے ھین:

---

(١) اردوی معلی، ص ٤٤٨ (٢) ایضاً، ص ٤٣٤ (٣) ایضاً، ص ٣٩٥
(٤) ایضاً، ص ١٦٢ (٥) ایضاً، ص ٢٧٥

«پیر و مرشد! شب رفته کو مینھ خوب برسا. ہوا مین فرط برودت سی گزند پیدا ہوگیا. اب صبح کا وقت ہی. ہوا ٹھنڈی بےگزند چل رہی ہی. ابر تنك محیط ہی. آفتاب نکلا ہی؛ پر نظر نہین آتا ہی.» (۱)

انہی کو ایك اور خط مین لکھا ہے:

پیر و مرشد! ۱۲ بجی تھی. مین ننگا اپنی پلنگ پر لیٹا ہوا حقہ پی رہا تھا کہ آدمی نی آکر خط دیا. مین نی کھولا. پڑھا. بھلی کو انگرکھا یا کرتا گلی مین نہ تھا. اگر ہوتا تو مین گریبان پھاڑ ڈالتا. حضرت کا کیا جاتا؟ میرا نقصان ہوتا.» (۲)

میرزا صاحب کا املا

میرزا صاحب اردو الفاظ کے املا مین یایِ معروف و مجہول اور ہایِ سادہ و مخلوط کا فرق نہین کرتے. اور ابتدائی الفِ مکسورہ و مضمومہ کے فرق کیلئے ہمیشہ موخر الذکر کو باضافۂ (و) تحریر کرتے ہین. چنانچہ اونکے ہان «اُس» بواو اور «اِس» بغیرِ واو پایاجاتا ہے. بعض الفاظ مختلف خطوط مین مختلف املا سے لکھے ہین. مثلاً ہاتھ کو کبھی «ہاتھہ» اور کبھی «ہات» لکھا ہے.

انگریزی الفاظ کا تلفظ بھی بیشتر غلط کیا ہے. اسی لئے اونکا املا بھی درست نہین ہے. مثلاً «پنشن» کو «پنسن» اور «لارڈ» کو «لاڑد» اور «بورڈ» کو «بوڑد» لکھتے ہین. (۳) اسیطرح ایك دو جگہ عربی الفاظ کو بھی غلط لکھا ہے. مثلاً «بالکل» کو «باالکل» دو الفون کیساتھ لکھدیا ہے، جو درست نہین. (٤)

ایك پیراگراف کے خاتمہ اور دوسرے کے آغاز کے اظہار کیلئے کبھی تو نئے پیرا کے پہلے حرف پر اس شکل (ـــ) کی علامت بناتے ہین، اور کبھی بارہ کا ہندسہ لکھتے ہین، جو لفظِ «حد» کا عدد ہے. مرزا حاتم علی مہر کو اس عدد کے التزام کی وجہ بھی لکھی ہے. فرماتے ہین:

«صاحب! بندۂ اثنا عشری ہون. ہر مطلب کی خاتمہ پر بارہ کا ہندسہ کرتا ہون.» (۵)

(۱) اردوی معلی، ص ۳۰۰ (۲) ایضاً، ص ۳۰۳ (۳) مکاتیب، ص ۱۲ و ۱۵ و ۲۲ و ۱۱۰
(٤) ایضاً، ص ۳۳ (۵) اردوی معلی، ص ۲۵۷

ہجری اور عیسوی سنہ کے اظہار کیلئے میرزا صاحب « ھ » اور « ع » بھی استعمال کرتے تھے ۔ لیکن اسکا التزام نہین پایا جاتا ۔

میرزا صاحب کا رسم الخط

میرزا صاحب کا خط نہایت پختہ شفیعا آمیز نستعلیق تھا ۔ چونکہ وہ ایرانی اداؤن کے دلدادہ تھے ، اسلئے خط سے ولایتی شان زیادہ نمایان ھے ۔ مگر آخرِ عمر مین رعشہ پیدا ھوجانے سے دائرون اور کشش مین پہلی سی خوش نمائی باقی نہین رھی تھی ۔ چنانچہ ان خطون کے دیکھنے سے پہلی نظر مین ھاتھ کی تھرتھراھٹ کا احساس ھوتا ھے ۔

سامان کتابت ۔ کاغذ

میرزا صاحب کے خطوط مین سامانِ خط و کتابت کا بھی ذکر آیا ھے ۔ اسلئے اوسپر ایك اجمالی نظر نامناسب نہوگی ۔

میرزا صاحب بالعموم باریك ولایتی کاغذ استعمال کرتے تھے ، جو نیلگون یا سفید یا گلابی ھوتا ۔ دربارِ رامپور مین اونکی جسقدر عرضیان پیش ھوئی ھین وہ بجز ایك دو کے تمام اسی قسم کے گران قیمت کاغذ پر لکھی ھوئی ھین ۔ لیکن منشی سیلچند اور خلیفہ احمد علی صاحب کے نام کے خطوط گھٹیا کاغذ پر ھین ۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ھے کہ میرزا صاحب کاغذ کے انتخاب کیوقت مکتوب الیہ کی حیثیتِ دنیوی کا لحاظ رکھتے تھے ۔

بعض اوقات تنگدستی کے سبب میرزا صاحب کے پاس کاغذ کا ذخیرہ ختم ھوجاتا ، تو جواب دینے کیلئے روپیہ کا انتظار کرنے کے عوض کتاب مین سے سادہ ورق پھاڑ لیتے تھے ۔ ۸ نومبر سنہ ۱۸۵۹ع کو میر مہدی مجروح کو لکھتے وقت یہی ترکیب استعمال کرنی پڑی تھی ۔ چنانچہ اوسی خط مین فرماتے ھین :

« بھائی ! نہ کاغذ ھی ، نہ ٹکٹ ھی ۔ اگلی لفافون مین سی ایك بیرنگ لفافہ پڑا ھی ۔ کتاب مین سی یہ کاغذ پھاڑ کر تمکو خط لکھتا ھون ، اور بیرنگ لفافہ مین لپیٹ کر بھیجتا ھون ۔ غمگین نہ ھونا ۔ کل شام کو کچھ فتوح کہین سی پہنچ گئی ھی ۔ آج کاغذ و ٹکٹ منگا لونگا ۔ » (۱)

(۱) اردوی معلی ، ص ۱۵۵

حضرت ولی نعمت آیۂ رحمت سلامت

آداب بجا لاتا ہوں غزلوں کے مسودات کو صاف کر کر حضور میں بھیجتا ہوں مسودات اپنے پاس
رہنے دیتا ہوں اس نظر سے کہ اگر احیاناً ڈاک میں لفافہ تلف ہو جائے تو میں پھر ان کو صاف
کر کر بھیج دوں ورنہ موقع حک و اصلاح مجھے کیا یاد رہے گا میں نہیں چاہتا کہ آپ کا اسم اور
نام نامی تخلص رہے ناظم عالی انور شوکت نیر ان میں سے جو پسند آئے وہ رہنے
دیں مگر یہ نہیں کہ خواہی نخواہی آپ ایسا ہی کریں اگر وہی تخلص منظور ہو تو بہت مبارک
زیادہ حد ادب تم سلامت رہو قیامت تک عنایت کا طالب غالب روز یکشنبہ ۱۵ فروری ۱۸۵۷

عکس خط میرزا اسد الله خان غالب دهلوی محفوظهٔ دار الانشاء

قلم

معلوم ھوتا ھے کہ میرزا صاحب کے زمانہ تك لوھے کے قلم کا رواج نہوا تھا. وہ نرسل کا قلم استعمال کرتے، اور اوسے خود ھی بناتے تھے. چنانچہ ایك مرتبہ قلم بنانے مین چاقو سے انگوٹھا زخمی ھوگیا، اور منشی شیو نرائن کے خط کے جواب مین تاخیر ھوئی، تو میرزا صاحب نے تحریر کیا تھا:

«صاحب! تم خط کے جواب نہ بھیجنے سے گھبرا رھے ھوگے. حال یہ ھے کہ قلم بنانے مین میرا ھاتھ انگوٹھے کے پاس سے زخمی ھوگیا اور ورم کر آیا. چار دن روٹی بھی مشکل سے کھائی گئی ھے. بہر حال اب اچھا ھون.» (١)

یہ سنہ ١٨٥٨ ع کا واقعہ تھا. لیکن آخرِ عمر مین رعشہ کے سبب خود قلم نہ بنا سکتے. لڑکون سے بنوالیتے تھے. ١٣ مارچ سنہ ١٨٦٧ ع کو نواب خلد آشیان کو لکھتے ھین:

«اس درویش کا حال اب قابل گزارش نہین. امراض قدیم بڑھ گئے. دوران سر اور رعشہ اور ضعف بصر تین بیماریان نئی پیدا ھوئی ھین. قلم نہین بنا سکتا. لڑکون سے بنوا لیتا ھون. برسون کی بات نہین رھی. ھفتون کی یا مہینون کی زندگی رہ گئی ھے.» (٢)

لفافے

میرزا صاحب سادہ کاغذ کے مستطیل لفافے استعمال کرتے تھے. بعض اوقات اونکے حاشیون پر باریك بیل بوٹے بھی بنے ھوتے. لیکن اوسوقت تك ڈاکخانہ کے ٹکٹ چھپے ھوے لفافے مروج نہ تھے. اسلئے یہ سب دیسی ساخت کے ھوتے تھے.

خود میرزا صاحب بھی وقت گزاری کیلئے لفافے بنالیا کرتے تھے. ایکبار منشی شیو نرائن اکبرآبادی نے خود ساختہ لفافون کے استعمال سے خیال کیا کہ تنگدستی کے سبب میرزا صاحب ایسا کرتے ھین. اور یہ سوچکر میرزا صاحب کو لفافون کا ایك بنڈل روانا کیا. میرزا صاحب نے اس سے مطلع ھوکر لکھا:

«لفافون کی خبر پہنچی. آپ نے کیون تکلیف کی. لفافے بنانا دل کا بہلانا ھے. بیکار آدمی

(١) اردوی معلی، ص ٣٦٢ (٢) مکاتیب، ص ٩١

کیا کری . بہر حال جب لفافی پہنچ جائینگی ، ہم آپکا شکر بجا لائینگی . ہرچہ از دوست میرسد نیکوست . » (۱)

لیکن اس کرمفرما نے لفافون کے اوپر « از مقام ، در مقام ، تاریخ و ماہ » طبع کرا کے بھیجے . میرزا صاحب ان چوچلون کو ناپسند کرتے تھے . اونھون نے یہ ھدیہ دوستون مین تقسیم کردیا ، اور جب منشی صاحب نے ۱۸ دسمبر سنہ ۱۸۵۸ ع کو دوبارہ اوسی قسم کے لفافے ارسال کئے ، تو اونھین لکھا :

« برخوردار ! آج اوسوقت تمھارا خط مع لفافون کی لفافی کی آیا . دل خوش ھوا . بھائی ! مین اپنی مزاج سی ناچار ھون . یہ لفافی « از مقام و در مقام و تاریخ و ماہ » مجکو پسند نہین . آگی جو تم نی مجھی بھیجی تھی وہ بھی مین نی دوستون کو بانٹ دیی . اب یہ لفافون کا لفافہ اس مراد سی بھیجتاھون کہ انکی عوض یہ لفافی جو « در مقام و از مقام » سی خالی ھین ، جن مین تم اپنی خط بھیجا کرتی ھو ، مجکو بھیجدو ، اور یہ لفافی اوسکی عوض مجھ سی لیلو . اور اگر اوسطرح کی لفافی نھون تو انکی کچھ ضرورت نہین . » (۲)

اسکے بعد منشی صاحب نے جو کیا اوسکے متعلق کچھ معلوم نہین . لیکن منشی نبی بخش صاحب کے نام کے مکتوب مورخۂ ۲۲ ستمبر سنہ ۵۸ ع سے یہ ضرور پتا چلتا ھے کہ سنہ ۵۸ ع مین لفافہ سازی کا خاصہ مشغلہ رھا تھا . فرماتے ھین .

« اللہ ! اللہ ! یہ دن بھی یاد رھینگی . خط سی خط لکھی گئی ھین . مجکو اکثر اوقات لفافی بنانی مین گزرتی ھین . اگر خط نہ لکھونگا تو لفافی بناؤنگا . » (۳)

ٹکٹ

میرزا صاحب پوسٹ پیڈ خط بھیجنے کے پابند تھے ، اور بالعموم پتہ کے داھنی یا بائین جانب کبھی اوپر اور کبھی نیچے ٹکٹ چسپان کرتے تھے . ایسے خطوط پر اونھون نے ھمیشہ « پوسٹ پڈ » بھی لکھا ھے . بعض اوقات ٹکٹ کے اوپر « اسد » بھی لکھدیا کرتے تھے .

روشنائی

میرزا صاحب ھمیشہ سیاہ روشنائی استعمال کرتے تھے ، جو عموماً بہت روشن اور پختہ ھوتی . آخری ایام کے خطوط مین پھیکی روشنائی بھی نظر آتی ھے . جسکی وجہ خود میرزا صاحب کی « قلمدانِ انشا » سے بے توجہی

(۱) اردوی معلی ، ص ۳٤۹ (۲) ایضاً ، ص ۳٦۵ (۳) ایضاً ، ص ۲۷۳

ہوگی. ضرورت کے وقت لڑکون کے قلم اور اونہی کی روشنائی سے لکھا کرتے ہونگے، اور خود « لوح و قلم » کی درستی اور اہتمام سے اسلئے احتراز کرنے لگے ہونگے، کہ اب اونهـین ان دونون کی شہادت کی ضرورت نہ تھی. عالمِ ادب اونکا لوہا مان چکا تھا.

قواعد ڈاك کی پابندی

میرزا صاحب ڈاك کے قاعــدون کے سخت پابند تھـــے. وہ خود بھی خلاف ورزیِ قانون سے احتراز کرتے، اور احباب کو بھی اسی امر کی ھدایت کرتے رہتے تھـــے. ایکبار منشی حبیب الله خان ذکا کو لـکھا ھے:

« خط مین خط ملفوف کرنا جانب حکام سی ممنوع ھی. اگر یون نہوتا تو مین اونکی نام کا خط تمہاری خط مین ملفوف کرکی بھیجتا. » (١)

منشی غلام بسم الله صاحب نے اپنی غزل کیساتھ ایك منصف صاحب کی غزل بھی ارسـال کردی تھی. اونکی اس سہل انگاری پر سرزنش کرتے ہوـــے لکھتـــے ہین:

« سنیی حضرت! خـط مین خط (کا) تداخل برا ھی. اگر یہان کی ڈاك مین کبھی خط کھل گیا، تو مجھسی پچاس روپیہ لئی جائینگی، یا قید کا حکم ہوگا. آیندہ آپ خط جداگانہ بھیجـا کیجی. اس باب مین تاکید جانیی. کوئی حیلہ جواز کا آپ کی طرف سی مسموع نہوگا. » (٢)

چودھری عبد الغفور صاحب نے پارسل مین کچھ خط رکھدیـــے تھـــے. اونکو تحریر کرتے ہین:

« پارسل مین خطوط بھیجنی محل اندیشہ ھی. خدا نی بچایا. چونکہ اب وہ خط آپکو کچھ کام کی نہ سمجھـا، از راہ احتـیاط پارسل مین سی نکال لیی. » (٣)

ایکبار تفتہ کے نام ایك پارسل حسبِ قاعـدہ ایك آنے کا ٹـکٹ چسپان کرکے ڈاك خانہ بھیجا. جو شخص پارسل لیکر گیا تھا، اوسنے غلطی سے خـطون کے بکس مین پارسل ڈالدیا. میرزا صاحب نے واقعہ سے مطلع ہوکر تفتہ کو لـکھا:

« صاحب! کل پارسل اشعار کا ایك آنہ کا ٹکٹ لگاکر اور اوسپر یہ لکھکر کہ یہ پارسل ھی، خط نہین ھی، ڈاك مین بھیجدیا. ڈاك منشی نی کہا کہ خطون کی صندوق مین ڈالدو. خدمتگار

(١) اردوی معلی، ص ٣٩ (٢) عودھندی، ص ١٨٦ (٣) اردوی معلی، ص ١٣٧

ناخوانده آدمی. اوسکا حکم بجا لایا، اور اوسکو خطون کی صندوق مین ڈال آیا. وہ لفظ کہ «یہ خط نہین ھی پارسل ھو» دست آویز معقول ھی. اگر وھان کی ڈاکیی تم سی خط کا محصول مانگین، تو تم اوس جملہ کی ذریعہ سی گفتگو کر لینا.» (۱)

در اصل میرزا صاحب کی احتیاط کی وجہ یہ تھی کہ وہ ایکبار تفتہ کی غلطی کا خمیازہ بھگت چکے تھے، اور غالباً پارسل کو خطون کے بکس مین ڈالدینے کی وجہ سے اونکو پوسٹ پیڈ پارسل کا مزید محصول ادا کرنا پڑا تھا. ۲۸ جولائی سنہ ۱۸۵۸ع کو یہ واقعہ خود تفتہ کو لکھا ھے:

«میرزا تفتہ! کل قریب دو پہر کی ڈاک کا ھرکارہ، وہ جو خط بانٹا کرتا ھی، آیا، اور اوسنی پارسل موم جامی مین لپٹا ھوا دیا. پہلی تو حیران رھا کہ پاکٹ خطون کی ڈاک مین کیون آیا؟ باری جب اوسکی تحریر دیکھی تو تمھاری ھات کا پیم فلٹ لکھا ھوا اور دو ٹکٹ لگی ھوی. مگر اوسکی آگی کالی مہر اور کچھ انگریزی لکھا ھوا. ھرکارہ نی کہا کہ ایک روپیہ دس آنی دلوائیی. دلوادیی، اور پارسل لی لیا. مگر حیران کہ یہ کیا پیچ پڑا؟ قیاس ایسا چاھتا ھی کہ تمھارا آدمی جو ڈاک گھر گیا اس کو خطون کی بکس مین ڈال آیا. ڈاک کی کارپردازون نی غور نہ کی، اور اوسکو بیرنگ خطون کی ڈاک مین بھیجدیا.» (۲)

پوسٹ مین کا لطیفہ

ایکبار پوسٹ مین کی غفلت سے ایک دلچسپ لطیفہ پیدا ھوگیا تھا. واقعہ یہ ھوا کہ میرزا صاحب کے نام ایک خط آیا. اوس کے پتہ مین مکتوب الیہ کے نام کے ساتھ جو تعظیمی الفاظ استعمال ھوے تھے، اونمین ایک لفظ «کیشان» بھی تھا. ڈاکیے نے اوسے «کپتان» پڑھا، اور میرزا صاحب کی خدمت مین مبارکباد پیش کرکے طالبِ انعام ھوا. میرزا صاحب نے نواب انور الدولہ بہادر شفق کو یہ واقعہ لکھا ھے. فرماتے ھین:

«ایک لطیفۂ نشاط انگیز سنیی. ڈاک کا ھرکارہ، جو بلیارون کی خطوط پہنچاتا ھی، اندنون مین ایک بنیا پڑھا لکھا حرف شناس کوئی فلان ناتھ ڈھمک داس ھی. مین بالاخانہ پر رھتا ھون. حویلی مین آکر اوسنی داروغہ کو خط دیا. اور اوسنی خط دیکر مجھسی کہا کہ ڈاک کا ھرکارہ بندگی عرض کرتا ھی، اور کہتا ھی کہ مبارک ھو! آپ کو، جیسا کہ دلی کی بادشاہ نی نوابی کا خطاب دیا تھا، اب کالپی سی خطاب کپتانی کا ملا. حیران کہ یہ کیا کہتا ھی؟ سرنامہ کو غور سی دیکھا. کہین قبل از اسم «مخدوم نیازکیشان» لکھا تھا. اوس قرم ساق نی اور الفاظ سی قطع نظر کرکی «کیشان» کو کپتان پڑھا.» (۳)

---

(۱) اردوی معلی، ص ۱۰۹ (۲) ایضاً، ص ۵۸ (۳) ایضاً، ص ۳۰۰

بیرنگ خطوط

اگرچـه قانونِ ڈاك کی رو سے بیرنگ خطوط ارسال کرنا ممنوع نہین ، لیکن میرزا صـاحب اسے قانونِ محبت و اخلاق کے خلاف جانتے ، اور اسلئے بغیر کسی معقول وجه کے کبھی بیرنگ خط نہین لـکھتے تھے . سید احمد حسن مودودی کو ایك بیرنگ خط لـکھتے ہوے فرماتے ہین :

«میرا شیوہ نہین ہی خط بیرنگ بھیجنا .» (۱)

میرزا صاحب اپنے ہر بیرنگ خط مین بیرنگی کی وجه بھی لـکھدیا کرتے تھے . چنانچه وہ یا تو اوسوقت بیرنگ خط لـکھا کرتے جبکه

۱) اونکے پاس ٹکٹ موجود نہوتا . خواہ اسلئے که جیب اسکی اجازت ندیتی ، یا بر وقت ڈاکخانه سے حصول دشوار ہوتا . مگر اس عذر کیلئے بے تکلف احباب اور شاگرد مخصوص تھے . میر مہدی مجروح کو ایك بیرنگ خط مین لـکھا ہے :

«بھائی ! نه کاغذ ہی ، نه ٹکٹ ہی . اگلی لفافون مین سی ایك بیرنگ لفافه پڑا ہی . کتاب مین سی یه کاغذ پھاڑ کر تمکو خط لـکھتا ہون ، اور بیرنگ لفافه مین لپیٹ کر بھیجتا ہون . غمگین نہونا . کل شام کو کچھ فتوح کہین سی پہنچ گئی ہی . آج کاغذ و ٹکٹ منگا لونگا .» (۲)

اسیطرح نواب علاء الدین احمد خان بہادر کو لـکھتے ہین :

«بھائی ! سچ تو یون ہی که اندنون مین میری پاس ٹکٹ نہین . اگر بیرنگ بھیجون توکہار مانده . اوٹھ نہین سکتا . ڈاك گھر تك جاؤن کون ؟» (۳)

نواب شہاب الدین احمد خان بہادر کو زیادہ مُضحکانه انداز مین تحریر کیا ہے :

«آج میری پاس ٹکٹ ہی نه دام . معاف رکھنا . والسلام .» (٤)

۲) اور یا اوسوقت بیرنگ خط ارسال کرتے که اوسکے تلف ہوجانے کا خطرہ ہوتا . اور چونکه تلف ہوجانیکا خطرہ اہم مکاتیب کے سلسله مین زیادہ ناپسـندیدہ معلوم ہوتا ہے ، اور اہم مکاتیب بے تکلف اور با تکلف دونون قسم کے مکتوب الیه کو لـکھے جاتے ہین ، بنابرین اس عذر کے ماتحت

(۱) اردوی معلی ، ص ۲٤٤ (۲) ایضاً ، ص ۱۵۵ (۳) ایضاً ، ص ٤۲۵ (٤) ایضاً ، ص ۲۹۱

میرزا صاحب نے والیانِ ریاست تك کو بیرنگ خطوط لکھے هین. چنانچه ایکبار نواب انور الدوله بهادر نے خط نه لکھنے کی شکایت کی، تو اوسکے جواب مین میرزا صاحب نے لکھا:

« سونچتا هون که دونون خط بیرنگ گئی تهی. تلف هونا کسیطرح متصور نہین. » (۱)

در اصل میرزا صاحب یه سمجھتے تھے که ڈاکیا بیرنگ خط ضایع نہین کرتا. بلکه کوشش کرکے مکتوب الیه تك خط پہنچاتا هے، تاکه اوس سے محصولِ ڈاك وصول کرسکے. یه خیال سید احمد حسن مودودی کے خط مین ظاهر بھی کیا هے. فرماتے هین:

« یه خط عمداً بیرنگ بھیجتا هون. کہتی هین که پیڈ کی تلف هونیکا احتمال هی، اور بیرنگ کا نہین. » (۲)

سیف الحق سیاح کو لکھتے هین:

« پیڈ خط گاه گاه تلف بهی هوجاتا هی. نظر اس بات پر یه خط تم کو بیرنگ بھیجتا هون. تاکه ضایع نہونیکا احتمال قوی رهی. » (۳)

چودهری عبد الغفور سرور کو ضروری خطوط کے بیرنگ ارسال کرنے کی هدایت کرتے هوے لکھتے هین:

« ایك قاعده آپ کو بتاتا هون. اگر اوسکو منظور کیجی گا تو خطوط کی نه پہنچنی کا احتمال اوٹھ جائیگا، اور رجستری کا درد سر جاتا رهیگا. آده آنه نه سهی، ایك آنه سهی. آپ بهی خط بیرنگ بھیجا کیجی، اور مین بهی بیرنگ بھیجا کرون. اسٹامپ پیڈ خطوط تلف بهی هوتی هین. اس قاعده کا جیسا که مین واضع هوا هون بادی بهی هوا، اور یه خط بیرنگ بھیجا. » (٤)

مولوی عزیز الدین صاحب نے قاضی عبد الجمیل صاحب بریلوی کے خط ارسال کرنیکی اطلاع اور اوسکے جواب نه لکھنے کی شکایت کی، تو اوسکے جواب مین میرزا صاحب نے لکھا:

« خط از روی احتیاط بیرنگ بھیجا هی. پوست پڈ خط اکثر تلف هو جاتی هین. چنانچه قاضی عبد الجمیل صاحب کا خط، جسکا آپ نی ذکر لکھا هی، آنکھین پھوٹ جائین اگر مین نی دیکھا هو! آپ اون سی میرا سلام نیاز کہیی، اور خط کی نه پہنچنی کی اونکو خبر پہنچائیی. » (۵)

---

(۱) اردوی معلی، ص ۳۰٤ (۲) ایضاً، ص ۲٤٤ (۳) ایضاً، ص ۱٤
(٤) عود هندی، ص ۳۳ (۵) اردوی معلی، ص ۲۱۷

والی بھرتپور کا انتقال ہوا اور یہ خبر دلی پہنچی، تو میرزا صاحب کو فکر ہوئی که کہین جانی جی، جو مرزا تفتـــه کے مربی تھے، معزول تو نہین کردیے گئے. اس خبر کے استفسار کیلئے مرزا تفتہ کو خط لکھا اور اوس مین هدایت کی که

« واسطی خدا کی ! نه مختصر نه سرسری بلکه مفصل اور منقح جو کچھ واقع ہوا ہو، اور جو صورت ہو، مجکو لکھو، اور جلد لکھو، که مجھپر خواب و خور حرام هی. کل شام کو مین نے سنا. آج صبح قلعه نہین گیا، اور یه خط لکھکر از راه احتیاط بیرنگ روانه کیا هی. تم بھی اسکا جواب بیرنگ روانه کرنا. آدھ آنا ایسی بڑی چیز نہین. ڈاك کی لوگ بیرنگ خط کو ضروری سمجھ کر جلد پہنچاتی هین، اور پوست پڈ پڑا رهتا هی. جب اوس محله مین جانا هوتا هی تو اوسکو بھی لیجاتی هین. » (۱)

« دستنبو » کی طبـاعت کے متعلق ضروری هـدایتین بیرنگ خط مین لـکھکر فرماتے هین:

« واسطی تاکید کی بیرنگ بھیجا گیا. » (۲)

اسیطرح منشی حبیب الله خان ذکا کو ایك ضروری خط بیرنگ لـکھکر از راهِ معذرت فرماتے هین:

« بھائی ! یه خط از راه احتیاط بیرنگ بھیجتا هون. » (۳)

نواب فردوس مکان کی خدمت مین ایك عریضه، جو اونکی والدۂ ماجده کی تعزیتِ وفات کے متعلق تھا، ارسال کیا هے، اور اوسکا جواب نه پا کر دوسرا عریضه بیرنگ ارسال کرتے هوے آخر مین از راهِ معذرت لـکھتے هین:

« پرسون ایك قطعه جناب بیگم صاحبه و قبله کی تاریخ وفات کا بھیجا هی. یقین هی که پہنچیگا. از راه احتیاط وه قطعه اس ورق مین پھر لکھتا هون، اور نیز از راه احتیاط یه خط بیرنگ روانا کرتا هون. » (٤)

میرزا صاحب پوسٹ پیـڈ خط کے ضایع هوجانے کے اسدرجـه قایل تھے که جب اونھین کوئی خط نه ملتا تو وه اسے ڈاکخانه کی سہل انگاری پر محمول کرکے یه لـکھدیا کرتے تھے که ڈاك مین ضایع هوگیا هوگا. اور اگر کسی دوست

(۱) اردوی معلی، ص ٦١ (۲) ایضاً، ص ٥٠ (۳) ایضاً، ص ٤٣ (٤) مکاتیب، ص ۲۰

سے جوابِ خط مین تاخیر ہوتی، یا انکے مرسلہ خط کا حوالہ نہوتا تو باور کرلیتے کہ خط ڈاك مین تلف ہوگیا. ممکن ہے اوسوقت ڈاك کا محکمہ زیادہ منظم نہوا ہو. ورنہ اس زمانہ مین پوسٹ پیڈ خطوط ضایع ہوا کرین تو کاروبارِ عالم مختل ہوجائے، اور بالخصوص تجارت پیشہ حضرات گورنمنٹ کے اس مفید ترین محکمہ کے خلاف قانونی چارہ جوئیان کرنے لگین.

میرزا صاحب کا پتہ

اگرچہ باعتبارِ حسب و نسب میرزا صاحب دلی کے مشاہیر مین شمار کیے جاتے تھے، لیکن اونکی وسیع و مسلسل مراسلت نے اس شہرت مین چار چاند لگادیے تھے. اونکے پاس روزانہ ہندوستان اور بیرونِ ہند سے اردو، فارسی اور انگریزی خطوط آتے رہتے، جن مین سرکاری اور نجی ہر قسم کی تحریرین ہوتی تھین. چونکہ اونکو شہر مین ہر شخص جانتا تھا، اسلئے اونکا خط دلی کے ڈاك خانہ مین پہنچکر کبھی ضایع نہوتا. اونکی ڈاکخانہ کی معروفیت کی ایك وجہ یہ بھی تھی کہ پورے شہرِ دهلی مین وہ اپنے نام کے اعتبار سے وحدہ لاشریك تھے، اور ڈاکیا اسد اللہ خان غالب کا مسمی ایك ہی ذات کو جانتا تھا.

میرزا صاحب کو اپنی اس شہرت و ناموری کا اس درجہ پاس تھا، کہ کوئی دوست یا شاگرد اونکے مکان کا پتہ دریافت کرتا، یا اونکے نام کے خط پر لانبا چوڑا پتہ لکھدیتا، تو وہ اس کو اپنی توہین خیال کرتے. چنانچہ ایکبار نواب علاء الدین احمد خان بہادر علائی نے مکان کا پتا دریافت کیا. میرزا صاحب نے برہم ہوکر لکھا:

«سنو صاحب! حسن پرستون کا ایك قاعدہ ہی کہ وہ امرد کو دوچار برس گھٹا کر دیکھتی ہین. جانتی ہین کہ جوان ہو، لیکن بچہ سمجھتی ہین. یہ حال تمھاری قوم کا ہی. قسم شرعی کھا کرکہتا ہون کہ ایك شخص ہی کہ اوسکی عزت اور نام‌آوری جمہور کی نزدیك ثابت اور متحقق ہی، اور تم صاحب بھی جانتی ہو. مگر جبتك اوس سی قطع نظر نہ کرو، اور اوس مسخری کو گمنام و ذلیل نہ سمجھو لو تمکو چین نہ آئیگا. پچاس برس سی دلی مین

رهتا هون . هزارها خط اطراف و جوانب سی آتی هین . بهت لوگ ایسی هین که محله نهین لکهتی . بهت لوگ ایسی هین که محلۂ سابق کا نام لکهدیتی هین . حکام کی خطوط ، فارسی اور انگریزی ، یهانتك که ولایت کی آئی هوی ، صرف شهر کا نام اور میرا نام . یه سب مراتب تم جانتی هو ، اور اون خطوط کو تم دیکھ چکی هو . اور پھر مجھسی پوچھتی هو که اپنا مسکن بتا . اگر مین تمهاری نزدیك امیر نهین نه سهی . اهل حرفه مین سی بهی نهین هون ، که جبتك محله اور تهانه نه لکها جائی هرکاره میرا پتا نه پائی . آپ صرف دهلی لکهکر میرا نام لکهدیا کیجئی . خط کی پهنچنی کا مین ضامن .» (۱)

قاضی عبد الجمیل صاحب بریلوی نے پتہ معلوم نہونیکی وجہ سے خط لکھنے مین تردد کا اظہار کیا . اونکو لکھتے هین :

«قبلہ ! آپ کو خط کی بھیجنی مین تردد کیون هوتا هی ؟ هر روز دو چار خط اطراف و جوانب سی آتی هین . گاه گاه انگریزی بهی . اور ڈاك کی هرکاری بهی میرا گهر جانتی هین . پوسٹ ماسٹر میرا آشنا هی . مجکو جو دوست خط بهیجتا هی وه صرف شهر کا نام اور میرا نام لکهتا هی . محله بهی ضرور نهین . آپ هی انصاف کرین ، که آپ لال کنوان لکهتی رهی ، اور مجکو بلیمارون مین خط پهنچتا رها . خلاصه یه که خط آپکا کوئی تلف نهین هوا .» (۲)

مولوی حبیب اللہ خان ذکا نے یکے بعد دیگرے دو نیازنامے بھیجے ، مگر میرزا صاحب کی طرف سے جواب نہ ملا . اونھون نے اس کو دلی کے ڈاکخانہ کی غفلت پر محمول کرکے آخری خط بذریعۂ رجسٹری ارسال کیا ، اور اوس مین جواب ندینے کی شکایت لکھی . اسکے جواب مین میرزا صاحب الفاظ و مطالب کے گل کھلاتے هین :

«میری مشفق ! میری شفیق ! مجھسی هیچ و پوچ کی مانتی والی ! مجھسی بری کو اچها جانتی والی ! میری محب ! میری محبوب ! تمکو میری خبر بهی هی ؟ آگی ناتوان تها . اب نیمجان هون . آگی بهرا تها . اب اندها هوا چاهتا هون . رامپور کی سفر کا رهآورد هی رعشه وضعف بصر . جهان چار سطرین لکهین ، انگلیان ٹیڑهی هوگئین . حرف سوجهنی سی رهگئی . اکہتر برس جیا . بهت جیا . اب زندگی برسون کی نهین ، مهینون کی اور دنون کی هی . پهلا خط تمهارا پهنچا .... دوسرا خط مع غزل آیا ... غزل بعد مشاهده تمکو بهیجی گئی ، اور لکها گیا که نوید حصول صحت جلد بهیجو . کل ایك خط رجسٹری دار آیا . گویا ستارۂ دنباله دار آیا . حیران که ماجرا کیا هی ؟ باری کهولا اور دیکها . خط نوید رفع مرض و حصول صحت سی خالی اور شکوه‌های بیجا سی لبریز .

(۱) اردوی معلی ، ص ٤١٨ ر — الف (۲) ایضاً ، ص ۲۰۷

صاحب! میری نام کا خط جہان سی روانہ ہو وہین رہ جای تو رہجای. ورنہ دلی کی ڈاکخانہ مین پہنچکر کیا مجال ہی جو مجھ تك نہ پہنچی؟ اسیطرح میرا خط یہانکی ڈاکخانی سی نہ روانہ ہو کیا معنی؟ جہان پہنچی وہان کی ڈاك کی کارپردازون کو اختیار ہی. مکتوب الیہ کو دین یا ندین.» (۱)

مرزا تفتہ کو ایك خط مین صاف طور پر لکھدیا ھے، کہ نامور آدمی کیواسطے محلہ کا پتہ ضرور نہین ھے. فرماتے ھین:

«بات یہ ہی کہ نامور آدمی کیواسطی محلہ کا پتا ضرور نہین. مین غریب آدمی ہون. مگر فارسی انگریزی جو خط میری نام کی آتی ہین تلف نہین ہوتی. بعض فارسی خط پر پتا محلہ کا نہین ہوتا، اور انگریزی خط پر تو مطلق پتا ہوتا ہی نہین. شہر کا نام ہوتا ہی. تین چار خط انگریزی ولایت سی مجکو آئی. جانی اونکی بلا کہ بلی مارون کا محلہ کیا چیز ہی.» (۲)

مولانا حاتم علی مہر کو تحریر کیا ھے:

«اور یہ بھی آپکو معلوم رہی، کہ میری خط کی سرنامی پر محلہ کا نام لکھنا ضرور نہین. شہر کا نام اور میرا نام. قصہ تمام.» (۳)

ایکبار میرزا صاحب نے مکان تبدیل کیا. مرزا تفتہ کو تردد ہوا کہ یہ مکان کس محلہ مین واقع ھے. اونکے اس تردد کے رفع کرنے کیلئے ارشاد ہوا ھے:

«یہ مکان بہ نسبت اوس مکان کی بہشت ہی. اور یہ خوبی کہ محلہ وہی بلیمارون کا. اگرچہ ہی یون کہ مین اگر اور محلہ مین بھی جا رہتا تو قاصدان ڈاك وہین پہنچتی. یعنی اب اکثر خطوط لال کنوی کی پتی سی آتی ہین، اور بی تکلف یہین پہنچتی ہین. بہر حال تم وہی «دلی، بلیمارون کا محلہ» لکھکر خط بھیجا کرو.» (٤)

تفتہ ھی کو دوبارہ لکھا تھا:

«میری نام کا کوئی لفافہ ضائع نہین جاتا. خدا جانی اوس پر کیا بجوگ پڑا؟» (٥)

سید احمد حسن صاحب مودودی کی شکایت پر تحریر کیا ھے:

«میری نام کا لفافہ جس شہر سی چلی اوسی شہر کی ڈاك گھر مین رہجای تو رہجای. ورنہ دلی کی ڈاکخانہ مین پہنچکر کیا امکان ہی کہ تلف ہو؟» (٦)

ایکبار میرزا صاحب نے میر مہدی مجروح کے نام خط لکھا. ڈاکیے نے غلطی سے کسی دوسرے میر مہدی کو جا دیا. مجروح نے میرزا صاحب کو اسکی اطلاع دی. اس اطلاع پر ارشاد ہوتا ھے:

---

(۱) اردوی معلی، ص ۳۷ (۲) ایضاً، ص ۸۷ (۳) ایضاً، ص ۲٥۱
(٤) ایضاً، ص ۷٥ (٥) ایضاً، ص ٦۸ (٦) ایضاً، ص ۲٤٥

«وہ جو تمنے لکھا تھا کہ تیرا خط میری نام کا میری ہمنام کی ھاتھ جا پڑا . صاحب قصور تمھارا ھی . کیون ایسی شہر مین رھتی ھو جہان دوسرا میر مہدی بھی ھو ؟ مجکو دیکھو کہ مین کب سی دلی مین رھتا ھون . نہ کوئی اپنا ھمنام ھونی دیا . نہ کوئی اپنا (ھم) عرف بننی دیا . نہ اپنا ھم تخلص بہم پہنچایا . » (۱)

ابتداءِ مراسلت مین نواب فردوس مکان کے فرامین جامع مسجد کے پتہ سے جاتے تھے . حالانکہ میرزا صاحب آٹھ سات برس سے بلیمارون کے محلہ مین چلے آئے تھے . لیکن اس کے باوجود یہ فرامین میرزا صاحب کو ملتے رھے . جب خود انھین نے سرکار کو لکھا کہ آیندہ اھلِ دفتر کو صحیح پتا لکھنے کی ھدایت کردیجائے ، تب دوسرا پتا لکھا گیا . میرزا صاحب فرماتے ھین :

« دبیران خاص بر عنوان نامہ ھای پیشین نشان کلبۂ این درویش دلریش عقب مسجد جامع نبشتہ اند و من از ھفت ھشت سال در محلۂ بلیمار می مانم . سپس نشان این محلہ نگاشتہ شود . » (۲)

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۱۸۹ (۲) مکاتیب ، ص ١٤

متعلقاتِ انشاء

اس بحث کے آخر مین بعض ایسے حالات کا تذکرہ بھی ضروری ھے، جو بظاھر میرزا صاحب کے عادات و خصائل کی ایک کڑی معلوم ھوتے ھین، لیکن انکی انشا کی کیفیت و کمیت کے اندازہ کیلیئے اونکا مطالعہ افادہ سے خالی نہین، اور اس لئے اونہین متعلقات انشا کے عنوان سے ذکر کیا جا سکتا ھے۔

جواب مین جلدی

خطوط کا جواب دینے مین میرزا صاحب بہت با ضابطہ تھے۔ وہ یون تو ھر خط کا جواب فوراً لکھتے، اور غیر اختیاری عذر کے علاوہ کسی اور عذر کے پیش کرنے کا کبھی موقع نہ آنے دیتے۔ لیکن ضروری و جواب طلب خط کے جواب مین بیحد جلد بازی سے کام لیتے تھے۔ بسا اوقات ایسا ھوتا کہ یہ جانتے ھوے کہ اب ڈاك کا وقت گزر چکا ھے جواب لکھ لیتے اور مکتوب الیہ کو بتا دیتے کہ اس مجبوری کے سبب آج خط سپردِ ڈاك نہوسکا۔ مثلاً بیخبر کو تحریر کیا ھے:

«جنابعالی! آج دوشنبہ ۳ جنوری سنہ ۱۸۵۹ کی ھے۔ پہر دن چڑھا ھوگا .... غمزدہ و دردمند بیٹھا تھا کہ ڈاك کا ھرکارہ تمھارا خط لایا ... باآنکہ خط جوابطلب نہ تھا جواب لکھنے لگا۔» (۱)

نواب انور الدولہ بہادر شفق کو لکھا ھے:

«خداوند نعمت! آج دوشنبہ ٦ رمضان کی اور ۱۵ فروری کی ھے۔ اسوقت کم بارہ پر تین بجی ھین عطوفت نامہ پہنچا۔ اودھر پڑھا ادھر جواب لکھا۔ ڈاك کا وقت نرھا۔ خط کو معنون کر رکھتا ھون۔ کل شنبہ ۱٦ فروری کو ڈاك مین بھجوا دونگا۔» (۲)

نواب علاء الدین خان بہادر علائی کو لکھتے ھین:

---

(۱) اردوی معلی، ص ۲۷۵ (۲) ایضاً، ص ۲۹۵

«آج یوم الخمیس ۱۹ جون المبارك بارہ پر تین بجی تمھارا خط آیا . اودھر پڑھا ادھر جواب لکھنی بیٹھا .» (۱)

ایکبار میر مہدی مجروح کا خط صبح کی ڈاك سے موصول ھوا . میرزا صاحب نے اوسکا فوراً جواب لکھا اور اوس مین تحریر کیا :

«مین نی تجویز کرلیا تھا کہ جب کرنال سی خط آئیگا ، تو مین جواب لکھونگا . آج شنبہ ۱۵ اکتوبر صبح کا وقت ، ابھی کھانا پکا بھی نہین ، تبرید پیکر بیٹھا تھا ، کہ تمھارا خط آیا اور پڑھا اور یہ جواب لکھا .» (۲)

انھین کو لکھتے ھین :

«اسوقت تمھارا ایك خط اور یوسف مرزا کا ایك خط آیا . مجکو باتین کرنی کا مزا ملا ، تو دونون کا جواب ابھی لکھکر روانا کیا . اب مین روٹی کھانی جاتا ھون .» (۳)

مرزا تفتہ کو تحریر کیا ھے :

«آج سنیچر بار کو دو پہر کی وقت ڈاك کا ھرکارہ آیا ، اور تمھارا خط لایا . مین نی پڑھا ، اور جواب لکھا ، اور کلیان کو دیا . وہ ڈاك کو لیگیا . خدا چاھی تو کل پہنچ جائی .» (٤)

معلوم ھوتا ھے کہ دسمبر سنہ ۱۸۵۷ ع تك ڈاك کا ھرکارہ خط تقسیم بھی کرتا تھا اور دلی سے باھر جانیوالے خطوط جمع بھی کیا کرتا تھا . اسلئے کہ ایکبار مرزا تفتہ کا خط آیا . میرزا صاحب نے اوسکا جواب لکھکر اوسیوقت ھرکارہ کو دیا اور آخر مین لکھا :

«اسوقت تمھارا خط پہنچا ، اور اسیوقت مین نی یہ خط لکھکر ڈاك کی ھرکارہ کو دیا .» (٥)

عذر تاخیر

چونکہ میرزا صاحب خطوط کا جواب با قاعدگی سے دیا کرتے تھے اس لئے اگر اونکا کوئی دوست اپنے نیازنامہ کا جواب نہ پانے کی شکایت لکھتا ، اور فی الحقیقت کسی وجہ سے جواب مین تاخیر ھوجاتی ، تو میرزا صاحب فوراً عذر تاخیر لکھدیتے . لیکن اگر شکایت بادرھوا ھوتی تو اپنے اوپر کبھی ذمہ داری نہ لیتے اور صاف انکار کردیتے . ایکبار میر احمد حسن

(۱) اردوی معلی ، ص ٤۱۲ (۲) ایضاً ، ص ۱۸۰ (۳) ایضاً ، ص ۱۹۳
(٤) ایضاً ، ص ۸۰ (٥) ایضاً ، ص ۸۰

صاحب مودودی نے شکایت کی کہ آپنے میرے کئی خطون کا جواب نہین بھیجا. اسکے جواب مین ارشاد فرماتے ھین :

« آپ کی کسی خط کا جواب میری ذمه باقی نہین ھی . دو یا تین جس خط کا جواب نہین پہنچا اوسکو یه سمجھیی که وه خط راه مین تلف ھوی ، اور میری پاس نہین پہنچی . » (۱)

ایکبار اپنی عادت کے خلاف حاتم علی مہر کے خط کا جواب دوسرے دن لکھا ، تو ساتھ ھی ساتھ تاخیر کی تلخی کو ظرافت کی چاشنی سے بدلنے کی بھی کوشش کی . فرماتے ھین :

« بنده پرور ! آپکا خط کل پہنچا. آج جواب لکھتا ھون . داد دینا کتنا شتاب لکھتا ھون ؟ » (۲)

اسیطرح میر مہدی مجروح کے خط کے جواب کو کئی دن کی دیر ھوگئی تو اونہین لکھا :

« واه واه سید صاحب ! تم تو بڑی عبارت آرائیان کرنی لگی . نثر مین خود نمائیان کرنی لگی . کئی دن سی تمھاری خط کی جواب کی فکر مین ھون . مگر جاڑی نی بیحس و حرکت کردیا ھی . آج جو بسبب ابر کی وه سردی نہین ، تو مین نی خط لکھنی کا قصد کیا ھی . » (۳)

ایکبار مرزا حاتم علی مہر کو خط لکھا ، اور بکس مین رکھ لیا . کئی دن کے بعد کھولا تو خط برآمد ھوا . اسکے متعلق اونہین تحریر فرماتے ھین :

« مرا بساده دلیهای من توان بخشید * خطا نموده ام و چشم آفرین دارم

کل دو شنبه کا دن ۲۰ ستمبر کی تھی . صبح کو مین نی آپکو شکایت نامه لکھا ، اور بیرنگ ڈاك مین بھیجدیا . دو پہر کو ڈاك کا ھرکاره آیا . تمھارا خط اور ایك مرزا تفته کا خط لایا . معلوم ھوا که جس خط کا جواب مین آپ سی مانگتا ھون ، وه نہین پہنچا . کچھ شکوه سی شرمندگی اور کچھ خط کی نه پہنچنی سی حیرت ھوئی . دوپہر ڈھلی مرزا تفته کی خط کا جواب لکھکر ٹکٹ نکالنی لگا . بکس مین سی وه تمھاری نام کا خط نکل آیا . اب مین سمجھا که خط لکھکر بھول گیا ھون ، اور ڈاك مین نہین بھیجا . اپنی نسیان کو لعنت کی اور چپ ھو رھا . متوقع ھون که میرا قصور معاف ھو . » (٤)

ایك مرتبه میرزا صاحب نے تفته کو خط لکھا . اونکی طرف سے جواب نه ملا . بلکه خط آیا تو اولٹی خط نه بھیجنے کی شکایت درج تھی . میرزا صاحب اسکے جواب مین لکھتے ھین :

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۲٤۰ (۲) ایضاً ، ص ۲٦۸ (۳) ایضاً ، ص ۱۷٤ (٤) ایضاً ، ص ۲۵۵

«آج پنجشنبه کی دن ١٨ نومبر کو تمھـارا خط آیا، اور مین آج ھی جواب لکھتا ھون. کیا تماشا ھی که تمھارا خط پہنچتا ھی، اورمیرا خط نہین پہنچتا؟» (١)

<u>لیٹی لیٹی لکھتی</u>

میرزا صاحب کی وضعِ خطوط نویسی اسدرجه پخته هوچکی تهی، که شدتِ مرض اور زیادتیِ ضعف کے باعث نشست و برخاست کی قوت نهونے کی حالت مین بهی جوابِ خط سے دوستون کو محروم رکهنا گوارا نکرتے، اور لیٹے لیٹے جواب لکهتے تهے. چنانچه ایکبار فروری سنه ١٨٥٤ع مین تپ و لرزه کا شدید دوره هوا. ابهی مرض کی شدت باقی تهی که مرزا تفته کا خط آگیا. میرزا صاحب نے اوسی حالتِ ضعف مین جواب دیا، اور اوس مین لکها:

«مین چار دن سی لرزی مین مبتلا هون... اتنی سطرین مجھ سی ہزار جر ثقیل لکهی گئی هین.» (٢)

صاحبعالم صاحب مارهروی کو بحالتِ بیماری لکها هے:

«جو کچھ لکهنا هوتا هی وه بهی اکثر لیٹی لیٹی لکهتا هون.» (٣)

اسیطرح ایك مرتبه خواجه غلام غوث خان بهادر بیخبر کا خط آیا، تو میرزا صاحب کو اوٹهنا بیٹهنا دشوار تها. لیکن اوسی حالت مین جواب لکهکر آخر مین فرمایا:

«باره پر دو بجی هرکاره نی آپ کا خط دیا. پلنگ پر پڑی پڑی خط پڑها، اور اوسیطرح جواب لکها.» (٤)

سنه ١٨٦٢ع مین تقریباً سارا جسم زخمون سے بهرا هوا تها، اور بالخصوص سیدهے هاتھ کے پهوڑے کی تکلیف سے روح تحلیل هوئی جاتی تهی؛ لیکن اس حالت مین بهی خطون کے جوابات برابر بهیجتے رهے. چودهری عبد الغفور سرور کو لکهتے هین:

«اشعار کی اصلاح یك قلم موقوف. خطوط ضروری لیٹی لیٹی لکهتا هون. دو خط چودهری

(١) اردوی معلی، ص ٧٠ (٢) ایضاً، ص ٧٨ (٣) ایضاً، ص ٢٠٣ (٤) عود هندی، ص ١٧٤

صاحب کی آئی ، اور ایك خط شاہ عالم صاحب کا اور دو خط حضرت صاحب کی آئی . جواب نہ لکھ سکا . آج اپنی کو طعنۂ دیگر مرد بنایا جب یہ عبارت لکھی . » (۱)

انھین کے ایك خط مین اشعار کے حسن و قبح کا معیار بتاتے ہوے آتش و ناسخ کا ذکر کرتے ھین . لیکن استشہاد مین انکا کوئی شعر یاد نہین آتا تو کہتے ھین :

« یاد کیا آوی . لیٹا ہوا ہون . دمبدم پانو کی ورم کی ٹیس ہوش اوڑائی دیتی ھی . انا للہ وانا الیہ راجعون ! » (۲)

اسی زمانہ مین مرزا تفتہ کو لکھا ھے :

« مین ناتوان بہت ہوگیا ہون . گویا صاحب فراش ہون . کوئی شخص نیا تکلف کی ملاقات کا آجائی تو اوٹھ بیٹھتا ہون . ورنہ پڑا رہتا ہون . لیٹی لیٹی خط لکھتا ہون . » (۳)

ضعف کی سبب مراسلت مین کمی

لیکن جب بوجہِ پیرانہ سالی میرزا صاحب کا ضعف روز افزون ہونے لگا ، تو مجبوراً مراسلت مین کمی کرنی پڑی . تاہم اس حالت مین یہ کبھی نہوا کہ کسی جوابطلب خط کا جواب ندیا ہو . ھاتھ مین رعشہ اور بینائی مین نقصان آجانے کے بعد اخبارات مین اپنی اس حالت کا اعلان کر کے اربابِ ادب سے التجا کی تھی کہ آیندہ جوابِ خط اور اصلاحِ اشعار سے معاف رکھے جائین . لیکن اسپر بھی برابر خطوط چلے آتے تھے . اس زمانہ مین میرزا صاحب کسی بے تکلف دوست کے منتظر رہتے . جب ایسا دوست آجاتا ، اوس سے جواب لکھا دیتے . ایکبار مرزا شمشاد علی بیگ رضوان نے کوتاہ قلمی کی شکایت کی . اسکے جواب مین ارشاد فرماتے ھین :

« مرزا ! رسم تحریر خطوط بسبب ضعف ترك ہوتی جاتی ھی . تحریر کا تارك نہین ہون ، بلکہ متروك ہون .... اگر تمہاری خط کا جواب نہ لکھون تو محل ترحم ھی نہ مقام شکایت . » (٤)

اپریل سنہ ۱۸٦٦ ع مین سید احمد حسن مودودی کو لکھتے ھین :

« پیر و مرشد ! آپ کو میری حال کی بھی خبر ھی . ضعف نہایت کو پہنچ گیا . رعشہ پیدا ہو گیا . بینائی مین بڑا فتور پڑا . حواس مختل ہوگئی . جہانتك ہوسکا احباب کی خدمت بجا لایا .

(۱) اردوی معلی ، ص ۱۵۱ (۲) ایضاً ، ص ۱۵۰ (۳) ایضاً ، ص ۹٤ (٤) ایضاً ، ص ۳۲۱

اوراق اشعار لیٹے لیٹے دیکھتا تھا ، اور اصلاح دیتا تھا . اب نہ آنکھ سے اچھی طرح سوجھے ، نہ ہاتھ سے اچھی طرح لکھا جائے . کہتے ہین کہ شاہ شرف بو علی قلندر کو بسبب کبر سن کے خدا نے فرض اور پیمبر نے سنت معاف کردی تھی . مین متوقع ہون کہ میرے دوست خدمت اصلاح اشعار مجھپر معاف کردین . خطوط شوقیہ کا جواب جس صورت سے ہوسکیگا لکھدیا کرونگا . زیادہ حد ادب . » (۱)

مولوی حبیب اللہ خان ذکا نے کیفیتِ مزاج دریافت کی تو اسپر در افشانی فرماتے ہین :

« تم میری بات پوچھتے ہو . مگر مین کیا لکھون ؟ ہاتھ مین رعشہ . انگلیان کہنے مین نہین . ایك آنکھ کی بینائی زایل . جب کوئی دوست آجاتا ہے ، تو اوس سے خطوط کا جواب لکھوا دیتا ہون . » (۲)

جون سنہ ۱۸٦۷ ع مین میان داد خان سیاح کو اپنی حالت لکھتے ہوے فرماتے ہین :

« میرا حال اسی سے جانو کہ اب مین خط نہین لکھ سکتا . آگے لیٹے لیٹے لکھتا تھا . اب رعشہ و ضعف بصارت کے سبب سے وہ بھی نہین ہوسکتا . » (۳)

انہین کو اگست سنہ ٦۷ ع مین لکھا ہے :

« آگے مین لیٹے لیٹے کچھ لکھتا تھا . اب وہ بھی نہین ہوسکتا . ہات مین رعشہ . آنکھون مین ضعف بصر . کوئی متصدی میرا نوکر نہین . دوست آشنا کوئی آجاتا ہے تو اوس سے جواب لکھوا دیتا ہون . بھائی ! مین تو اب کوئی دن کا مہمان ہون . اور اخبار والے میرا حال کیا جانین ؟ ہان اکمل الاخبار اور اشرف الاخبار والے کہ یہ یہان کے رہنے والے ہین ، اور مجھسے ملتے رہتے ہین . سو اونکے اخبار مین مین نے اپنا حال مفصل چھپوا دیا ہے . اور اوس مین مین نے عذر چاہا خطوط کے جواب سے اور اشعار کی اصلاح سے . اوس پر کسی نے عمل نکیا . ابتك ہر طرف سے خطوں کے جواب کا تقاضا اور اشعار اصلاحوں کے چلے آتے ہین ، اور مین شرمندہ ہوتا ہون . بوڑھا ، اپاہج ، پورا بہرا ، آدھا اندھا . دنرات پڑا رہتا ہون . » (٤)

نواب میر غلام بابا خان بہادر نے کبھی کبھی اطلاعِ خیریت کی خواہش کی تھی . اونہین ٦ اپریل سنہ ۱۸٦۸ ع کو لکھتے ہین :

« آپ جو فرماتے ہین کہ تو اپنی خیر و عافیت کبھی کبھی لکھا کر . آگے اتنی طاقت باقی تھی ، کہ لیٹے لیٹے کچھ لکھتا تھا . اب وہ طاقت بھی زائل ہوگئی . ہاتھ مین رعشہ

(۱) اردوی معلی ، ص ۲٤۳ (۲) ایضاً ، ص ٤۰ (۳) ایضاً ، ص ۳۳ (٤) ایضاً ، ص ۲۰

پیدا ہوگیا . بینائی ضعیف ہوگئی . متصدی نوکر رکھنی کا مقدور نہین . عزیزون اور دوستون مین سی کوئی صاحب وقت پر آگئی تو مین مطلب کہتا گیا وہ لکھتی گئی .» (۱)

سید احمد حسن صاحب کو کسی دوست نے اطلاع دی کہ اب میرزا صاحب کو افاقہ ہے . اونہون نے میرزا صاحب سے اسکی تصدیق چاہی . اسپر تحریر فرماتے ہین :

«وہ جو آپ نی سنا ہی کہ اب غالب کو مرض سی افاقت ہی سو محض غلط ہی . آگی ناتوان تھا . اب نیمجان ہون . خط نہین لکھ سکتا . ایك لڑکی سی یہ چند سطرین لکھوادی ہین . جو مین کہتا گیا ہون ، وہ غریب لکھتا گیا ہی .» (۲)

اپنی اس مجبوری کے زمانہ مین میرزا صاحب دوستون اور شاگردون کے خطوط کی طرح اعزہ کے خطوط کا جواب بھی بمشکل دیا کرتے تھے . نواب زین العابدین خان عارف کے بڑے لڑکے باقر علیخان کامل کو پوتون کی طرح پالا تھا . وہ روزگار کی تلاش مین الور گئے . دلی مین بیوی اور ایك بچی چھوڑ گئے تھے . میرزا صاحب سے امید تھی کہ اپنی اور بہو اور پوتی کی خیریت سے مطلع کرتے رہین گے . لیکن میرزا صاحب ، جو اب معذور ہوچکے تھے ، اونکو بھی تاخیر سے جواب دیتے تھے . ایکبار اونہون نے شکایت کی . میرزا صاحب نے جواب مین تحریر فرمایا :

«مجھسی جو تم گلہ کرتی ہو خط کی نہ بھیجنی کا . بھائی ! اب میری اونگلیان نکمی ہوگئی ہین ، اور بصارت مین بھی ضعف آگیا ہی . دو سطرین نہین لکھ سکتا . اطراف و جوانب کی خطوط آئی ہوی دھری رہتی ہین . جب کوئی دوست آجاتا ہی مین اوس سی جواب لکھوا دیتا ہون . پرسون کا تمہارا خط آیا ہوا دھرا تھا . اب اسوقت مرزا یوسف علیخان آگئی . مین نی اونسی یہ خط لکھوا دیا .» (۳)

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۸ (۲) ایضاً ، ص ۲٤٦ (۳) ایضاً ، ص ۳۲۱

طباعتِ خطوط

میرزا صاحب کی ممانعت

سب سے پہلے منشی شیو نراین اکبرآبادی اور ہرگوپال تفتہ کو میرزا صاحب کے خطوط کی طباعت کا خیال پیدا ہوا. ان دونون نے علیحدہ علیحدہ میرزا صاحب کو اپنی تجویز سے مطلع کرکے اشاعت کی اجازت چاہی. لیکن اوس عہد تك مراسلت مین انشا پردازی کے تمام اصول و ضوابط کا لحاظ ضروری شمار ہوتا تھا، اور میرزا صاحب کے خیال مین زبانِ اردو کے لئے اس بارِ گران کا تحمل دشوار تھا. چنانچہ ہنری اسٹوارٹ ریڈ صاحب کی فرمایشِ اردو کے جواب مین انہون نے یہی لکھدیا تھا، کہ اس زبان مین زورِ قلم صرف کرکے معانیِ نازك پیدا کرنا اور اسطرح اپنا کمالِ انشا ظاہر کرنا مشکل ہے. اس مین گنجایشِ عبارت آرائی کہان جو کوشش کیجائے؟ لہذا مجھے اس خدمت سے معاف رکھا جائے.[1] علاوہ ازین انہون نے اردو مراسلت کاوش پژوہی سے بچنے کیلئے شروع کی تھی، اور اسوجہ سے کبھی قلم سنبھالکر اور دل لگاکر کوئی خط نہ لکھا تھا. ان یارانِ باصفا کی تجویز منظور کرلینے مین خطرہ ہوا کہ کہین کمالِ انشایِ فارسی کے مداح اردو نثر دیکھکر شکوہِ سخنوری پر نکتہ چینی نہ کرنے لگین، اور اردو کا یہ پھیکا پکوان فارسی کی اونچی دوکان کی شہرت پر دھبا نہ لگادے. اسلئے ۱۸ نومبر سنہ ۱۸۵۸ع کو منشی شیو نراین اکبرآبادی کو جواباً لکھا:

«اردو کے خطوط جو آپ چھاپا چاہتے ہین یہ بھی زاید بات ہے. کوئی رقعہ ایسا ہوگا کہ جو مین نے قلم سنبھالکر اور دل لگاکر لکھا ہوگا. ورنہ صرف تحریر سرسری ہے. اوسکی

(۱) اردوی معلی، ص ۳۶۳ و ۳۶۶ و ۳۶۷ پر وہ خطوط ملاحظہ ہون جن مین میرزا صاحب نے اردو نثر لکھنے سے انکار کیا ہے. اور ساتھ ہی اس انکار کی وجوہ بھی بتائے ہین.

شہرت میری سخنوری کی شکوہ کی منافی ھو . اس سی قطع نظر کیا ضرور ھی کہ ھماری آپس کی معاملات اوروں پر ظاھر ھون ؟ خلاصہ یہ کہ ان رقعات کا چھاپا میری خلاف طبع ھی . » (۱)

اسی اثنا مین مرزا تفتہ کا پرزور نیازنامہ آیا . اوسکو پڑھکر ۲۰ نومبر سنہ ۵۸ ع کو ادھر منشی شیو نراین کو لکھا :

« رقعون کی چھاپی کی باب مین ممانعت لکھ چکا ھون . البتہ اس باب مین میری رای پر تمکو اور مرزا تفتہ کو عمل کرنا ضرور ھی . » (۱)

اور اوسطرف مرزا تفتہ کی ھٹ کے جواب مین مشفقانہ تحریر کیا :

« رقعات کی چھاپی جانی مین ھماری خوشی نہین ھی . لڑکون کی سی ضد نکرو . اور اگر تمہاری اسی مین خوشی ھی تو صاحب مجھ سی نہ پوچھو . تمکو اختیار ھی . یہ امر میری خلاف رای ھی . » (۲)

اسکے بعد ان دونون نے طباعتِ مکاتیب کے سلسلہ مین کچھ نہین لکھا . جس سے یہ نتیجہ نکلتا ھے کہ انھون نے ارادۂ طباعت فسخ کردیا تھا .

مکتوبات غالب کا پہلا مجموعہ . مہر غالب

اس واقعہ کے دو سال بعد سنہ ۱۲۷۸ ھ (۱۸۶۱ ع) مین چودھری عبد الغفور سرور مارھروی اور منشی ممتاز علیخان رئیسِ میرٹھ نے میرزا صاحب کی اجازت حاصل کئے بغیر اون خطوط کی طباعت کا تہیا کیا ، جو سرور کے نام میرزا صاحب نے لکھے تھے . ترتیب کا کام سرور کے سپرد ھوا اور طباعت کا ذمہ ، ممتاز علیخان نے لیا . مجموعہ کا سرور نے « مہرِ غالب » نام رکھا اور اوسکے دیباچہ مین لکھا :(۳)

« ارباب علوم کو معلوم ھو کہ مین انکسار ظہور ، عبدالغفور متخلص بہ سرور ، مارھروی بدو شعور سی اھل سخن کا طالب اور صاحب کمال کا خواھان تھا . جب کلام بلاغت نظام رشک صائب ، فخر طالب ، جناب اسد اللہ خان صاحب غالب کا دیکھا ، دل کو بھایا . یکتا پایا . ترسیل

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۳۶۱ (۲) ایضاً ص ۱۰۵

(۳) اگرچہ سرور نی سنہ ۱۸۶۱ ع مین میرزا صاحب کی خطوط مرتب کرلی تھی . لیکن دیباچہ لکھنی کی نوبت سنہ ۱۸۶۳ ع مین آئی ، جب کہ کتاب پریس کو جا رھی تھی . اسلئی کہ عود ھندی (ص ۴۷) مین میرزا صاحب کا ایک خط اس دیباچہ کی تعریف مین درج ھی ، جو اسلئی سنہ ۱۸۶۳ ع کا مکتوبہ معلوم ھوتا ھی کہ اس مین میرزا صاحب نی ماقبل مکتوب کا حوالہ دیا ھی ، اور ماقبل کا خط کثرت شر و اورام کی داستان پر مشتمل ھی ، جو سنہ مذکورہ کا واقعہ ھی .

مراسلات مین قدم بڑھایا ۔ هر کتابت کا جواب آیا ۔ .... جو نامہ کہ بنام میری بعبارت اردو تحریر کیا ، مکتوب سادہ رویون سی دلربا تر ، اور هر سطر اوسکی سلسلہ مویون سی تاب فرسازیادہ هی ۔ جس آنکھ نی دیکھا وہ بینا هی ۔ جس کان نی سنا وہ شنوا هی ۔ پس تنہا متلذذ هونا اور آپ هی آپ مزہ اوٹھانا خلاف انصاف جانا ۔ دل مایل تمام بشہرت عام هوا ۔ اور هنوز یہ قصد ناتمام تھا ، کہ بحسن اتفاق فخر زمان ، وحید دوران ، جناب ممتاز علیخانصاحب متوطن میرٹھ ... رونق افزای مارهرہ هوی ... ایك روز محفل ممدوح مین ذکر همہ دانی و شیوہ بیانی جناب استادی و مخدومی درمیان آیا ۔ ارشاد کیا کہ کلام مرزا صاحب نسیم جانفزا اور شمیم دلکشا هی ۔ فارسی کا کیا کہنا ! اردو بھی یکتا هی ۔ نظم و نثر فارسی تو محلی بحلیۂ انطباع هوا ۔ لیکن نثر اردو زیور طبع سی عاری رها ۔ اگر وہ خطوط کہ بنام تمھاری آئی اور تم نی سنائی هین جمع کرو تو مین اوسکی انطباع کا بیڑا اوٹھاتا هون ۔ اس تقریر سی نسیم تاثیر نی غنچۂ دل کھلایا ۔ منشای خاطر ظهور مین آیا ۔ وہ مکتوب کہ بنام میری آئی تھی ترتیب دیئی ۔ گویا جواهر بی بہا کان قلمدان سی نکالکر کشتیء اوراق مین جمع کئی ۔ چونکہ محبت جناب غالب میری حال پر بہت غالب هی ، لهذا نام اس انشا کا « مہر غالب » (بکسر میم) مناسب هی ۔ سال ختم تالیف بھی اس نام سی مطابق پایا ۔ » (۱)

یہ تجویز پاس ہوگئی اور منشی ممتاز علی خان صاحب میرٹھ چلے آئے ۔ لیکن ابھی طباعت شروع نہوئی تھی کہ اونھین خیال پیدا ھوا کہ میرزا صاحب کے مزید رقعات تلاش کرکے اس مجموعہ مین شامل کئے جائین ۔ اس خیال کی تکمیل مین قدرت نے امداد کی اور اونھین ایك اور مجموعہ کا پتہ چلا ، جو میرزا صاحب کے علم و امداد سے مرتب کیا جا رہا تھا ۔

مکاتیب غالب کا دوسرا مجموعہ

یہ مجموعہ منشی غلام غوث خان بہادر بیخبر مرتب کر رہے تھے ۔ انھون نے اپنے ارادہ کی اطلاع میرزا صاحب کو پہلے سے دیدی تھی ، اور یہ خواهش کی تھی ، کہ اون تمام خطون کی نقول بھی مہیا کردین ، جو دوسرے احباب اور شاگردون کے نام لکھے گئے ھین ۔ میرزا صاحب نے اس التماس کو قبول کرلیا تھا ۔ لیکن اوسوقت تك اونکا یہ خیال تھا کہ صرف وہ خط مرتب کیے جائین ، جن مین کوئی ادبی خوبی ھو ۔ روزمرہ

---

(۱) عود هندی ، ص ٥ و ٦ ۔

کی نجی ضروریات پر مشتمل خطوں کو خارج کردیا جائے. اسلئے بیخبر کو جواب مین لکھا تھا:

«آپ کو معلوم رهی که منشی حبیب الله ذکا اور نواب مصطفی خان حسرتی کو کبهی اردو خط نهین لکها. هان ذکا کو غزل اصلاحی کی هر شعر کی تحت مین منشاء اصلاح سی آگهی دیجاتی هی. نوابصاحب کو یون لکها جاتا هی: «کهار آیا. خط لایا. آم پهنچی. کچه بانٹی. کچه کهائی. بچون کو دعا. بچون کی بندگی. مولوی الطاف حسین صاحب کو سلام». یه تحریر اس هفته مین گئی هی. غرضکه عامیانه لکهنا اختیار کیا هی. اب یه عبارت جو تمکو لکهی رها هون یه لایق شمول مجموعۂ نثر اردو کهان هی؟ یقین جانتا هون که ایسی نثرون کو آپ خود نه درج کرین گو.» (۱)

اسی زمانه مین مولوی عبد الغفور خان بهادر نساخ کو ایك خط لکها تها. اوسکی نقل بیخبر کو روانه کرتے هوے تمهیداً تحریر کرتے هین:

«پیر و مرشد! کوئی صاحب ڈپٹی کلکٹر هین کلکته مین. مولوی عبد الغفور خان اونکا نام اور نساخ اونکا تخلص هی. میری اونکی ملاقات نهین. اونهون نی اپنا دیوان چهاپی کا موسوم به «دفتر بیمثال» مجکو بهیجا. اوسکی رسید مین یه خط مین نی اونکو لکها. چونکه یه خط مجموعۂ نثر اردو کی لایق هی، آپ کی پاس ارسال کرتا هون.» (۲)

لیکن ان نجی خطوں کی موجودگی سے معلوم ہوتا ہے که بیخبر نے اونکے اس مشوره کو نه مانا، اور هر قسم کے خط شامل مجموعه کرلیئے.

مقام طباعت

میرزا صاحب کا خیال تها که بیخبر اس مجموعه کو اله آباد مین، جهان وه مقیم تھے، طبع کرائینگے. اسلئے ایك انگریز کے استفسار کے سلسله مین بیخبر کو لکها:

«جناب کیمس صاحب بهادر افسر مدارس غرب و شمال کا باوجود عدم تعارف خط مجکو آیا. کچه اردو زبان کی ظهور کا حال پوچها تها. اوسکا جواب لکهه بهیجا. نظم و نثر اردو طلب کی تهی. مجموعۂ نظم بهیجدیا. نثر کی باب مین تمهارا نام نهین لکها. مگر یه لکها که اله آباد مین وه مجموعه چهاپا جاتا هی. بعد انطباع و حصول اطلاع وهان سی منگا کر بهیجدونگا.» (۳)

(۱) عود هندی، ص ۱۷٤ (۲) ایضاً، ص ۱۲۵ (۳) ایضاً، ص ۱۷۵

مگر بیخبر نے اس غلط فہمی کو دور کرتے ہوے لکھا کہ منشی ممتاز علیخان رئیس میرٹھ نے اپنے مطبع مین طباعت کا اہتمام کیا ھے۔ میرزا صاحب ان بزرگ سے واقف تھے، اسلئے بیخبر کی اس خبر پر اطمینان ظاهر کیا، اور جب بیخبر نے دوبارہ اونکا ذکر کیا تو تحریر فرمایا:

« حضرت پیر و مرشد! اس سے آگے آپکو لکھ چکا ہون کہ منشی ممتاز علیخان صاحب سے میری ملاقات ہو، اور وہ میری دوست ہین۔ » (۱)

طباعت مین تاخیر

خواجه غلام غوث خان بہادر بیخبر نے مکاتیب کی جمع و ترتیب کا کام سنه ٦١ ع مین شروع کیا۔ میرزا صاحب کے مکتوب الیہم مین سے جو بزرگ خود اونکے دوست تھے اونسے براہِ راست، اور جنکی خدمت مین خود نیاز حاصل نه تھا اونسے بتوسطِ غالب خطوط کی نقلین مہیا کین، اور سنه ٦٥ ع مین یه سلسله ختم کردیا۔ لیکن میرزا صاحب نے، جو سنه ٦٣ ع کے بعد سے طباعت کا انتظار کرنے لگے تھے، آخرِ کار مجبور ہوکر تقاضا شروع کردیا۔ چنانچه ایك خط کے آخر مین بیخبر کو لکھا ھے:

« اور ہان حضرت! وہ مجموعه چھپےگا بالفتح یا چھپےگا بالضم۔ چھپ چکا ہو تو حق التصنیف کی جتنی جلدین منشی ممتاز علیخان صاحب کی ہمت اقتضا کری فقیر کو پہونچی۔ » (۲)

احباب کے تقاضے

اس مجموعه کی ترتیب مین مختلف اصحاب کے پاس سے خطوط کی نقلین منگائی گئی تهین۔ اسلئے پبلك مین کافی شہرت ہوچکی تھی۔ جب اشاعت مین زیادہ تاخیر ہوگئی تو میرزا صاحب کے پاس تقاضے کے خطوط آنے لگے۔ ان تقاضون سے پریشان ہوکر میرزا صاحب نے ۷ مارچ سنه ١٨٦٤ ع کو بیخبر کے نام حسبِ ذیل خط لکھا:

« ہان حضرت! کہیے۔ منشی ممتاز علیخان کی سعی بھی مشکور ہوگی؟ وہ مجموعۂ اردو

(۱) عود هندی، ص ١٣٨ (۲) ایضاً، ص ١٢٥

چھپے گا یا چھپا ہی رہیگا؟ احباب اوسکے طالب ہین۔ بلکہ بعض نے طلب کو بسرحد تقاضا پہنچا دیا ہے۔» (١)

پنجاب احاطے کی مانگ

ان تقاضا کرنیوالے احباب مین سب سے زیادہ حصہ زندہ دلان پنجاب نے لیا تھا۔ ان سے مجبور ہوکر میرزا صاحب نے منشی ممتاز علیخان صاحب کو ملزم ٹھہراتے ہوے بیخبر کو تحریر کیا:

«اجی حضرت! یہ منشی ممتاز علیخان کیا کر رہے ہین؟ رقعے جمع کئے اور نہ چھپوائے۔ فی الحال پنجاب احاطہ مین اونکی بڑی خواہش ہے۔ جانتا ہون کہ وہ آپکو کہان ملین گے جو آپ اون سے کہین۔ مگر یہ تو حضرت کے اختیار مین ہے کہ جتنے میرے خطوط آپکو پہنچے ہین وہ سب یا اون سب کی نقل بطریق پارسل آپ مجکو بھیجدین۔ جی یون چاہتا ہے کہ اس خط کا جواب وہی پارسل ہو۔» (٢)

میرزا صاحب کا دیباچہ

غالباً اس کے جواب مین خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر نے میرزا صاحب کو لکھا کہ آپ مجموعۂ نثر اردو کیلئے دیباچہ لکھکر روانا فرمائین تو کتاب پریس کو بھیجی جائے۔ اس سلسلہ مین میرزا صاحب نے تحریر کیا:

«مین صاحب فراش ہون۔ اوٹھنا بیٹھنا ناممکن ہے۔ خطوط لیٹے لیٹے لکھتا ہون۔ اس حال مین دیباچہ کیا لکھون؟» (٣)

بیخبر نے اسکے بعد بھی دیباچہ لکھنے کی درخواست کی تو اونھین ظریفانہ انداز مین لکھا:

«بندہ پرور! اگر ایک بندۂ قدیم، کہ عمر بھر فرمان پزیر رہا ہو، بڑھاپے مین ایک حکم بجا نہ لاوے تو مجرم نہین ہو جاتا۔ مجموعۂ نثر اردو کا انطباع اگر میری لکھی ہوی دیباچہ پر موقوف ہے، تو اوس مجموعہ کا چھپ جانا بالفتح مین نہین چاہتا، بلکہ چھپ جانا بالضم چاہتا ہون۔ سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہین:

رسم است کہ مالکان تحریر ٭ آزاد کنند بندۂ پیر

آپ بھی اوسی گروہ یعنی مالکان تحریر مین سے ہین۔ پھر اس شعر پر عمل کیون نہین کرتے؟» (٤)

(١) عود ہندی، ص ١٢٤ (٢) ایضاً، ص ١٣٥ (٣) ایضاً، ص ١٣٨ (٤) ایضاً، ص ١٢٧

عود هندی

خواجه غلام غوث خان بہادر بیخبر نے میرزا صاحب کا عذر تسلیم کرکے اپنے جمع کردہ خطوط منشی ممتاز علیخان صاحب کے پاس بھیجدیے . منشی صاحب نے چودھری عبـــد الغفور سرور اور خواجه صاحب کے مجموعہای مکاتیب کو یکجا کرکے « عودِ هندی » نام رکھا ، اور خود دیبـاچه لـکھکر جمع و ترتیب مین سعی کرنیوالے اصحاب کی محنت کی اسطرح داد دی :

« ... نجم الدوله اسد الله خان بہادر غالب ، جنکی ذات باکمالات محتاج تعریف نہین ... سارا هند اونهین جانتا هی . ایران تك اونکی جادو بیانی کا چرچا هی . مجهی مدت سی اسکا خیال تها که فارسی تصنیفین تو اونکی بهت مرتب هوئین ، اور چهاپی گئین . ... مگر کلام اردو نی سوای ایك دیوان کی ترتیب نپائی . یه دولت ارباب شوق کی هاتهہ نه آئی . حالانکه نثر اردو اونکی اورون کی فارسی سی هزار درجه بہتر هی . یه سلاست بیان ، یه شستگی زبان ، روزمره کی صفائی ، اداؤن کی شوخی ، کسی کو کب میسر هی ؟ اوسی بهی ترتیب دیجئی . قـدر دانون پر احسان کیجئی . میری عنایت فرما اور مرزا صاحب کی شاگرد یکـتا چودهری عبد الغفور صاحب سرور تخلص سی یه ذکر آیا ، تو اونهون نی جتـنی خطوط مرزا صـاحب کی اونکی نام آئی تهی ، سب کو ایك جا کرکی اور اوسپر ایك دیباچه لـکهہ کی ، وه مجموعه عنایت کیا . عرصه تك سرگرم تلاش رها . جابجا سی اور تحریرین مرزا صاحب کی بهم پهچائین . بڑی محنت اوٹهائی ، تب تمنا برآئی ، اور مجموعـه مرتب هوا . آج پورا اپنا مطلب هوا .

خواجه غلام غوث خانصاحب بهادر بیخبر تخلص ، جو نواب معلی القـاب لفٹنٹ گورنر بهادر ممالك مغربی و شمـالی کی میر منشی اور میری مخدوم خاص اور حضرت غالب صاحب کی مخلص با اختصاص هین ، اس تلاش مین میری معین اور مددگار رهی . بهت کچهہ ذخیره اونکی بدولت بهم پهنچا .

اس کتاب کی دو فصل اور ایك خاتمه هی . پہلی فصل مین چودهری صاحب کی مرتب کیی هوی خطوط اور اونکا لکها هوا دیباچه ، دوسری فصل مین میری جمع کیی هوی رقعات ، اور خاتمه مین چند نثرین هین ، جو جناب غالب نی اورون کی کتابون پر تحریر فرمائی هین . « عود هندی » اس کتاب کا نام هی . » (۱)

عود هندی کا سال طباعت

عودِ هندی کا یه اڈیشن منشی ممتاز علیخان نے اپنے مطبعِ مجتبائی واقع

(۱) عود هندی ، ص ۲ و ۳

شہرِ میرٹھ مین طبع کیا ۔ کتاب ۱۸۸ صفحون پر تمام ہوئی ۔ خاتمہ حکیم غلام مولانا قلق میرٹھی نے لکھا ۔ آخر مین چار تاریخی قطعے اضافہ کیے گئے ۔ ان مین ایک قلق کا ، ایک اونکے شاگرد منشی عبد الحکیم محو میرٹھی کا ، اور بقیہ دو غالباً خود منشی ممتاز علیخان صاحب کے ہین ۔

ان قطعات سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۲۸۵ ھجری مین طباعت پایۂ تکمیل کو پہنچی ۔ آخری صفحے کے نچلے گوشہ مین ۱۰ رجب سنہ ۱۲۸۵ ھجری درج ہے ، جس سے تاریخ و ماہ بھی متعین ہو جاتے ہین ۔

میور صاحب کی نذر

آخری قطعہ کے مطالعہ سے ایک نئی بات یہ معلوم ہوتی ہے ، کہ منشی ممتاز علیخان نے میور صاحب (غالباً سر ولیم میور گورنرِ ممالک مغربی و شمالی) کی خدمت مین عود کا مطبوعہ نسخہ نذر گزرانا تھا ۔ سر ولیم میور علومِ مشرقیہ کے عالم تھے ۔ خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر نے ، جو عودِ ہندی کی جمع و ترتیب مین برابر کے شریک تھے ، طابع کو مشورہ دیا ہوگا کہ مطبوعہ نسخہ صوبہ کے اعلی حاکم کے نام معنون کرکے اوسکے نشر و اشاعت کی تکمیل پر مہرِ توثیق ثبت کرین ۔ اوس زمانہ مین اردو زبان مین ایسی نادر کتابین معدودے چند شایع ہوئی تھین ۔ گورمنٹ بعض سیاسی مصالح کے ماتحت نئی مفید کتابون کی اشاعت مین انعام کے نام سے یا امدادِ طبع کہکر اخراجات کا بار اوٹھا لیا کرتی تھی ۔ اسلئے بعید نہین کہ منشی صاحب کو بھی کچھ روپیہ ملگیا ہو ۔

میرزا صاحب کا حق تصنیف

ایکبار میرزا صاحب نے کتاب کی فوری اشاعت کا تقاضا کرتے ہوے بیخبر کو لکھا تھا :

«اور ہان حضرت ! وہ مجموعہ چھپیگا بالفتح یا چھپیگا بالضم ۔ چھپ چکا ہو تو حق

التصنیف کی جتنی جلدین منشی ممتاز علیخان صاحب کی همت اقتضا کری نقیر کو بهیجو . » (۱)
یه امر یقینی هے که عودِ هندی میرزا صاحب کی زندگی مین شایع هوئی . اسلئے بظاهر یه خیال هوتا هے که میرزا صاحب نے حق التصنیف حاصل کیا هوگا . لیکن اونکے مکاتیب مین اسکی طباعت یا حق التصنیف کے نسخون کی وصولیابی کا مطلق ذکر نہین پایا جاتا . بنابرین اس باره مین کسی قطعی رای کا اظهار غیرِ مناسب هے .

عود کی رقعات کی تعداد

عودِ هندی کے کل رقعات کی تعداد ۱٦۲ هے . ان مین ۲۵ چودهری عبد الغفور سرور کے نام ، ۲ صاحبعالم مارهروی کے نام ، ۲ شاه عالم مارهروی کے نام ، ۲۰ نواب انور الدوله بهادر شفق کے نام ، ۲ یوسف علیخان عزیز کے نام ، ۳۱ میر مهدی مجروح کے نام ، ۱ میر سرفراز حسین کے نام ، ۱ میرزا علاء الدینخان بهادر علائی کے نام ، ۱ مرزا تفته کے نام ، ۱۸ مرزا حاتم علی مهر کے نام ، ۲۵ خواجه غلام غوث خان بهادر بیخبر کے نام ، ۱ مولوی عبد الغفور خان نساخ کے نام ، ۱ ظهیر الدینخان کیطرف سے اونکے چچا کے نام ، ۱ نواب مصطفی خان شیفته کے نام ، ۱ نواب مردان علیخان رعنا کے نام ، ۱ مرزا رحیم بیگ کے نام ، ۱۰ مولوی عبد الرزاق شاکر کے نام ، ۱۵ قاضی عبد الجمیل صاحب بریلوی کے نام ، ۱ مولوی عزیز الدین کے نام ، ۱ سید محمد عباس صاحب کے نام اور ۱ منشی غلام بسم الله صاحب کے نام هے .

ان خطوط کے علاوه دو تقریظین ، مرزا حاتم علی مهر کی مثنوی کی تقریظ اور رجب علی بیگ سرور کی گلزار سرور کی تقریظ ، اور تین دیباچے ، حدایق الانظار کا دیباچه ، قواعدِ تذکیر و تانیث کا دیباچه ، اور مرزا کلب حسین خان بهادر کے مجموعۂ قصاید کا دیباچه بهی کتاب مین شامل هین . نیز

(۱) عود هندی ، ص ۱۲۵

ایك خط بیخبر کا بھی درج کیا گیا ھے ، جو میرزا صاحب کے خط کا جواب تھا اور اپنی ادبی خوبیون کی وجہ سے منشی ممتاز علیخان بہادر کی نظر مین شامل مجموعہ ہونے کے قابل تھا .

مکاتیب غالب کا تیسرا مجموعہ

ابھی عودِ ہندی طبع ہونے نہ پائی تھی ، کہ اطرافِ ہند سے میرزا صاحب کے مجموعۂ خطوط کی مانگ شروع ہوگئی . میرزا صاحب نے خواجہ غلام غوث خان بہادر کو اونکے مرتب کردہ مجموعہ کی طباعت کے متعلق بار بار لکھا . لیکن جب سال پر سال گزرنے لگا اور کسی طرح کتاب نہ چھپی ، تو انھین اوسکی طباعت کی طرف سے مایوسی ہوگئی . احبابِ دہلی نے یہ دیکھ کر ، کہ میرٹھ اس ادبی انقلاب مین پہلا قدم اوٹھانے سے قاصر نظر آتا ھے ، تہیا کیا کہ اس شرف کو خود حاصل کرین ، اور مالكِ اکمل المطابع دہلی کو اخراجاتِ طباعت برداشت کرنے پر آمادہ کرلیا . اب خطوط کی فراھمی کا مسئلہ باقی رہتا تھا . وہ اسطرح حل ہوگیا کہ خود میرزا صاحب ، جو اپنی انشا کی حقیقی قدر و قیمت اور بازاری مانگ سے باخبر ہوچکے تھے ، اس مین ھاتھ بٹانے کیلئے تیار ہوگئے . چنانچہ چارون طرف اصلِ خطوط یا اونکے نقول کی طلب مین خطوط لکھے گئے ، اور رفتہ رفتہ کافی ذخیرہ فراھم ہوگیا . اس سلسلہ مین خود میرزا صاحب نے جن احباب کو لکھا اون مین سے نواب علاء الدین خان بہادر علائی کے متعلق دستاویزی ثبوت موجود ھے . بقیہ اصحاب نے میرزا صاحب کے تقاضائی خطوط کی نقلین نہین بھیجین . اسلئے کچھ نہین کہا جاسکتا کہ وہ کون بزرگ تھے جنھین خود میرزا صاحب نے ارسالِ نقول کیلئے لکھا تھا .

نواب علاء الدین خان بہادر کو سب سے پہلا خطوط طلب مکتوب اونکے لوھارو پہنچنے کے بعد لکھا ھے . فرماتے ھین :

«مقصود ان سطور کی تحریر سی یه هی که مطبع اکمل المطابع مین چند احباب میری مسودات اردو کی جمع کرنی پر اور اوسکی چھپوانی پر آماده هوی هین. مجھسی مسودات مانگی هین، اور اطراف و جوانب سی بھی فراهم کیی هین. مین مسوده نہین رکھتا. جو لکھا وه جہان بھیجنا هو وهان بھیجدیا. یقین هی که خط میری تمہاری پاس بہت هونگی. اگر اونکا ایك پارسل بناکر بسبیل ڈاك بھیجدوگی، یا آج کل مین کوئی ادهر آنیوالا هو اوسکو دیدوگی، تو موجب میری خوشی کا هوگا، اور مین ایسا جانتا هون که اوسکی چھاپی جانی سی تم بھی خوش هوگی.» (۱)

نواب علاء الدین خان بہادر نے اس خواهش کی تکمیل مین پس و پیش کیا. میرزا صاحب نے سمجھا که غالباً نواب صاحب نجی معاملات کی اشاعت کے خیال سے گریز کر رهے هین. اگرچه کچھ عرصه قبل خود میرزا صاحب نے تفته کو یه کهکر اشاعتِ خطوط سے روکا تھا که نجی واقعات کو منظرِ عام پر لانا کیا ضرور هے؟ لیکن اب اونکا ادبی عقیده بدل چکا تھا. چنانچه نواب صاحب کے اس خیال کی تردید مین تحریر کیا:

«میری خطوط اردو کی ارسال کی باب مین جو کچھ تمنی لکھا تمہاری حسن طبع پر تم سی بعید تھا. مین سخت بیمزه هوا. اگر بیمزگی کی وجوه لکھون تو شاید ایك تختهٔ کاغذ سیاه کرنا پڑی. اب ایك بات موجز و مختصر لکھتا هون. سنو بھائی! اگر اون خطوط کا تمکو اخفا منظور هو، اور شہرت تمہاری منافی طبع هی، تو هرگز نه بھیجو. قصه تمام هوا. اور اگر اونکی تلف هونی کا اندیشه هی، تو میری دستخطی خطوط اپنی پاس رهنی دو، اور کسی متصدی سی نقل اوترواکر، چاهو کسی کی هاتھ چاهو بسبیل پارسل، ارسال کرو، لیکن جلد. خدا کی واسطی! کہین غصه مین آکر «عطای تو بلقای تو» کہکر اصل خطوط نه بھیجدینا، که یه امر میری مخالف مقصود هی.» (۲)

معلوم هوتا هے که اس خط کے بعد بھی علائی نے ارسالِ نقول مین توقف کیا تھا؛ مگرمیرزا صاحب نے پھر اس کے متعلق کچھ نه لکھا، اور جب اونهون نے اصلِ خطوط بھیجکر میرزا صاحب کے ترکِ طلب کا سبب دریافت کیا، تو صبح شنبه ۳۰ مئی سنه ۱۸۶۳ع کو از راهِ معذرت لکھا:

«لاموجود الا الله. اوس خدا کی قسم! جسکو مین نی ایسا مانا هی، اور اوسکی سوا کسی کو موجود نہین جانا هی، که خطوط کی ارسال کو مکرر نه لکھنا از راه ملال

---

(۱) اردوی معلی، ص ۳۹۸ (۲) ایضاً، ص ۴۲۳

نه تھا . طالب کی ذوق کو سست پاکر مین متوقف ھوگیا . متوسط ایك جلیل القدر آدمی اور طـالب کتب کا سوداگر ھی . اپنا نفع نقصان سونچیگا . لاگت بچت کو جانچیگا . مین متوسط کو مہتمم سمجھا تھا ، اور یه خیال کیا تھا که یه چھپوائیگا . ۳۰ رقعی ایك جگه سی لیکر اونکو بھیجی . اوسکی رسید مین تقریباً اونھون نی طلب رقعات به تکلیف سوداگر لکھی ، اور اوس سوداگر کو مفقود الخبر لکھا . ظاھرا کتابین لیکر کہین گیـا ھوگا . (یا) کتابین لیتی گیا ھوگا . یه ۲۳ لفـافی اور ۳٤ خط بدستور میری بکس مین موجود و محفوظ رھین گی . اگر متوسط بتقاضا طلب کریگا ان خطوط کی نقلین اوسکو اور اصل تمکو بھیجـدونگا . ورنه تمھاری بھیجی ھوی کاغذ تمکو پہنچ جائینگی . » (۱)

غالباً اس خط کی روانگی کے بعـــد ھی مہتمم ِ طبع نے خطوط کی نقلین حاصل کرلین . میرزا صاحب یکشنبه ۳۰ محرم الحرام سنه ۱۲۸۰ ھ مطابق ۲۱ جون سنه ۱۸٦۳ ع کو اصل ِ خطوط واپس کرکے لـکھتے ھین :

« میری جان ! مرزا علی حسین خان آئی اور مجھسی ملی . مین نی خطوط مرسله تمھاری یکمشت اونکو دیی . اب تمھاری پاس بھیجنی کا اونکو اختیار ھی . رسید کا البته مجھی انتظار ھی . » (۲)

اردوی معلی

مکاتیب کا یه تیسرا مجموعه « اردوی ِ معلی » کے اسم سے موسوم ھوا . میر مہدی مجروح نے اسکا دیباچه اور میرزا قربان علی بیگ سالك نے خاتمه لکھا . کتاب دو حصون مین منقسم ھوئی . « پہلے حصه مین صاف صاف عبارت کے خط تحریر کیے . تا طلبای ِ مدرسه فائده اوٹھائین . دوسرے حصے مین مطالب ِ مشکله کی تحریر اور تقریظ وغیره لکھی » . (۳) لیکن غالباً پہلی بار صرف حصۂ اول شایع ھوسکا . اس لئے که کتب خانۂ عالیـۂ رامپور مین جو نسخه موجود ھے وه مکمل ھوتے ھوے صرف ِ حصۂ اول پر مشتمل ھے .

اردوی معلی کا سال طباعت

بظـاھر یه یقین کرنے کے تمـام وجوه موجود تھے که مکاتیب کا یه مجموعه جلد از جلد شایع ھوگا . لیکن قدرت نے اس ادبی انقلاب کی اولیت کا شرف میرٹھ ھی کو ودیعت کیـا تھا . عود ِ ھندی ۱۰ رجب سنه ۱۲۸۵ ھ

(۱) اردوی معلی ، ص ٤۲۸ (۲) ایضاً ، ص ٤۰۸ (۳) ایضاً ، ص ٥

کو شایع ہوگئی، اور اردوی معلی کو یہ دن بھی نصیب نہوا کہ اپنے خالقِ مجازی کا دیدار کرلیتا. اسلئے کہ حسبِ تصریحِ خاتمۂ طبع یہ مجموعہ جمعہ کے دن ۲۱ ذیقعدہ سنہ ۱۲۸۵ ھ مطابق ٦ مارچ سنہ ۱۸٦۹ع کو چھپ کر تیار ہوا،(۱) اور میرزا صاحب نے ۲ ذیقعدہ سنۂ مذکور کو وفات پائی. اس حساب سے اونکے انتقال سے ۱۹ دن کے بعد کتاب تمام ہوئی. سالک نے سالِ طبع لکھا:

کیا کہون! کچھ کہا نہین جاتا ٭ لب پہ نالون کا ازدحام ہوا
صدمۂ مرگِ حضرتِ غالب ٭ سببِ رنجِ خاص و عام ہوا
ہے یہی سالِ طبع و سالِ وفات ٭ «آج اونکا سخن تمام ہوا»
١٢٨٥

مقام طباعت اور حق تصنیف

اردوی معلی دلی کے مطبعِ اکمل المطابع مین طبع ہوا. حکیم غلام رضا خان اس کے مالک، میر فخر الدین مہتمم، اور لاله بہاری لعل منشی تھے.(۲)

کتاب کے آخر مین ایك اعلان شایع ہوا کہ اسکا حقِ تصنیف میرزا صاحب نے حکیم غلام رضا خان صاحب کو عطا کردیا ہے، اور ایك رقعہ بطورِ سند لکھدیا ہے. لهذا کوئی صاحب حکیم صاحب کی بلا اجازت رقعات چھاپنے کا قصد نکرین. اسکے بعد میرزا صاحب کی حسبِ ذیل تحریر چھپی:

«پیکر بی روح و روان فقیر اسد الله خان غالب تخلص ہیچمدان کہتا ہی اور لکھدیتا ہی کہ یہ جو اردوی معلی تصنیف فقیر مطبع اکمل المطابع دہلی مین چھاپا ہوا، سو مین نی از راہ فرط محبت اپنا حق تالیف نور چشم اقبالنشان حکیم (غلام) رضا خان کو بخشدیا ہی اور اوس حق کو خاص اونکا حق کیا. اب اور کوئی صاحب اگر مالك اکمل المطابع حکیم (غلام) رضا خان کی بی اطلاع اردوی معلی کی چھاپنی کا قصد کرین گی تو مواخذہ سی محفوظ نرہین گی. اور فوراً حسب منشاء قانون بستم، سنہ ۱۸٤۷ع سزا پائینگی. (مہر نجم الدولہ دبیر الملك اسد الله خان بہادر نظام جنگ ۱۲٦۷)» (۳)

(۱) اردوی معلی، ص ٤٥٨ (۲) ایضاً، ص ٥ و ٤١٤ (۳) ایضاً، ص ٤٦٤

اردوی معلی کا پہلا ایڈیشن

اردوی معلی حصۂ اول کا پہلا ایڈیشن ٤٦٤ صفحات پر مشتمل ھے. ان مین ٥ صفحے میر مہدی مجروح کے دیباچہ کے هین. پانچوین صفحے کی پندرهوین سطر سے خطوط شروع هوکر صفحۂ ٤٥٨ کی تیرهوین سطر پر ختم هوتے هین، اور باقی چار سطرین خاتمة الطبع پر مشتمل هین. صفحۂ ٤٥٩ سے ٤٦١ کی ساتوین سطر تك میرزا قربان علی بیگ سالك کا خاتمہ ھے. اسکے بعد منشی جواهر سنگھ جوهر کی تاریخ طبع ھے، اور پھر اسی صفحه کی گیارهوین سطر سے صفحۂ ٤٦٤ کی تیرهوین سطر تك تصحیح اغلاط کا نقشه دیا هوا ھے. بعد ازان میرزا صاحب کا اعلان عطیۂ حق تالیف ھے. شروع مین زرد رنگ کا ٹائٹل پیج ھے. یه میرزا صاحب کی زندگی هی مین چھپ گیا تھا. اسلئے اس مین اونهین مرحوم نہین لکھا گیا ھے.

رقعات کی تعداد

اردوی معلی کے اس ایڈیشن کے رقعات کی کل تعداد ٤٧٢ ھے. ان مین ۱۰ نواب میر غلام بابا خان بهادر کے نام، ۲۹ منشی میان داد خان سیاح کے نام، ۱۰ منشی حبیب الله خان ذکا کے نام، ۸۹ منشی هرگوپال تفته کے نام، ۳ شاهزاده بشیر الدین صاحب بهادر کے نام، ٥ سید بدرالدین المعروف بفقیر کے نام، ١٦ چودهری عبدالغفور سرور مارهروی کے نام، ۲ میر سرفراز حسین صاحب کے نام، ٤٣ میر مهدی مجروح کے نام، ۲ شاه عالم صاحب کے نام، ۲ صاحب عالم صاحب کے نام، ۱ مولوی عبد الغفور خان بهادر نساخ کے نام، ۱ مرزا یوسف علیخان عزیز کے نام، ۱۱ قاضی عبد الجمیل صاحب بریلوی کے نام، ۲ مردان علیخان رعنا مرادآبادی کے نام، ۲ مولوی عبدالرزاق شاکر کے نام، ۱ مولوی عزیزالدین صاحب کے نام، ۱ مفتی سید عباس صاحب کے نام، ۲۳ عضد الدوله حکیم غلام نجف خان صاحب کے نام، ۱ حکیم ظهیر الدین

احمد خان کے نام، ۱ نجم الدین حیدر خان کے نام، ٥ نواب میر ابراهیم علیخان بهادر وفا کے نام، ۲ مولوی احمد حسن صاحب قنوجی کے نام، ۱۱ حکیم سید احمد حسن صاحب مودودی کے نام، ۱ تفضل حسین خان کے نام، ۱۸ مرزا حاتم علی مہر کے نام، ۲ منشی نبی بخش صاحب کے نام، ۱ منشی عبداللطیف ابن منشی نبی بخش کے نام، ١٤ خواجه غلام غوث خانصاحب میر منشی المتخلص به بیخبر کے نام، ۱ نواب ضیاءالدین احمد خانصاحب بهادر نیر کے نام، ۷ مرزا شهاب الدین احمد خانصاحب کے نام، ۱۹ نواب انور الدوله سعدالدین خانصاحب شفق کے نام، ۳ میر افضل علی عرف میرنصاحب کے نام، ۲ مرزا قربان علی بیگ سالك کے نام، ۲ مرزا شمشاد علی بیگ خانصاحب رضوان کے نام، ۲ مرزا قربان علی بیگ صاحب کامل کے نام، ٤ ذوالفقار الدین حیدر خان عرف حسین مرزا صاحب کے نام، ۱۲ یوسف مرزا صاحب کے نام، ۳۳ منشی شیونراین کے نام، ۲ بابو هرگوبند سهای صاحب کے نام، ٦ نواب امین الدین احمد خان بهادر رئیس لوهارو کے نام، ٥٦ مرزا علاءالدین احمد خانصاحب بهادر علائی کے نام، ۱ مرزا امیرالدین احمد خان عرف فرخ مرزا کے نام، ۲ میر احمد حسین میکش کے نام، ۱ حکیم غلام مرتضی خان کے نام، ۱ حکیم غلام رضا خان کے نام، ۳ ماسٹر پیارے لال صاحب کے نام، ۲ منشی جواهر سنگھ جوهر کے نام، ۱ منشی هیرا سنگھ کے نام، اور ۲ منشی بهاری لال مشتاق کے نام هین ۔

اردوی معلی حصهٔ دوم

غالباً میرزا صاحب کے یکایك انتقال کے صدمه نے مهتممین اشاعت اردوی معلی کو حصهٔ دوم کی ترتیب و طباعت کیطرف سے برداشته خاطر کردیا، اور یه حصه دیباچه کے وعده کے باوجود شایع نهوسکا۔

سنه ۱۸۹۹ع مین مولوی عبد الاحد مرحوم، مالكِ مطبعِ مجتبائی دهلی، نے اردوی معلی کی اشاعت کا ارادہ کیا. خواجه الطاف حسین حالی مرحوم نے حصۂ دوم کیلئے کچھ مواد عطا فرمایا، جو مهتممِ طباعت نے حصۂ دوم کے نام سے آخر مین شامل کردیا. خود عبد الاحد مرحوم کے الفاظ مین «اس حصه مین خاصکر وہ رقعات هین جن مین انهون نے (میرزا صاحب نے) لوگون کو اصلاحین دی هین، یا شاعری کے متعلق کوئی هدایت کی هے، یا کوئی نکته بتایا هے، اور بعض کتابون کے دیباچے اور ریویو بهی هین».

چونکه میر مهدی مجروح نے بهی تقریباً اسی قسم کے خطوط مرتب کرنے کا وعدہ کیا تها، اسلئے کہا جاسکتا هے که موجودہ حصۂ دوم نے اونکے ارادہ کی تکمیل کردی. لیکن جهان تك مواد کا تعلق هے اغلب یه هے که میر مهدی مجروح کا ذخیرہ خواجه صاحب کو نہین ملا. ورنه مولوی عبد الاحد مرحوم اسکا ذکر کرتے.

مجتبائی ایڈیشن کا حصۂ دوم ٥٦ صفحات پر مشتمل هے. ابتدا مین ۷ سطرون کا ایك مختصر تقریبی نوٹ هے. اسکے بعد سراج المعرفت اور حدایق الانظار کے دیباچے هین. بعد ازان شاہِ ظفر کی ایك کتاب اور مرزا رجب علی بیگ سرور کی گلزارِ سرور کی تقریظین هین. انکے بعد دیوانِ ذکا، میرزا کلب حسین خان کی ایك کتاب، نیز رسالۂ تذکیر و تانیث مصنفۂ سید احمد حسن بلگرامی کے دیباچے هین. یه تمام دیباچے اور تقریظین صفحات ۱ - ۱۳ پر درج هین. انکے بعد اسی صفحه سے اصلاحی خطوط شروع هوتے هین، جن مین ۳٤ خطوط مرزا تفته کے نام، ۱ ماسٹر پیارے لال کے نام، ٥ منشی حبیب الله ذکا کے نام، ٥ سیف الحق سیاح کے نام، ۲ شاهزادہ بشیرالدین کے نام، ۱ کیول رام هشیار کے نام، ۱ مولوی کرامت علی کے نام، ۱ جواهر

سنگھ جوہر کے نام ، ۱ منشی ہیرا سنگھ کے نام ، اور ۲ میر مہدی مجروح کے نام ہین .

ضمیمۂ اردوی معلی

سنہ ۱۹۲۹ع مین شیخ مبارك علی صاحب ، تاجرِ کتب لاہور ، نے اردوی معلی کے حصۂ اول و دوم کے ساتھ مسٹر شیر محمد خان سرخوش کا مرتب کیا ہوا ایك ضمیمه بھی شایع کیا ہے ، جو اوسوقت تك غیر شایع شده ۲۳ خطوط پر مشتمل ہے . ان مین سے ۲۲ سید غلام حسنین قدر بلگرامی کے نام اور ایك شیخ لطیف احمد بلگرامی کے نام ہے .

اس ضمیمه کے آغاز مین دو خط اور شامل کئے گئے ہین ، جو پبلشر کو آغا محمد باقر ، ایم-اے ، نبیرۂ حضرتِ آزادِ دہلوی سے دستیاب ہوے تھے .

مکاتیب غالب . میرزا صاحب کے خطوط کا آخری مجموعه

مذکورۂ بالا مجموعون کی اشاعت سے ساٹھ پینسٹھ برس بعد ریاستِ عالیۂ رامپور کی طرف سے میرزا صاحب کے اون خطوط کا مجموعه « مکاتیبِ غالب » کے نام سے شایع کیا جا رہا ہے ، جو موصوف نے نواب فردوس مکان ، نواب خلد آشیان یا وابستگانِ دربار کو لکھے تھے .

میرزا صاحب کی دربارِ رامپور سے مراسلت باره سال تك جاری رہی . اگر اس طویل مدت کے تمام خطوط محفوظ ہوتے تو اونکی تعداد چار پانچ سو تك پہنچ جاتی . لیکن سوءِ اتفاق سے انکا بڑا حصه محفوظ نہین ره سکا . صرف وه خطوط دست بردِ زمانه سے بچ گئے ہین ، جو دارالانشا کے سپرد کردیے گئے تھے .

سرکاری خط و کتابت سے قطعِ نظر خود شہر کے اربابِ ذوق سے بھی میرزا صاحب کے خاصے تعلقات تھے ، اور ان مین سے اکثر اصحاب سے مراسلت بھی رہتی تھی ؛ لیکن بدقسمتی که بجز ایك خط کے شہر کے کسی گوشه سے

کوئی مکتوب دستیاب نہوا. ایك خط اگرچہ ایك غیر سرکاری مکتوب الیہ کے نام تھا، لیکن حسنِ بخت سے دارالانشا کی مِثلون مین ملا، جو اس مجموعہ مین شامل کردیا گیا ہے.

مکاتیب کی تعداد

مجموعۂ هذا کے مکاتیب کی تعداد ۱۱۵ ہے. ان مین سے ٤١ نواب فردوس مکان کے حضور مین، ٦٤ نواب خلد آشیان کی خدمتِ مبارك مین، ۲ صاحبزادہ سید زین العابدین خان بہادر کے نام، ٦ منشی سیلچند میر منشیِ دارالانشا کے نام، ۱ خلیفہ احمد علی رامپوری کے نام، اور ۱ مولوی محمد حسن خان ایڈیٹر اخبارِ دبدبۂ سکندری کے نام ہے.

نواب فردوس مکان کے نام کے عرایض مین ٤ بزبانِ فارسی اور بقیہ اردو مین هین. چونکہ مجموعہ مین ایك فارسی قصیدہ اور ایك قطعہ مستقل نمبرون کے تحت درج کئیے گئیے هین، بنابرین کل خطوط کی تعداد ۱۱۷ هوتی ہے، جن مین سے ٤٢ نواب فردوس مکان کے اور ٦٥ نواب خلد آشیان کے نام هین.

مکاتیب غالب کی طباعت

آخر مین مکاتیبِ غالب کی طباعت کے متعلق دو چار لفظ کہنا بھی ضروری ہے. جیسا کہ ناظرین ملاحظہ کرین گے کتاب کی طباعت نہایت خوشنما نسخ ٹائپ مین کرائی گئی ہے. اس اقدام کا واحد منشا یہ ہے کہ اردو خوان پبلك میرزا صاحب کے کلام کی خاطر ٹائپ کے حروف پڑھنے کی جرات کرے، اور اسطرح ان حروف کی عادی هوکر اهلِ مطابع سے اسی قسم کی طباعت کی خواهان هو. جب تك اردو کتابین پتھر کے چھاپے کے بجائے لوهے کے حروف مین طبع هونا شروع نہونگی، اردو پریس دیگر ترقی یافتہ اقوام کے پریس کے دوش بدوش چلنے کے قابل نہین هوسکتا. کیونکہ پتھر کی چھپائی

مین صحت، خوشنمائی اور یکسانیت کی وہ خوبیان یک قلم مفقود ہین، جو بڑے سے بڑے ٹائپ مین بھی پائی جاتی ہین. اسکے علاوہ تعلیمی نقطۂ نگاہ سے بھی پتھر کا چھاپا سراسر ناقص ہے. اگر اسکے بجائے ٹائپ اختیار کرلیا جائے تو مبتدی کی چھ مہینے کی محنت گھٹکر صرف دو ماہ رھجائے گی، اور اسطرح برادرانِ وطن کا تعلیمی نقطۂ نظر سے اس عجیب و غریب خط پر اعتراض یک لخت دفع ہو جائے گا.

خاتمہ

دیباچہ کے مباحث نے امید کے خلاف کافی وقت لیا، اسلئے اس عذر کیساتھ سلسلۂ کلام ختم کرتا ہون:

☆ لذیذ بود حکایت، دراز تر گفتم ☆
☆ چنانکہ حرفِ عصا گفت موسی اندر طور ☆

والحمد للہ رب العلمین.



شبیه مبارک جناب نواب سید محمد یوسف علیخان بهادر فردوس مکان طاب ثراه

بسم اللہ الرحمن الرحیم

«بحضور نواب صاحب والا مناقب عالیشان، قلزم فیض و عمان احسان جناب نواب محمد یوسف علیخان بہادر دام اقبالہ مقبول باد» (۱)

(نواب سید یوسف علیخان بہادر فردوس مکان طاب ثراہ نواب سید محمد سعید خان بہادر ابن نواب سید غلام محمد خان بہادر ابن نواب سید فیض اللہ خان بہادر ابن نواب سید علی محمد خان بہادر بانیِ ریاستِ روہیلکھنڈ کے فرزندِ اکبر تھے۔ آپ جنابعالیہ فتح النسا بیگم صاحبہ بنتِ محمد نور خان بڑیچ ہمشیرزادۂ نواب سید فیض اللہ خان بہادر کے بطن سے دو شنبہ ٥ ربیع الثانی سنہ ۱۲۳۱ ھجری مطابق ٥ مارچ سنہ ۱۸۱٦ ع کو متولد ہوے، اور دو شنبہ ۱۳ رجب سنہ ۱۲۷۱ ھ مطابق یکم اپریل سنہ ۱۸٥٥ ع کو مسندِ حکم رانی پر قدم رکھا۔ جلوس سے دو سال دو ماہ بعد ١٤ رمضان سنہ ۱۲۷۳ ھ مطابق ۹ مئی سنہ ۱۸٥۷ ع کو مشہور واقعۂ غدر رونما ہوا۔ آپ نے اس فتنہ کے فرو کرنے مین حکومتِ ہند کی اعانت کرکے بسلسلۂ اعترافِ خدمات خلعت قیمتی بیس ہزار روپیہ، ایک لاکھ بیس ہزار سالانہ آمدنی کا جدید علاقہ، اور «فرزندِ دلپذیرِ دولتِ انگلشیہ» کا خطاب حاصل کیا۔ سلامی گیارا ضرب توپ کے بجائی تیرا ضرب مقرر کیگئی، اور مراسلت مین القاب وآداب «نواب صاحب مشفق بسیار مہربان کرمفرمایِ مخلصان سلامت، بعد از شوقِ ملاقاتِ

(۱) یہ عبارت میرزا صاحب عرائض کی لفافون پر لکھا کرتی تھی۔ مین نی عنوان مین تبرکاً نقل کردی ھی۔

مسرت آیات مشہودِ خاطرِ الطاف ذخائر میدارد» طے پایا. آپ نے خود اس عطیہ کی حسبِ ذیل تاریخ ارشاد فرمائی ہے:

جب گورمنٹ سے ہوا حاصل ملك مجکو بصیغۂ انعام
ناظم از روی ہمتِ عالی سالِ بخشش ہے بخششِ حکام

آپ نے عربی و فارسی کی باقاعدہ اور ایك حد تك مکمل تعلیم پائی تھی. فارسی مین خلیفہ غیاث الدین عزت مصنف غیاث اللغات اور میرزا غالب سے، اور علومِ عربیہ و حکمیہ مین مفتی صدر الدین آزردہ اور مولانا فضل حق خیر آبادی سے تلمذ تھا. تخت نشینی کے بعد شعر وسخن کا مشغلہ بھی شروع کردیا تھا. ناظم تخلص کرتے تھے، اور میرزا غالب سے مشورۂ سخن تھا. نکتہ رس ذھن، رنگین و شوخ طبیعت، اور اعجوبۂ روزگار استاد نے اونکو زبانِ اردو کا ایك بلند پایہ شاعر بنادیا. مومن وغالب کے بعد انکی نظیر «الا ما شاء اللہ» کا حکم رکھتی ہے. دیوان دو بار شایع ہوا، لیکن اب کمیاب ہے.

آپ فنونِ سپہگری مین بھی کامل دستگاہ رکھتے تھے. جسم ورزشی اور مضبوط، اور چہرہ نہایت خوش قطع تھا. داڑھی مونچھ صاف کراتے، اور اکثر رنگین و زرتار لباس زیبِ تن فرمایا کرتے تھے.

آپنے دس سال چند ماہ حکومت کرکے جمعہ کے دن ٢٤ ذیقعدہ سنہ ۱۲۸۱ ھ مطابق ۲۱ اپریل سنہ ۱۸٦٥ ع کو اس دارِ فانی سے رحلت کی، اور قلعۂ معلے کے اندر امام باڑے مین اپنے والدِ ماجد کے برابر مدفون ہوے.)

(۱)

بحضورِ سراسر سرور، جنابِ مستطاب، نوابِ ہمایون القاب، جہانیان کام بخش، جہان جہان کامیاب، دام بقاءہ بقبول الاقبال.

سجدہ فشانیِ قلم باپوزش گستریِ عریضہ نگار توام افتادہ. ہمانا آن درگاہِ اسکندر و دارا گزرگاہ پیوستہ در نظر است، کہ ہم از دور در

زمرهٔ نزدیکان بندگی بجا می آورد. سپاس این معنی خود از اندازه افزون تواند بود، که بعنوانِ روشناسیِ ذره با مهر، وآشنائیِ قطره با بحر، گدا را با شاه بیگانگی درمیان نیست. در آن روزگارِ رنگین تر از نوبهار، که به فرِ فرخندگیِ وجودِ مسعود، وساده با سپهرِ ساده دم از برابری زد، نگاشتن وروان داشتنِ قطعهٔ تاریخِ جلوس[1] به توانائیِ آن دانائی و روان آسائیِ آن شناسائی صورت پزیرفت. اکنون که گیتی خدایِ قلمروِ دانش، آن به فرتابِ تابِ نظر با برجیس جلیس، وآن به فروزهٔ فروزشِ عمل با عقلِ فعال همال، امیر الدوله مولوی حافظ محمد فضل حق خان بهادر[2] به بندهٔ فرمان پزیر فرمان فرستادند، که غالب به

---

(١) میرزا صاحب کی اس قطعهٔ تاریخ کا پتا نهین چلا.

(٢) مولانا فضل حق مولانا فضل امام صاحب کی صاحبزادی اور خیرآباد کی رهنی والی تهی. علوم عقلیه و نقلیه اپنی والد ماجد سی اور حدیث مولانا شاه عبد القادر دهلوی سی حاصل کی. امیر مینائی «انتخاب یادگار» (ص ٢٩١) مین لکهتی هین: «فنون حکمیه مین مرتبهٔ اجتهاد، بڑی ادیب، بڑی منطقی، نهایت ذهین، نهایت زکی، طلیق و ذلیق، انتها کی صاحب تدقیق و تحقیق، ... جس شهر مین آپ رونق افروز هوی، صدها آدمی بهره اندوز هوی. شاهجهان آباد مین اگرچه عدالتین کی سررشته دار تهی، مگر بڑی ذی اقتدار وصاحب اختیار تهی. جهجهر مین مشاهرهٔ جلیله پر نوکر رهی. الور اور سهارنپور اور ٹونك سب جگه معزز و موقر رهی. لکهنو مین صدر الصدور تهی، اور اس دار الریاست (رامپور) مین پهلی محکمهٔ نظامت اور پهر مرافعهٔ عدالتین پر مامور تهی. جناب مستطاب نواب فردوس مکان کو بهی آپ سی تلمذ رها هی، اور بندگان حضور (نواب خلد آشیان) نی بهی کچهه پڑها هی. آٹهه برس بهت اعزاز واکرام کیساتهه رهی. پهر یهان سی تشریف لیگئی». مولانا سنه ١٢١٢ه مین پیدا هوی، اور ٢ صفر سنه ١٢٧٨ ه کو ٦٦ سال کی عمر مین جزائر انڈمان مین، جهان بجرم بغاوت سنه ٥٧ ع آپکو جلاوطن کردیا گیا تها، وفات پائی. آپنی متعدد تصنیفات چهوڑی هین، ان مین سی هدیهٔ سعیدیه، جو نواب سید محمد سعید خان بهادر کی نام معنون هی، نواب فردوس مکان کیلئی لکهی گئی تهی. میرزا غالب انکی مخلص دوست اور معتقد خاص تهی. جب مولانا نی سررشته داری عدالت دهلی سی استعفا دیا اور نواب فیض محمد خان کی دعوت پر جهجهر تشریف لیجانی لگی، تو میرزا صاحب اور دیگر اهل دهلی کو بیحد قلق تها. حتی که خود شاه ظفر، جو اوسوقت ولی عهد تهی، اسپر متاسف تهی. میرزا صاحب نی مولوی سراج الدین احمد کی نام ایك مکتوب مین یه تمام واقعه لکهکر خواهش کی هی که اسکو اخبار آئینهٔ سکندر مین شائع کرین. اسی مکتوب مین مولانا کی علمی منزلت کی باری مین تحریر کرتی هین: «نهفته مباد که بی تمیزی وقدر شناسی حکام رنگ آن ریخت که فاضل بی نظیر والمعی یگانه مولوی حافظ محمد فضل حق از سررشته داری عدالت دهلی استعفا کرده خود را از ننگ و عار وارهاند. حقا که اگر پایهٔ علم و فضل و دانش وکنش مولوی فضل حق آن مایه بکاهند که از صد یك واماند، و باز آن پایه را بسررشته داری عدالت دیوانی سنجند، هنوز این عهده دون مرتبهٔ وی خواهد بود» (کلیات نثر غالب، ص ١٤٧).

پرستشگری کمر بندد ، و در مشاطگیِ شاهدانِ افکار حسنِ خدمت عرضه دهد ، اندیشهٔ مهر پیشه درنگ برتافت . وهم امروز که فردایِ ورودِ نوازشنامهٔ مولاناست ، این نامه ، که بخطِ بندگی ماناست ، روان داشته آمد . چشمداشت آن ست که دوریِ راه تفرقه درمیان نیندازد . وسپس در حاضرانِ آن حضرت ، و دعاگویانِ دولت بشمار آیم . زیاده حدِ ادب . بختِ ازل آورد در روز افزونیِ دولتِ ابد پیوند باد . عرضداشتِ هوا خواه **اسد الله** . نگاشته و روان داشتهٔ چار شنبه ۲۸ جنوری سنه ۱۸۵۷ ع . (مهر نجم الدوله دبیرالملك اسد الله خان بهادر نظام جنگ ، سنه ۱۲۶۷)(۱) .

(۲)

(همانا اگر گوهرِ جان فرستم — به نواب یوسف علی خان فرستم
ز نامش نشانے بعنوان طرازم — ز مدحش طرازے بدیوان فرستم
ز دخلش حسابے به معدن نویسم — ز بذلش صلائے بعمان فرستم
ز لطفش، که عامست درکام بخشی ، — نویدے به گبر و مسلمان فرستم

(۱) اس عریضه مین میرزا صاحب نی جس سابق تعلق کی طرف اشاره کیا هی وه رشتهٔ استادی و شاگردی تها . نواب فردوس مکان اپنی والد ماجد کی تخت نشینی سی پهلی دهلی مین قیام پزیر هوی تهی . طلب علم کا زمانه تها . انکی چچا نواب سید عبدالله خان بهادر صدر الصدور میرٹهه اور نواب سید عبد الرحمن خان بهادر میرزا صاحب کی محب تهی . ان دونون کی حسب ارشاد نواب فردوس مکان نی میرزا صاحب سی فارسی کی تعلیم پائی . اس عریضه کی جواب مین نواب صاحب نی ٥ فروری سنه ٥٧ ع کو ارقام فرمایا : «نمیقهٔ انیقهٔ بلاغت آگین مشعر رسید خط مولوی صاحب مخدوم محمد فضل حق صاحب با دیگر مراتب محبت واشفاق بعبارت رنگین و دقیق در عین انتظار سرمه کش عیون وصول نشاط شمول گردیده ، باطلاع خیریتها سرمایهٔ سرور نا محصور افزوده ، از مزید شفقت وایتلاف قلبي متصور شد . مشفقا ! هر چند که کاتب را اتفاق موزونیت یك مصرعه هم اتفاق نشده بود لیکن محض بجهت سماعت کلام سامی زبانی مولوی صاحب صدر الوصف دلم خواست که طریقهٔ رسل و رسائل جاری شود . چون سبیلی به ازین بنظرم نرسید ، لهذا چند ابیات واهیات موزون نموده ، بترصد اصلاح پیش آن یگانهٔ آفاق مرسل گشت . چشمداشت که بعد اصلاح غزلهای مذکور مع کدام طرح جدید لطف فرموده شوند . از آنجا که اتحاف شیرینی هم درین خصوص ازدستوراتست ، لهذا مبلغ دوصد وپنجاه روپیه بتقریب شیرینی لف رقیمة الوداد هذا میرسد . بمقتضای الطاف منظور فرموده از رسید آن مطالع فرمایند . و مخلص را لیل و نهار متمنی اخبار تصور فرموده اکثر بایصال نمایق انایق خیریت وثائق بعبارت سلیس که در خواندنش تأملی بوقوع نیاید ، مسرور و مطمئن میفرموده باشند » .

زنطقش، که خاصست درملك گیری   مثالی بشیراز و شروان فرستم
زهی شهسواری که گردِ سمندش   پیِ سرمهٔ چشمِ خاقان فرستم
رود سام چون بهرِ پیکار سویش   عزا نامه سویِ نریمان فرستم
درش را بود پایهٔ در خیالم   نگه سویش از دور پنهان فرستم
کلیم ار عصا ارمغانم فرستد   من این ارمغان بهرِ دربان فرستم
وجودش بود فخرِ اجرام و ارکان   تحیت باجرام و ارکان فرستم
ز جودش بود وعده با زیردستان   بشارت به برجیس و کیوان فرستم
ز مویش شمیمی به جنت رسانم   ز کویش نسیمی برضوان فرستم
هم از شرقِ اشراقِ وی آفتابی   باختر شناسانِ یونان فرستم
هم از رویِ نیکویِ وی ماهتابی   به شب زنده دارانِ کنعان فرستم
اگر بگزرد تیرش از سینهٔ من   دل از سینه همراهِ پیکان فرستم
وگر سر ازین راه دزدد جبین را   چو گویش درین ره بچوگان فرستم
سرشت از خزانست بدخواهِ او را   سه فصلِ دگر هم بدینسان فرستم
هم از آتشِ دوزخ آرم تموزش   هم از زمهریرش زمستان فرستم
دگر تا بهاران بسختی بمیرد   در اردی بهشتش بزندان فرستم
سپه چون کشد، گر نه از ناتوانی   توانم که خود را بمیدان فرستم
درین انزوا از نفسهائی گیرا   برایات آیاتِ قرآن فرستم
بتوقیعِ فضلِ حق آن عینِ معنی،   که آباد بر وی فراوان فرستم
گزشت اندر اندیشه کز خامه رشحی   بدان قلزمِ فیض و احسان فرستم
بدل گفتم «البته کاریست مشکل   نباید که این نامه آسان فرستم»
سگالش چنین رفت در کارسازی   که فرخ بود چون بفرمان فرستم
فرستادم، اما نیامد جوابی   که تا هرچه فرمان رسد آن فرستم
ندانم که شورِ فغانِ گدا را   چسان باز تا گوشِ سلطان فرستم

بدل گفتم «آرے فرستاده باشم گر از راهِ چاکِ گریبان فرستم
و گر جادهٔ ره نمایان نگردد هم از جیب چاکے بدامان فرستم
بدان تا روائی دهم کارِ خود را ز خون نابه موجے بمژگان فرستم
دمم در تنِ نے دمِ آتشین را فروزنده شمعے بایوان فرستم
برفتارِ ناز اندر آرم قلم را تدروے بصحنِ گلستان فرستم
سخن کوته آن به که از نظمِ جزوی بدیوانِ آن صدرِ گیهان فرستم»
فرستم ولیکن خرد چون پسندد که برگِ گیاهے به بستان فرستم
گرفتم که رنگین خیالم بگیتی شقایق به بنگاهِ نعمان فرستم
گرفتم که بحرِ روانم به معنی گهر جانبِ ابرِ نیسان فرستم
گرفتم که روشن روانم بدانش چراغے به مهرِ درخشان فرستم
درین پرده خواهم که از مورِ مسکین سلامے بسویِ سلیمان فرستم
نبشتم که خدمتگزار است غالب پیِ دعویِ خویش برهان فرستم
بشب بستم این نقش و در بندِ آنم که حرزِ دعا بامدادان فرستم
بقا بهرِ داور ز دادار خواهم به آمین خروش از سروشان فرستم)[1]

(٣)

بحضورِ هور ظهور، حضرت نوابِ معلی القاب، جاودان کامیاب، ولیِّ نعمت، آیهٔ رحمت، دام اقباله.

سپاس بجا می آورد، و پوزش همی گسترد، آن بارگاهِ سپهر کارگاه را

(١) میرزا صاحب کی اس قصیده کا لفافه مثل مین موجود هی. اصل قصیده کی متعلق میر منشی صاحب لکهتی هین: «قصیدهٔ (همانا اگر گوهر جان فرستم) بتاریخ ١٩ شعبان سنه ١٢٧٦ﻫ بمواجه میرزا نوشه صاحب بحضور پرنور گزرانیده شده». اس سی معلوم هوتا هی که میرزا صاحب کی قیام رامپور کی زمانه مین نواب صاحب نی قصیده دارالانشا سی منگایا، اور اپنی پاس رکهه لیا. چونکه اوسکا شامل مثل هونا متحقق تها، اسلئی کلیات غالب فارسی (نولکشور ایڈیشن) کی صفحه ٣٢٥ سی نقل کرکی یهان قوسین مین اضافه کردیا گیا هی. قصیده کی متعلق نوابصاحب کی رای عریضه نمبر (٤) کی حاشیه مین درج هوگی. پته کی نیچی میرزا صاحب نی لکها هی: «از غالب یکرنگ برنگ ازروی احتیاط یازدهم فروری سنه ١٨٥٧». روانگی قصیده کی یهی تاریخ عریضه نمبر (٣) مین بهی مذکور هی.

قبلۂ حاجات میداند، و بہنجار سرگزشت حکایتے بعرض میرساند. سه شنبه ۲۷ جنوری نامۂ مولینا و بالفضل اولینا(۱) بمن رسید. چهار شنبه ۲۸ جنوری عرضداشت روان داشتم. چون دو هفته گزشت، و سررشتۂ ڈاك درین بندوبست جدید استوار نمانده، گفتم «مگر نرسیده باشد». دی، که چهار شنبه یازدهم فروری سنه ۱۸۵۷ بود، چاشتگاه قصیدۂ بقصد اظهار فرمان پزیری فرستادم. شامگاه سرهنگ یام(۲) منشور عطوفت آورد. برمردمك دیده سودم، وخردۂ جان نثار کردم. تا نورد از هم کشودم، دو ورق از فهرست گنجینۂ اسرار، یعنی اوراق اشعار گهر بار، وسفتچۂ دوصد وپنجاه روپیه درآن نورد یافتم. دفتر شعر سجلّ اعتبار من شد، و زر آن سفتچه بمعرض وصول آمد. کرم در بنده پروری بهانه می جوید، ورنه این افتتاح بشیرینی نیاز نداشت. کریمان بنده را به نمك همی پرورند، ولیّ نعمت را بنده بشکر پروردن آئین است. شکر این شکر بعهدۂ جان شیرین فرو گزاشتم. واین نامه بهر آن، که رسیدن عطیه حالی گردد، بدین زودی نگاشتم. اشعار خود بهنگام خویش خواهد رسید، واین سررشته هیچگاه از هم نخواهد گسست. زیاده حد ادب. نیر دولت واقبال سرچشمۂ فروغ بے زوال باد. غالب. پنجشنبه ۱۲ فروری سنه ۱۸۵۷.

(٤)

حضرت ولیّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

آداب بجا لاتاهون. غزلون کے مسودات صاف کر کر حضور مین بهیجتا هون. مسودات اپنے پاس رهنے دئے هین، اس نظر سے که اگر احیاناً ڈاك مین لفافه تلف هو جائے، تو مین پهر اوسکو صاف کر کر بهیجدون، ورنه موقع حك واصلاح مجهسے کیا یاد رهیگا.

مین نهین چاهتا که آپ کا اسم سامی اور نام نامی تخلص رهے. ناظم،

(۱) مولانا فضل حق خیرآبادی مراد هین.
(۲) یام: ڈاك

عالی، انور، شوکت، نیسان، ان مین سے جو پسند آئے وہ رهنے دیجیے. مگر یه نهین که نخواهی نخواهی آپ ایسا هی کرین. اگر وهی تخلص منظور هو تو بهت مبارك. زیاده حدِ ادب.

تم سلامت رهو قیامت تك

عنایت کا طالب غالب. روزِ یکشنبه ۱۵ فروری ۱۸۵۷[۱].

(میرزا صاحب نے ۸ مارچ ۱۸۵۷ع کو ایك عریضه ارسال کیا تها، جو ۱۱ ماهِ مذکور کو رامپور پهنچا. اسکا لفافه شاملِ مثل هے، اور اوسکی پشت پر یه نوٹ تحریر هے: «عرضی حسب الحکم چاك نموده شد. ۱٦ رجب سنه ۱۲۷۳ ه»)[۲].

---

(۱) عرائض نمبر (۳و٤) کے جواب مین نواب فردوس مکان نے ۳ رجب سنه ۱۲۷۳ ه مطابق یکم مارچ سنه ۱۸۵۷ع کو تحریر فرمایا: «... دو قطعهٔ صحیفهٔ شریفه، یکی مشعر ترسیل قصیده بمضمون انتظار و هم در جواب رقیمة الوداد رسید اشعار و سفتچهٔ مرسلهٔ اینجا، و ثانی مع اشعار مذکور بعد نظر اصلاح و تجویز چند الفاظ جهت تخلص مخلص بایمای پسند از آنجمله، بمضامین برجسته و عبارات دلپسند متواتر بسبیل ڈاك گلگونه آرای چهرهٔ وصول فرحت شمول گردیده ... ومطالعهٔ قصیدهٔ نادرهٔ فصاحت تضمین، که اگر هر شعر لغزش راگنجینهٔ معانی، و معدن لآلی سخندانی، خوانند بجا، و یا گلدستهٔ برجستهٔ چمنستان علوم وکمال نامند زیبا، غواص فکر در بحر زخار استعارات و نکات متینش مستغرق گرداب نارسائی، و اوهام عقلاء زمان بدریافت خوبی و بلاغت آن خزینهٔ اسرار معترف به کوتاهی، قصائد عرفی و خاقانی بمقابلهٔ متانت و برجستگی مضامین نزهت آگینش هیچ، و معانی فیض قرین در الفاظ نادرش چون زلف ماهرویان پیچ در پیچ، ابواب افاده و انشراح بی اندازه بر روی دل صفا منزل کشود. رنگ کثافت طبعی از سجنجل خواطر مستفیضان زدود. و غزلیات که بنظر اصلاح «آهن که بپارس آشنا شد * فی الفور بصورت طلا شد» فائز گشته. العظمة لله تغیر و تبدل الفاظ نادره در اشعار مذکور چون نقش بر نگین زینت تازه گرفت، وطلای طبع خام بر محك فیض عام جلوه پزیرفت ... ومنجملهٔ الفاظ تخلص لفظ (ناظم) مطبوع طبع نیاز گشت».

(۲) اس عریضه کے جواب مین نوابصاحب نے ۲۵ رجب سنه ۷۳ ه مطابق ۲۳ مارچ سنه ۵۷ع کو تحریر فرمایا: «صحیفهٔ مسرت آگین ... مشعر رسید رقیمة الوداد و اینکه صحائف شرائف عبارت اردو بعد ملاحظه چاك شده باشند ... وصول گردیده. مشفقا! حسب الارقام سامی صحیفهٔ موصوفه را بعد استفاضهٔ مضمونش چاك نموده شد. و آینده هم دربارهٔ همچو مکاتیب تعمیل ایمای سامی ملحوظ خواهد ماند». اس سے یهی نتیجه نکالا جاسکتا هے، که میرزا صاحب کی یه خط وکتابت بصیغهٔ راز تهی. ورنه ۱۵ فروری سنه ۵۷ع کا خط بهی زبان اردو هی مین تها، اوسکے چاك کرنے کی هدایت کیون نه کی. اور اگر کی تهی، تو یهان تعمیل کیون نهوئی، والله اعلم بحقیقة الحال.

(میرزا صاحب نے یکم اپریل سنہ ۱۸۵۷ ع کو ایك اور عریضہ ارسال کیا تھا، جو ۳ اپریل کو رامپور پہنچا. مثل مین اسکا بھی صرف لفافہ شامل ہے، اور اوسکی پشت پر نوٹ ہے: «عرضی از دستِ مبارك چاك شد، وبندِ غزلیاتِ مرسلہ در حضور ماند. ۹ شعبان سنہ ۱۲۷۳ ھ»).

(۵)

جنابِعالی! کچھ کم مہینا ھوا، کہ مین نے حضور کی غزلون کو دیکھکر خدمت مین روانہ کیا ہے، اور اوسکے پہنچنے سے اطلاع نہین پائی. اب ڈاك مین خط تلف بھی ھو جایا کرتے ھین. اسواسطے مین متردد ھون، اور مدعا اس تحریر سے یہ ہے، کہ اگر وہ لفافہ نہ پہنچا ھو تو مین اوس مسودہ کو پھر صاف کرکر روانہ کرون. زیادہ حدِ ادب. از غالب. نگاشتۂ صبحِ پنجشنبہ ۲۷ شعبان سنہ ۱۲۷۳ ھجری[۱].

(٦)

جنابِعالی! آداب بجا لاتا ھون. اور عرض کرتا ھون، کہ اجورہ دار پہنچا. مگر لٹا ھوا، اور بھیگا ھوا، اور بھاگتا ھوا. گوجرون نے اوسے لوٹ لیا. روپیہ کتمل سب لے لیا. خط اوس داروگیر مین گرپڑا. بھیگ گیا. لفافہ مجھ تك نپونچھا[۲]. خط مع ھنڈوی کے پہنچا. خط مین سے القاب بتکلف پڑھا. اور یہ جملہ «سفتچۂ مبلغ دو صد و پنجاہ روپیہ» پڑھا گیا. اور باقی خیر و عافیت. «مکرر آنکہ» اسکے بعد جو کچھ لکھا تھا، اوس مین سے «مولوی» یہ لفظ، اور بعد ایك لفظ کے «خانصاحب» یہ پڑھا گیا. اور کچھ

(۱) نواب فردوس مکان نی اس عریضہ کی جواب مین ٤ رمضان سنہ ۷۳ ھ مطابق ۹ مئی سنہ ۵۷ ع کو تحریر فرمایا: «... مشفقا! این مرتبہ کہ توقف در تسطیر رقیمۃ الاخلاص بظہور آمدہ باعث آن عدم فرصتی تصور توان نمود. حالا کہ فرصت دست داد، بہ ترقیم ما فی الضمیر اتفاق افتاد».

(۲) یہ میرزا صاحب کا خود نوشتہ املا ھی. در اصل اونہین سہو ھوا. ورنہ یہی لفظ اسی سطر مین اونھون نی درست لکھا ھی.

نہین . مجکو غم یہ ھے کہ غزلہای اصلاحی اور دیوانِ اردو کی رسید مین نے نہ پائی(۱) .

ھنڈوی کا بعینہ وہ حال جو میرے خط کا تھا. کچھ پڑھا جائے، کچھ نہ پڑھا جائے. آپ کا نام اور ڈھائی سو روپیہ یہ پڑھا گیا. چونکہ مہاجن مجکو جانتا تھا ، اوسنے اوس بھیگے ہوئے کاغذ کو اپنی چٹھی مین لپیٹ کر رامپور اوس مہاجن کے پاس بھیجا ھے . جب وہ صحیح کرکر بھیجیگا ، تب وہ مجکو روپیہ دیگا . اوسکے صحیح کرنے مین کیا تامل ھے . مین نے صرف بطریقِ اطلاع لکھا ھے . اور غزلون کی اور دیوان کی رسید اور جو اس

(۱) میرزا صاحب کی دیوان اردو کا یہ نسخہ کتبخانہ مین موجود ھی . سائز $11\frac{1}{2}\times7\frac{3}{4}$ ، اوراق ۷۳ اور فی صفحہ ۱۵ سطرین ھین . خط صاف اور روشن نستعلیق اور ابتدائی دو صفحی طلاکار ھین . ھر غزل کی خاتمہ پر رنگین بیل بوٹی ھین اور تمام صفحات کی جدولین رنگ آمیز ھین . آخرمین نواب ضیاءالدین احمد خان بہادر نیر کی تقریظ ھی . اس نسخۂ دیوان کی متعلق مرزا صاحب نی منشی شیونراین کو لکھا ھی : « اب تم سنو . دیوان ریختۂ اتم و اکمل کہان تھا . مگر ھان مین نی غدر سی پہلے لکھواکر نواب یوسف علی خان بہادرکو رامپور بھیجدیا تھا . اب جو مین دلی سی رامپور جانی لگا، تو بھائی ضیاء الدین خان صاحب نی مجکو تاکید کردی تھی ، کہ تم نواب صاحب کی سرکار سی دیوان اردو لیکر کسی کاتب سی لکھواکر مجکو بھیجدینا . مین نی رامپور مین کاتب سی لکھواکر بسبیل ڈاك ضیاءالدین خان کو دلی بھیجدیا تھا » (اردوی معلی ، ص ۳۸۱) . بعدازان ۳ جولائی سنہ ۶۰ع کو اسکی مکمل ھونی کی باری مین لکھا ھی : « میان تمھاری باتون پر ھنسی آتی ھی . یہ دیوان ، جو مین نی تم کو بھیجا ھی ، اتم و اکمل ھی . وہ اورکونسی دو چار غزلین ھین جو مرزا یوسف علی خان عزیز کی پاس ھین ، اور اس دیوان مین نہین . اسطرف سی آپ اپنی خاطر جمع رکھین ، کہ کوئی مصرع میرا اس دیوان سی باھر نہین ھی . معہذا اون سی بھی کہونگا . اور وہ غزلین اون سی منگا کر دیکھونگا » (ایضاً ، ص ۳۸٤) . اس نقل سی منشی شیونراین نی اپنی مطبع واقع شہر آگرہ مین دیوان کی طباعت کا انتظام کیا تو اسکی متعلق میرزا صاحب نی نواب علاء الدین خان بہادر علائی کو لکھا : « اردو کا دیوان رامپور سی لایا ھون، اور وہ آگرہ گیا ھی . وھان منطبع ھوگا . ایك نسخہ تمھاری پاس بھی پہنچ جائیگا » (ایضاً ، صفحہ ٤۳۶) . لیکن بعد ازان آگرہ مین انطباع سی قبل ھی میرزا صاحب نی دھلی مین طبع کرا لیا . ان تمام خطوط سی معلوم ھوتا ھی ، کہ اسوقت دیوان غالب کی جسقدر ایڈیشن شایع ھو چکی ھین ، وہ سب کی سب نسخۂ رامپور کی نقل اور نقل در نقل ھین . میرزا صاحب نی خود اپنا کلام کبھی جمع نکیا (ایضاً ، صفحہ ۱۳۷) . نواب ضیاء الدین خان نیر اور ناظر حسین مرزا کی کتب خانہ مین اس کی نسخی موجود تھی ، لیکن اونکی ذخیرۂ کتب کی ساتھ ھنگامۂ غدر مین لٹگئی . (عود ھندی ، صفحہ ۲۷ و ۲۹ و ۶۵ ، واردوی معلی ، صفحہ ۲۰۳ و ۲۰۶ و ۲۵۹ و ۳۶۳) . اگر رامپور مین اصل نسخہ محفوظ نہوتا تو میرزا صاحب کی کلام کا موجودہ مجموعہ دستیاب ھونا تقریباً ناممکن تھا .

خط مین «مکرر آنکه»[۱] بعد مطالب مندرج تھے، وہ پھر ایسے ھی باریك کاغذ پر لکھکر اس ساھوکار کو دیجے گا، اور اوسکو تاکید کیجیے گا، کہ اسکو بھیجدے. یہان کے ساھوکار نے میری خاطر سے اس رقعہ کو اپنی چٹھی مین روانہ کیا ھے. غالب. پنجم ذی الحجہ[۲].

(۷)

بوالا خدمت، رفعات درجت، جناب نواب صاحب والا مناقب عالیشان، قلزمِ فیض ومحیطِ احسان، عز نصره و دام ملکه.

آدابِ نیاز بجا می آرد، ونیازمندانه عرضه می دارد. در زمانِ چیره دستیِ کور نمکانِ سیاہِ روسیاہ سررشتهٔ یام از هم گسست. ناچار بفرستادنِ نامه بر رساندنِ نامه و پیام صورت بست. درین روزگار، که فرمانِ داورانِ دادگر روائی، وسلسلهٔ آمد شدِ نامه رسائی یافت، نامه در یام روان داشته شد. و نارسیدنِ پاسخِ آن را چنان پنداشته شد، که مگر آن نیایشنامه نرسیده باشد. یا فرطِ احتیاط مانعِ تحریرِ جواب گردیده باشد. هر آئینه در دل چنان گزشت، که درین باربد انسان سخن سرای توان گشت، که سرگزشتِ من از ولیِ نعمت نهان، و حجابیے درمیان نماند.

حالیِ رایِ جهان آرای باد، که دیرینه نمکخوارِ سرکارِ انگریزم. و از سر آغازِ سالِ یکهزار وهشت صد وشش، که دران گاه شمارِ سنینِ عمرِ من از ده نگزشته بود، بعوضِ جاگیرِ عمِ حقیقیِ نسبیِ خود نصرالله بیگ خان بهادر[۳]،

---

(۱) یہان لفظ «کی» ساقط معلوم ہوتا ھی.

(۲) نوابصاحب کی محولہ فرمان کا مسودہ مثل مین منسلك ھی، لیکن اوس مین قابل نقل بات کوئی نہین.

(۳) نصرالله بیگ خان ابتداء مرہٹون کیطرف سی آگرہ کی صوبیدار تھی. بعد فتح آگرہ اپنی برادر نسبتی نواب احمد بخش خان والی لوہارو وفیروزپور جھرکہ (متوفی سنہ ۱۸۲۷ع؛ حالات کیلئی ص ۱۲، نوٹ ۲، ملاحظہ ہو) کی سفارش سی انگریزی فوج مین رسالدار ہوگئی، اور مدد معاش کیلئی نواحی اکبرآباد مین پرگنۂ سونك سونسا مرحمت ہوا. انہون نی سنہ ۱۸۰۶ع مین انتقال کیا.

که با جمعیتِ رسالهٔ چهار صد سوار بمعیتِ جرنیل لارڈ لیك بهادر[۱] در فتحِ هندوستان کوششهایِ نمایان کرده، و پرگنهٔ «سونك سونسا» بقیدِ حینِ حیات جاگیر یافته، و هم درآن عهد بمرگِ ناگاه از جهان رفته بود، بفرمانِ جرنیل لارڈ لیك بهادر ومنظوریِ گورمنٹ مشتِ زرے شاملِ جاگیرِ عمِ سبیِ من نواب احمد بخش خان بهادر[۲] در وجهِ معاشِ من منجملهٔ زرِ استمراریِ سرکاری، که بذمهٔ نواب احمد بخش خان بهرِ دوام واجب الادا بود، قرار یافت. چون جانشینِ احمد بخش خان[۳] کیفرِ کردار یافت، و جاگیر بسرکار باز یافت شد، رسیدنِ آن وجهِ مقرری از خزانهٔ کلکتریِ دهلی صورت پزیرفت. چنانکه تا انجامِ اپریل سنه ۱۸۵۷ از کلکتریِ دهلی یافته ام. و از مئی خود آشکار است که حال چیست. پیوندِ تعلق با بهادر شاه[٤] جز آن نبود، که از هفت هشت سال بتحریرِ تاریخِ سلاطینِ تیموریه، واز دو سه سال به اصلاحِ اشعارِ شهریار

(۱) لارڈ لیك سنه ۱۷٤٤ع مین پیسدا هوئی. سنه ۱۷۵۸ع مین پیدل فوج مین نام لکهایا. اور مختلف عهدون پر فائز رهکر سنه ۱۸۰۲ع مین جنرل مقرر هوگئی. سنه ۱۸۰۱ع سی سنه ۱۸۰۵ع تك هندوستان کی افواج کی کمانڈر انچیف اور کونسل کی ممبر رهی. انهون نی مرهٹون سی کامیاب جنگ کی. اور انگلستان واپس جاکر ۲۰ فروری سنه ۱۸۰۸ع کو فوت هوئی. یه بهت نامور اور هردلعزیز سپه سالار مانی جاتی تهی.

(۲) نواب احمد بخش خان فیروزپور جهرکه کی رئیس اور لوهارو کی جاگیردار تهی. حکومت انگریزی مین انکی بڑی عزت اور منزلت تهی. نواب الهی بخش خان معروف، میرزا غالب کی خسر، انکی چهوٹی بهائی تهی. احمد بخش خان نی آخر عمر مین حکومت سی کناره کشی اختیارکرکی اپنی بڑی لڑکی نواب شمس الدین احمد خان کو فیروزپور جهرکه کی ریاست، اور نواب ضیاء الدین خان نیر و نواب امین الدین خان کو لوهارو کی جاگیر عطا کردی تهی. میرزا غالب کی پنشن ریاست فیروزپور سی متعلق تهی.

(۳) احمد بخش خان کی جانشین سی نواب شمس الدین احمد خان والی فیروزپور مراد هین. یه مزاج کی درشت اور فساد پیشه تهی. اسلئی نواب هوکر اهل خاندان سی تعلقات درست نه رکهه سکی. میرزا غالب بهی ان سی ناراض تهی. خط مین انکا نام نه لینی کی یهی وجه هی. مسٹر ولیم فریزر ریزیڈنٹ دهلی کی قتل کی الزام مین اکتوبر سنه ۱۸۳۵ع کو انهین پهانسی دیدیگئی، اور ریاست فیروزپور ضبط هوگئی.

(٤) بهادر شاه هندوستان کی مغلیه فرمانرواؤن کی آخری چشم وچراغ تهی، یه سنه ۱۸۳۷ع مین تخت نشین هوئی. غدر سنه ۱۸۵۷ع مین باغیون نی انهین اپنا مطلق العنان بادشاه بنایا. بعد فتح دهلی الزام بغاوت مین رنگون کی طرف جلاوطن کئی گئی، اور وهین ۷ نومبر سنه ۱۸٦۲ع کو فوت هوئی. میرزا صاحب نی ایك خط مین میر مهدی کو لکها هی: «۷ نومبر، ۱٤ جمادی الاول سال حال جمعه کی دن ابو ظفر سراج الدین بهادر شاه قید فرنگ وقید جسم سی رها هوئی».

می پرداختم . درین هنگامه خود را بکنار کشیدم . و بدین اندیشه که مبادا گر یك قلم ترکِ آمیزش کنم ، خانهٔ من بتاراج رود ، وجان در معرضِ تلف افتد ، بباطن بیگانه و بظاهر آشنا ماندم . هرگاه شهر بر دستِ سپاهِ انگریز فتح شد ، همه جا گیر داران و پنسنداران از شهر بدر رفتند . چنانکه تا امروز آوارهٔ دشت و کوه اند . من از جا نه جنبیدم . وهم چنان گوشه گیر ماندم . درین بندوبست که خاصه از بهرِ سیاستِ مجرمان ست ، وتحقیقاتِ جرم از روی دفترِ قلعه واظهارِ مخبران می کنند ، هیچ گونه آلایشِ دامنِ من پدید نیامد . وداروگیر وباز پرس رو نه داد . بودنِ من در شهر از حکام نهان نیست . اما چون پرسشے درمیان نیست ، لاجرم محفوظ مانده ام . می بایست که خود سلسله جنبان گشتمے ، وبا حکام پیوستمے . درین باره سخن آنست ، که درین فرماندهان با هیچ کس سابقهٔ معرفتے ندارم . ومعهذا هنوز موقع ومحلِ آن نمی نگرم ، که نامه نویسم ، وخواهشِ ملاقات بمیان آورم . راستی اینکه درین فتنه وآشوب خدمتے بجا نیاورده ام . لیکن مقامِ شکر است ، که به تقدیم نرسیدنِ خدمت از راهِ بیدستگاهی است ، و ذریعهٔ اخلاص وخلوص همان بیگناهی است . حالِ خود را ، اگرچه پرسش از جانبِ آن والا مناقب نبود ، گفتم[1] . وخون میخورم که صحت وعافیتِ ذاتِ همایونِ اقدس ، که یا رب ! جاودان سلامت باد ، چگونه دریابم . همدرین کنج ، که مسکنِ من ست ، شنیده ام که والا شان زین العابدین خان بهادر[2] بشهر آمده اند . نیازمندیِ من با مرحومی نواب عبد الله خان بهادر[3] ، ومهرورزیِ من

---

(۱) مزید تفصیل کی لئی ملاحظه هو اردوی معلی ، صفحه ۳۵ .

(۲) زین العابدین خان بهادر کا تذکره مکتوب نمبر ۱۰۷ کی ذیل مین ملاحظه هو .

(۳) نواب سید عبد الله خان بهادر ابن نواب سید غلام محمد خان بهادر نواب فردوس مکان کی چچا تهی . شعر و سخن سی دلچسپی رکهتی تهی . زور آزمائی کا بهی شوق تها . دهلی مین عرصه تك مقیم رهی . میرزا صاحب اور ان مین بهت ارتباط وخلوص تها . پنج آهنگ مین میرزا صاحب کا ایك خط انکو نام بهی درج هی (کلیات نثر غالب، صفحه ۲۱۸) . یه عرصه تك میرٹهه کی صدر الصدور رهی تهی ، اور وهین ستر برس کی عمر مین بعارضهٔ تپ سنه ۱۲۷٤ ه کو رحلت فرمائی ، اور درگاه چشتی پهلوان مین مدفون هوی . ان کا ایك شعر امیر مینائی مرحوم نی تذکرهٔ انتخاب یادگار (صفحه ۲۱۱) مین درج کیا هی . فرماتی هین :

منحصر تجهه پر شفاعت هی ، بهلا جائین کہان * ای شفیع عاصیان ! هم تیرا دامان چهوڑ کر

با اصغر علیخان مرحوم[1]، ومحبت وخلتِ من با نواب عبد الرحمن خان بهادر مغفور[2] کجا دیده اند، وآن مدارج کی در نظر دارند، که ایشان را در ضمیر میگزشت، که گدای گوشه نشین را باید دید. من خود پائی، که رفتار داشته باشد، ندارم. واز زاویه برون آمدن نتوانم. به نگاشتنِ این نامه زحمتِ اوقاتِ ملازمان از آن رو روا داشته ام، که اگر نفرستادنِ نامه محض از رویِ احتیاط است، هویدا گردد، که در عنایت تفریط ودر رعایت افراط است. چشم دارم که بمشاهدهٔ سوادِ نوازشنامه فروغِ نظر اندوزم. شغلِ شعر وسخن هر آئینه یقین دارم که درین چنین فتنهٔ وآشوب دل بدان کار چگونه گراید. دولت پاینده ونصرت طرب فزاینده باد. از اسد اللهِ غالب. نگاشته وروان داشتهٔ پنجشنبه ١٤ جنوری سنه ١٨٥٨.

له ـ دبیرانِ خاص بر عنوانِ نامه های پیشین نشانِ کلبهٔ این درویشِ دلریش عقبِ مسجدِ جامع نبشته اند. ومن از هفت هشت سال در محلهٔ بلّی‌مار می مانم. سپس نشانِ این محله نگاشته شود[3].

(٨)

حضرت ولیّ نعمت آیهٔ رحمت سلامت.

منشورِ عطوفت کے دیکھنے سے زندگی کی صورت نظر آئی. مخمس اور

---

(١) سید اصغر علی خان مرحوم نواب سید عبد الله خان بهادر کی صاحبزادی اور نواب فردوس مکان کی چچا زاد بهائی تهی، امیر مینائی تذکرهٔ مذکور (صفحه ٢٥) مین لکهتی هین: «شاعر خوش مذاق هین. آفرینش مضامین عاشقانه مین طاق هین. مومن خان صاحب دهلوی کی شاگرد رشید. کلام انکا لایق دید وقابل شنید. ٣٨ برس کی عمر پائی. بارهوین رجب کو سنه ١٢٧٣ هجری تهی که عارضهٔ خناق مین مبتلا هوکر میرٹهہ مین رحلت فرمائی: وهان سی جنازه اونکا دهلی کو گیا. اور درگاه حضرت خواجه باقی بالله مین دفن هوی». ان کا دیوان شائع هوگیا هی.

(٢) نواب سید عبد الرحمن خان بهادر، نواب سید غلام محمد خان بهادر کی صاحبزادی اور نواب فردوس مکان کی چچا تهی.

(٣) اگر میرزا صاحب کی تخمینه کو صحیح مانا جائی، تو اونهین سنه ١٨٤٩ ع یا سنه ١٨٥٠ ع سی محله بلی مار مین مقیم هونا چاهئی. میر مهدی مجروح کی نام کی خط مین سنه ١٨٥٠ ع کی تصریح موجود هی. اسلئی یهی سنه درست معلوم هوتا هی. فرماتی هین: «.... یه لکهو که اسد الله خان پنشن دار سنه ١٨٥٠ع سی حکیم پٹیالی والی کی بهائی کی حویلی مین رهتا هی» (عود هندی، صفحه ٨٣، و اردوی معلی، صفحه ١٩٤).

غزلون کے پہنچنے کی اطلاع پائی. یہ بھی ایك بخشش کا بہانہ پیدا کرنا ہے. ورنہ حضور کے کلام کو اصلاح کی احتیاج کیا ہے. میری کیا سخنوری اور سخن سرائی ہے. آپ کی قدر دانی بلکہ قدر افزائی ہے. تکلف ہے اگر کہون کہ تا قیامت رہو. بے تکلف دعا یہ ہے، کہ خدا کرے ایك سو بیس برس تك سلامت رہو.

اس قرینے سے، کہ بسبب کم فرصتی کے اون کا ملاحظہ نکرنا مرقوم ہوا، ریختہ کے دیوان اور اس کتاب کا پہنچنا معلوم ہوا. دیوان کے دیکھنے ندیکھنے مین آپکو اختیار ہے. مگر یہ چار جزو کا رسالہ جو اب بھیجا ہے، اسکا دیکھنا ضرور درکار ہے. فارسیِ قدیم اور پھر حسنِ معنی اور صنعتِ الفاظ. با این ہمہ ہر امر کی احتیاط، اور ہر بات کا لحاظ(۱).

جنابعالی! طرفہ معاملہ ہے. خدا کا شکر ہے، اور اپنی قسمت کا گلہ ہے. خدا کا شکر یہ کہ با وجودِ تعلقِ قلعہ کسی طرح کے جرم کا بہ نسبت میرے احتمال بھی نہین. قسمت کا گلہ یہ کہ عطایِ پنسن(۲) قدیم کا حکام کو خیال بھی نہین. یہ نومبر سنہ ۱۸۵۸ انیسوان مہینا ہے. گویا بن کھائے جینا ہے. کہتے ہین کہ جنوری شروع سال مین پنسندارون کو روپیہ ملے گا. دیکھئے کیا نیا گل کھلے گا. پہلی نومبر کو یہان اشتہارِ عام ہوگیا ہے، کہ اب قلمروِ ہندوستان مین عملِ ملکۂ معظمۂ عالیمقام ہوگیا ہے. مین پہلے سے مداحون مین اپنا نام لکھوا چکا ہون. اور وزرایِ ملکۂ دارا دربان کے دو سارتی فکٹ پا چکا ہون. اگر اس اجمال کو بہ تفصیل معلوم کیا چاہئے، تو اسی کتاب موسوم بہ دستنبو مین دیکھا چاہئے. خوشنودی کا طالب غالب.
نگاشتۂ روزِ یکشنبہ ہفتم نومبر سنہ ۱۸۵۸ ع.

---

(۱) اس چار جزو کے رسالہ سے «دستنبو» مراد ہے. چنانچہ آخر عریضہ مین اسکے نام کی تصریح کرکے مرزا صاحب نے ابہام دور کر دیا ہے.

(۲) میرزا صاحب نے اس لفظ کا إملا «شین» کی بجائے «سین» سے لکھا ہے. اسی طرح لفظ سارٹیفکٹ مین پہلی «ٹ» کو «ت» تحریر کیا ہے.

(۹)

خداوندِ نعمت سلامت .

جو آپ بن مانگے دین، اوسکے لینے مین مجھے انکار نہین. اور جب مجکو حاجت آپڑے ، تو آپسے مانگنے مین عار نہین .

بارِ گرانِ غم سے پست ہو گیا ہون. آگے تنگدست تھا ، اب تہی دست ہو گیا ہون. جلد میری خبر لیجے . اور کچھ بھجوا دیجے . عنایت کا طالب غالب . چار شنبه یازدهم ربیع الثانی سنه ۱۲۷۵ ھجری و ۱۷ نومبر سنه ۱۸۵۸ع[1] .

(۱۰)

حضرت ولیِ نعمت آیهٔ رحمت سلامت .

بعد آداب بجالانے کے عرض کرتا ہون ، که منشورِ رافت لکھا ہوا ۲۵ نومبر کا جمعه کے دن تیسری دسمبر کو اس دعا گویِ دولت کے پاس پہنچا . ڈھائی سو روپیه کی ھنڈوی معتمد کے حواله کی گئی . آج یا کل روپیه آجایگا . خاطرِ عاطرِ اقدس جمع رہے .

میرے حاضر ہونیکو جو ارشاد ہوتا ھے ، مین وھان نه آؤنگا ، تو اور کہان جاؤنگا . پنسن کے وصول کا زمانه قریب آیا ھے . اسکو ملتوی چھوڑ کر کیونکر چلا آؤن. سنا جاتا ھے ، اور یقین بھی آتا ھے ، که جنوری آغازِ سال

(۱) نواب فردوس مکان نی عرایض مورخهٔ ۷ نومبر و ۱۷ نومبر کی جواب مین تحریر فرمایا : «... دو قطعهٔ صحیفهٔ تلطف طراز ، اولین حاوی حالات نه ملنی زر پنشن آپکی ، اور دوسرا مورخه اٹھاروین ماه نومبر سنه حال مشعر نوید خیریت مزاج وھاج کی ، متواتر رنگ افروز چہرهٔ وصول نشاط شمول کا ہوا . اور مراتب مندرجه سی مطلع فرمایا . مشفقا! جو که مخلص کو اشتیاق معانقه اور مکالمه آپ کا بدرجهٔ کمال ھی ، اور اب تشریف آوری آپکی اس جگه مناسب ھی ، اسواسطی حواله خامهٔ محبت نگار کی ہوتا ھی ، که آپ دیدار فایض الانوار اپنی سی مخلص کو مسرور فرمائیے . اور قطعهٔ ھنڈوی مبلغ دو سو پچاس روپیه کا واسطی مصارف خدام آپ کی بلف رقیمة الوداد ھذا کی مرسل ھی . قبول فرمائیے . ... ۱۸ ربیع الثانی سنه ۱۲۷۵ھ مطابق ۲۵ نومبر سنه ۱۸۸۸ع » . عریضه نمبر ۱۰ ھنڈوی کی رسید اور نآنی کی عذر پر مشتمل ھی .

۵۹ عیسوی مین یه قصه انجام پائے. جس کو روپیه ملنا ھے اوسکو روپیه، جس کو جواب ملنا ھے اوس کو جواب ملجائے.

حضور نے یه کیا تحریر فرمایا ھے، که ان باره غزلون کی اصلاح مین کلامِ خوش مطلوب ھے. اگلی غزلون کی طرح نهون. مگر اگلی غزلون کی اصلاح پسند نه آئی، اور اون اشعار مین کلامِ خوش نتھا. حضرت کا تو اون غزلون مین بھی وه کلام ھے، که شاید اورون کے دیوان مین ویسا ایك شعر بھی نه نکلیگا. مین بقدر اپنے فہم واستعداد کے کبھی اصلاح مین قصور نہین کرتا. زیاده حدِ ادب. عرضداشتِ غالب. معروضۂ جمعه ۲۶ ربیع الثانی سنه ۷۵ و ۳ دسمبر ۵۸[1].

(۱۱)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

مین اس دولتِ ابد مدت کا از راہِ مودت خیر خواه هون. امرِ ملال انگیزِ اندوه آور مین آرائشِ گفتار گوارا نہین کر سکتا. نواب مرزا[2] نے دلی آکر پہلے نویدِ بزم آرائی سنائی. چاهتا تھا، که اوسکی تهنیت لکھون.

(۱) نواب فردوس مکان کی مسودۂ فرمان مین یه مضمون تحریر نہین. ممکن ھی که مبیضه مین اپنی قلم سی اضافه کردیا هو.

(۲) نواب مرزا خان داغ تخلص خلف نواب شمس الدین خان دهلوی مراد هین. نواب فردوس مکان کی عہد مین انکی پھوپی عمده خانم ریاست سی وظیفه پاتی تهین. یه اونکی توسط سی ابتداء مورد انعام و عنایات رهی. بعد ازان تعلق خدمت بھی هوگیا. چنانچه نواب خلد آشیان کی عہد مین اصطبل اور فراش خانه کی داروغه تھی، سو روپیه ماهوار تنخواه پاتی تھی. نواب صاحب کی انتقال کی بعد بزم علم وادب منتشر هوئی، تو مرزا داغ حیدرآباد چلی گئی. اور وهان حضور نظام مرحوم کی استاد مقرر هوئی. اور وهین سنه ۱۳۲۲ھ (۱۹۰۵ع) مین انتقال کیا. داغ صاحب شیخ ابراهیم ذوق دهلوی کی شاگرد تھی. اور رامپور مین شعراء دهلی کی کامیاب نماینده شمار هوتی تھی. امیر مینائی مرحوم لکھنوی اسکول کی حامی تھی، اسلئی دربار خلد آشیان مین ان دونون مین مسابقت کی سعی جاری رهتی تھی. بعض نقادون کا خیال ھی که اس کشمکش مین امیر مینائی مرحوم نی داغ کا رنگ اختیار کرکی اعتراف شکست کیا. مگر واقعه یه ھی که دربار رامپور کی یه تابنده گوهر اپنی علمی صحبتون مین ایك دوسری سی برابر استفاده کرتی رهی هین. اور یه فیصله دشوار ھی که ان مین سی کس نی دوسری پر فتح پائی. تاهم نواب خلد آشیان کی دربار مین امیر صاحب کا رنگ سب سی زیاده جما. اسلئی قیام رامپور تك اونکو فتحیاب میدان سخن شمار کرنا بیجا نہین ھی.

کل اوسنے از روی خطِ آمدِ رامپور حضرت جنابعالیہ کے انتقال[۱] کی خبر سنائی. کیا کہون، کیا غم و اندوہ کا ھجوم ھوا. حضرت کے غمگین ھونیکا تصور کرکر اور زیادہ مغموم ھوا. بیدرد نہین ھون، کہ ایسے مقام مین بطریقِ انشا پردازی عبارت آرائی کرون. نادان نہین ھون، کہ آپ جیسے دانا دلِ دیدہ‌ور کو تلقینِ صبر و شکیبائی کرون.

از دستِ گدای بے‌نوا ناید ھیچ جز آن کہ بصدقِ دل دعائی بکند

حق تعالی ذاتِ ستودہ صفات کو دایماً اور ابداً جاہ وجلال و دولت و اقبال کیساتھ سلامت با کرامت رکھیے. عریضہ نگار اسد اللّٰہ المتخلص بہ **غالب**. مرقومۂ یکشنبہ ۲۱ شعبان و ۲۸ مارچ سالِ حال.

(۱۲)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

ایک خط مشتمل اپنے حال پر اور ایک خط جناب بیگم صاحبہ و قبلہ مغفورہ کی تعزیت مین روانا کر چکا ھون. اب ایک قطعۂ تاریخ بھیجتا ھون. اگرچہ ایک کا تعمیہ ھے. لیکن تعمیہ کتنا خوب اور بے‌تکلف ھے. عرضداشتِ **اسد اللّٰہ**. معروضۂ ۱۳ رمضان و ۱۷ اپریل سالِ حال.

قطعہ

جنابعالیہ از بخششِ حق بفردوسِ برین چون کرد آرام
سخن پرداز **غالب** سالِ رحلت «خلود خلد» گفت از روی الہام

(سنہ ۱۲۷۵ ھجری)

(۱۳)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعد تسلیم کے عرض کرتا ھون. آج دوشنبہ کا دن ۱۴ رمضان

(۱) جناب عالیہ نواب فردوس‌مکان کی والدۂ محترمہ کا لقب تھا. انکا نام فتح النسا بیگم ھی. یہ محمد نور خان ولد محمد شاہ خان بڑیچ کی صاحبزادی، اور محمد نور خان نواب سید فیض اللہ خان بہادر کی ھمشیرزادہ تھی (گلشن فتوت قلمی، ذکر نواب فردوس مکان، و اخبار الصنادید، ج ۲، ص ۲۱).

المبارك کی اور ۱۸ ماہِ اپریل کی صبح کے وقت ڈاك کا ہرکارہ آیا ، اور منشورِ عطوفت لایا ۔ مین نے سر پر رکھا ، آنکھون سے لگایا ۔ تعجب ہے کہ میرے دو خطون کی رسید اس عنایت نامہ مین مرقوم نہین ۔ آیا نہ پہنچے ، یا پہنچے اور نہ پڑھے گئے ، کچھ معلوم نہین(۱) ۔

پہلے خط مین یہ عرض کیا ہے ، کہ مجموع پنسندارون کی مثل مرتب ہے ، اور هنوز صدر کو روانا نہین ہوئی ۔ نواب گورنر جنرل لارڈ کیننگ بہادر(۲) نے کلکتہ سے میری پنسن کے کواغذ طلب کئے ، اور وہ کاغذ فہرست مین سے الگ ہوکر لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کی خدمت مین ارسال ہوئے ۔ وہان سے کلکتہ کو بھیجے جائین گے ۔ پھر وہان سے حکمِ منظوری پنجاب ہوتا ہوا یہان آئیگا ، اور یہان مجکو روپیہ ملجائیگا ۔ آج روپیہ ملا ۔ کل مین نے آپ سے سواری اور بار برداری مانگی ۔ آج سواری اور بار برداری پہنچی ، اور کل مین نے رامپور کی راہ لی ۔ بلکہ اسی نیاز نامہ مین کچھ حسنِ طلب بھی تھا ۔ افسوس کہ ایسا خطِ ضروری نہ پہنچے ۔

دوسرا خط جنابِ عالیۂ مغفورہ کی تعزیت مین تھا ۔ اوسکا بھی ذکر اس عنایت نامہ مین نتھا ۔ ناچار پہلے خط کا مضمون اس ورق مین مکرر لکھدیا ، اور دوسرے خط کے صرف ذکر پر اکتفا کیا ۔ حق تعالی آپکو

(۱) نواب فردوس مکان کا محولۂ بالا خط حسب ذیل ھی : «.... حال تشریف آوری آپکا اسطرف کو ابھی تك سامعہ نواز نہین ہوا ۔ اور دل صفا منزل مشتاق اور منتظر دریافت سرور ملاقات کا ھی ۔ اسواسطی حواله خامۂ اتحاد نگار کی ہوتا ھی ، کہ آپ براہ عنایت کی نوید تشریف فرمائی اس سمت سی ، کہ کبتك ممکن الوقوع ھی ، مطلع اور مطمئن فرمائیے ۔ ۹ رمضان سنہ ۱۲۷۵ھ ۱۳ اپریل سنہ ۵۹ ع» ۔

(۲) لارڈ کیننگ بہادر سنہ ۱۸۱۲ ع مین پیدا ہوئی ۔ سنہ ۱۸۵۲ ع مین ہندوستان کی گورنر جنرل اور سنہ ۱۸۵۸ ع مین پہلی وائسرائی بنائی گئی ۔ غدر انہی کی عہد حکومت مین رونما ہوا ۔ اودہ حکومت کی مکمل ضبطی بھی اسی عہد کا واقعہ ھی ۔ مارچ ۱۷۶۲ ع مین انگلستان واپس گئی ، اور ۱۷ جون سنہ ۱۸۶۲ ع کو وھین فوت ہوئی ۔ اپنی عزم و استقلال ، تدبر ، اور خوبی انتظام کی بدولت انھون نی بڑی شہرت حاصل کی ھی ۔

سلامت رکھے ، اور صبر و ثبات و دولت و اقبال و عمر و جاہ و جلال بطریقِ دوام عنایت کرے ۔

دو غزلین منجملہ بارہ غزلون کے بعدِ اصلاح ارسال کرچکا ہون ۔ خدا کرے پہنچ گئی ہون ۔ پرسون ایك قطعہ جناب بیگم صاحب و قبلہ کی تاریخِ وفات کا بھیجا ھے ۔ یقین ھے کہ پہنچے گا ۔ از راہِ احتیاط وہ قطعہ اس ورق مین پھر لکھتا ہون ۔ اور نیز از راہِ احتیاط یہ خط بیرنگ روانا کرتا ہون ۔ زیادہ حدِ ادب ۔ عریضۂ **اسد اللہ خان** ۔ معروضۂ دوشنبہ چہاردھم رمضان سنہ ۱۲۷۵ ، مطابق ہژدھم اپریل سنہ ۱۸۵۹[(۱)] ۔

قطعہ

جنابِ عالیہ از بخششِ حق ‏ ‏ بفردوسِ برین چون کرد آرام
سخن پرداز **غالب** سالِ رحلت ‏ ‏ «خلودِ خلد» گفت از روی الہام
(۱۲۷۵)

(۱٤)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت ۔

نوازشنامہ کے ورودِ مسعود کی اطلاع دیتا ہون ، اور ہنڈوی کے پہنچنے کا شکر بجا لاتا ہون ۔ ستمبر سنہ ۱۸۵۹ کے مہینے کے سو روپیہ پہنچے ۔ خاطرِ اقدس جمع رہے ۔

عزمِ ولایت کا حال معلوم ہوا ۔ حق تعالی آپ کو ہر جگہ مظفر و منصور و کامیاب رکھے[(۲)] ۔ خدمت گزار ہون ، اور دعا و ثنا میرا کام ھے ۔

---

(۱) اس عریضہ کی جواب مین نواب فردوس مکان نی تحریر فرمایا : «سابق اس سی دو قطعی تلطف صحیفۂ طمانینت افزا آپکی ، اول مشعر مراتب تعزیت رحلت جناب والدہ صاحبہ معظمہ کی اس جہان فانی سی ، اور دوسرا بانتظار جواب اور قطعۂ تاریخ رحلت جناب موصوفہ کی متواتر وصول ہوئی ... سبحان اللہ کیا تاریخ آپنی تصنیف فرمائی ہی ، کہ الفاظ جامع مختصر ہین ، اور تعمیہ بطرز نادر اور بی تکلف ہی» ۔

(۲) نوابصاحب کی ۷ ستمبر سنہ ۱۸۵۹ ع مطابق ۲۹ صفر سنہ ۱۲۷۶ ھ کی فرمان سی معلوم ہوتا ہی کہ میرزا صاحب نی سفر انگلستان کی باری مین استفسار کیا تھا ۔ جس کی جواب مین نوابصاحب نی مذکورۂ بالا (باقی)

بڑھاپے نے کھو دیا. جز نفسے چند مجھ مین کچھ باقی نہین. زیادہ حدِ ادب. عرضداشتِ **غالب**. معروضۂ یکم اکتوبر سنہ ۱۸۵۹ عیسوی.

(۱۵)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تقدیمِ تسلیم گزارش کرتا ہون. پرسون ایك نیازنامہ بھیجا ہے. یقین ہے کہ پہنچے گا، اور اوسکا جواب جلد عنایت ہوگا. کل نوازشنامہ، جس مین سو روپیہ[۱] کی ہنڈوی بابت ماہِ اکتوبر سنہ ۱۸۵۹ تھی، شرفِ ورود لایا. زرِ مندرجۂ ہنڈوی معرضِ وصول مین آیا. خاطرِ اقدس جمع رہے..... (شنبہ ۵ نومبر سنہ ۱۸۵۹)[۲].

(۱۶)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعد بجا لانے آدابِ نیاز کے عرض کرتا ہون. یہ میرا دردِ دل ہے. نامۂ تہنیت مین اسکا اندراج مناسب نہین جانا. مین انگریزی سرکار مین علاقہ ریاستِ دودمانی کا رکھتا ہون. معاش اگرچہ قلیل ہے، مگر عزت زیادہ پاتا ہون. گورمنٹ کے دربار مین داہنی صف مین دسوان نمبر

(بقیہ) تاریخ کو لکھا: «مشفقا! جو آپ نے نسبت عزیمت مخلص کی بسمت انگلستان استفسار فرمایا ہے. حال یہ ہے کہ فی الحقیقت ارادہ مخلص کا جانے انگلستان کو مصمم ہے. لیکن ابھی تك کوئی زمانہ جانے کا مقرر نہین ہوا ہے. اسواسطے حوالہ خامۂ اتحاد نگار کے ہوتا ہے کہ جس وقت زمانہ جانے ولایت کا قرار پاویگا، آپکو پیشتر سے اس خصوص مین اطلاع دہی عمل مین آویگی». میرزا صاحب کا عریضہ (نمبر ۱٤) اس فرمان کا جواب ہے. یہان یہ واضح کردینا مناسب ہے کہ نواب صاحب کا یہ سفر ملکہ معظمہ وکٹوریہ کے دست مبارك سے صلۂ خدمات غدر پانے کے سلسہ مین ہونیوالا تھا. لیکن بعد ازان کسی وجہ سے سفر ملتوی ہو گیا. اور گورنر جنرل کے دربار فتح گڑھ مین خلعت وغیرہ عطا ہوا. دربار کی تفصیل عریضہ نمبر ۱۷ کے حاشیہ مین ملاحظہ ہو.

(۱) میرزا صاحب نے الفاظ کے اوپر حسابی رقم بھی لکھی ہے.

(۲) میرزا صاحب کے اس عریضہ کا آخری حصہ پھٹگیا ہے. اسلئے نام اور تاریخ متن مین موجود نہین. قوسین مین جو تاریخ درج ہے وہ لفافہ سے نقل کردیگئی ہے.

اور سات پارچے اور جیغه ، سرپیچ ، مالائے مروارید ، خلعت مقرر ہے . لاڑد[۱] هاردنگ صاحب[۲] کے عہد تك پایا. لاڑد دلهوسی[۳] یہاں آئے نہیں . اب یه نواب معلی القاب آتے هین[٤] . زمانے کا رنگ اور. کوئی حاکم کوئی سکرتر میرا آشنا نہین . بڑے میرے مربی قدردان جناب اڈمنسٹن صاحب[٥] . وہ بھی چیف سکرتر نرہے . لفٹنٹ گورنر ہوگئے . وہ سکرتر رهتے تو مجھے کچھ غم نتھا. ابتك مین اپنے کو یه بھی نہین سمجھا که بیگناہ ہون یا گنـاهگار. مقبول ہون یا مردود. مانا که کوئی خیر خواهی نہین کی ، جو نئے انعـام کا مستحق ہون. لیکن کوئی بیوفائی بھی سرزد نہین هوئی ،

---

(۱) یه میرزا صاحب کا املا هی . صحیح لفظ لارڈ هی .

(۲) لارڈ هارڈنگ صاحب هندوستان کی گورنر جنرل تھی . سنه ۱۷۸۵ع مین پیدا هوئی . جولائی سنه ۱۸٤٤ع سی جنوری سنه ۱۸٤۸ع تك گورنر جنرل هند رهی. سکھ وار مین بہت نمایان خدمات انجام دین. انتظام مملکت مین بھی مفید اصلاحات نافذ کین. جگه جگه اسکول قائم کئی. ریلوی اور آبپاشی کی محکمون مین اضافه کیا. اور اتوار کی عام تعطیل مقرر کی. آخر مین سنه ۱۸٥۲ع سی سنه ۱۸٥٦ع تك کمانڈر انچیف رهی ، اور اسی سال ماہ ستمبر مین انتقال کیا .

(۳) لارڈ ڈلہوسی سنه ۱۸۱۲ع مین پیدا هوئی . سنه ۱۸٤۷ع مین هندوستان کی گورنر جنرل مقرر کئی گئی . اور ۱۲ جنوری سنه ۱۸٤۸ع کو آفس کا چارج لیا. انهون نی سکھون کو زیر کرکی سنه ۱۸٤۹ع مین پنجاب کا الحاق کیا. انکا اندرونی انتظام مملکت بہت عمدہ اور مضبوط مانا جاتا هی . محکمۂ ریلوی مین نئی ضابطی نافذ کئی . اور صوبون کی درمیان ٹیلیگراف سسٹم قائم کیا . شاهی ڈاکخانه کا نظم بھی انهی کا رهین منت هی . پبلك ورکس ڈپارٹمنٹ ، جیل ، جنگلات ، سروی اور محکمۂ تعلیمات قائم کیا . لیجسلیٹیو کونسل کا از سر نو انتظام کرکی اوسی وسعت دی . برما پر حمله کیا ، اور خان قلات اور امیر افغانستان سی معاهدی مرتب کئی . صوبه برار فوجی مصارف کی لئی حاصل کیا . ان کی هاتھون بہت سی دیسی ریاستون کا خاتمه هوا . حادثۂ غدر کی تمام تر ذمه داری بھی انهی کی کاندھون پر رکھی جاتی هی . یه بڑی جفاکش کارکن تھی . چنانچه انکی سوانح کا خلاصه فتح ، استحکام، اور ترقی هی . انهون نی لندن واپس جاکر سنه ۱۸٦۰ع مین انتقال کیا.

(٤) لارڈ کیننگ بہادر وائسرائی مراد هین .

(٥) ایڈمنسٹن صاحب سنه ۱۸۱۳ع مین پیدا هوئی . سنه ۱۸۳۱ع مین اضلاع شمال و غرب مین تقرر هوا . ستلج کی فتح کی بعد وهان کی ریاستون کی کمشنر بنائی گئی . سنه ۱۸٥۳ع مین پنجاب کی کمشنر مالیات هوئی . سنه ۱۸٥٥ع سی سنه ۱۸٥۷ع تك گورنمنٹ آف انڈیا کی فارن سیکریٹری رهی . بعد ازان جنوری سنه ۱۸٥۹ع مین پنجاب کی گورنر هوگئی . اور فروری سنه ۱۸٦۳ع تك اس عہدہ پر فائز رهی. انهون نی ۲٤ ستمبر سنه ۱۸٦٤ع کو انتقال کیا .

جو دستورِ قدیم کو برہم مارے[1]. بہر حال اس تشویش مین ہون . راہِ چارہ مسدود ، اور دکھ موجود . عرفی خوب کہتا ہے :

مرا زمانۂ طناز دست بستۂ و تیغ زند بفرقم وگوید کہ هان سرے میخار

مرقومۂ صبحِ یکشنبہ ۷ نومبر سنہ ۱۸۵۹[2] .

(۱۷)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعد بجا لانے آدابِ نیاز کے عرض کرتا ہون . منشورِ عطوفت پہنچا . نوابِ عالی جناب کی ملازمت کا حال بسبیلِ اجمال مندرج تھا . مین از روی اخبار بہ تفصیل دریافت کر چکا ہون . هندستان مین کسی رئیس کیواسطے یہ بات کاهے کو ہوئی ہے . مسند تکیہ کسی کو کب ملا ہے . یہ کمالِ عز و شان اور استحکامِ بنایِ ریاست کا نشان ہے . لطف یہ ہے کہ اب صاحبانِ کورٹ آف ڈرکٹر حائل نہین رہے . نواب گورنر جنرل بہادر نائبِ سلطنت هین . اس صورت مین جو کچھ انھون نے دیا ہے ، وہ عطیہ حضرتِ فلك رفعت ملکۂ معظمہ کا ہے . ایسے شاهنشاہ کی سرکار سے وسادۂ سروری کا عطا هونا بہت بڑی نوازش اور سزاوارِ صد گونہ نازش ہے . یہ چار بالشِ امارت اور «کاشی پور» کا ضمیمۂ ملكِ موروثی هونا پہلے آپ کو اور پھر ولیعہد بہادر کو اور پھر آپ کی اولاد و اخوان و انصار کو اور سب کے بعد **غالب** دعا گویِ گوشہ نشین کو مبارك هو . زیادہ حدِ ادب . مرقومۂ صبحِ یکشنبہ ۲۷ نومبر ۱۸۵۹ ع[3] .

---

(۱) یہ فارسی کی محاورہ «برهم زدن» کا ترجمہ هی .

(۲) نواب فردوس مکان نی جواباً تحریر فرمایا : «مشفقا ! هنگام ملاقات کی اکثر صاحبان ذیشان سی تذکار محامد اوصاف ذاتی اور صفاتی آپ کا عمل مین آیا هی . الله تعالی کی فضل اور قدردانی سرکار دولتمدار سی یقین واثق هی کہ جو مدارج شریف آپکی قدیم سی هین ، پیشگاہ گورنمنٹ سی بھی اوسی مطابق ظہور مین آویگا . کسواسطی کہ اهالی سرکار ابدقرار قدردان و قدرشناس هین» .

(۳) میرزا صاحب نی اس عریضہ مین جس واقعہ کی طرف اشارہ کیا هی ، وہ اخبار الصنادید (ج ۲، ص ۹۷-۱۱۰) کی بیان کی مطابق حسب ذیل هی : (لارڈ کیننگ صاحب بہادر گورنر جنرل نی ۱۵ نومبر سنہ (باقی)

(۱۸)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

آدابِ نیاز بجا لا کر عرض کرتا ہون ، کہ سو روپیہ کی ہنڈوی بابت

(بقیہ) ۱۸۵۹ ع مطابق ۲۳ ربیع الثانی سنہ ۱۲۷۶ھ کو مقام فتحگڑہ مین ایك عالیشان دربار منعقد فرمایا . . .
اس دربار مین بہت سی دیسی روسا اور بہت سی یوروپین معزز حکام خصوصاً کمانڈر انچیف صاحب شریك تھی . . . . اس دربار عام مین گورنر جنرل نی نواب سید یوسف علیخان بہادر سی مخاطب ہو کر کہا : «مجکو بڑی خوشی اس بات کی ہی ، کہ ان خدمات کی عوض جو آپ نی ملکۂ معظمہ کی کین ، آج آپ کا شکریہ ادا کرنیکا موقع ملا . آپ اپنی ذات خاص سی زمانۂ غدر مین نہایت مستعد اور صادق رہی . اور آپ نی ، باوجود خوف جان و ریاست کی ، گرد و نواح مین نہایت مشقت اور مستعدی سی حکومت برقرار رکھی . اور ملکۂ معظمہ کی افسرون کی مدد بقدر امکان بخوبی کی . سب سی بڑہ کر یہ ہی ، کہ آپ نی ایك بجمع کثیر ہمقوم ملکۂ معظمہ کی جانین بچائین . ان کو سب آفتون سی محفوظ رکھا . اور انکو ہر طرح کی آسایش دی . حالانکہ وہ زمانہ چارون طرف خوف سی گھرا ہوا تھا . مین بڑی خوشی سی روبرو سپہ سالار افواج ہند ملکۂ معظمہ اور بہت سی معزز افسر اور حاکمان ملکی کی ، جو گرد و نواح اور دیگر مقامات ہندوستان مین عہدہ‌ہای جلیلہ پر منصوب ہین ، آپ کی حسن خدمات کا اقرار کرتا ہون . مجکو یقین ہی کہ آپ کی کارگزاریون کو یہ لوگ ہرگز نہ بھولینگی» . اس دربار مین گورنر جنرل نی نواب سید یوسف علیخان بہادر کو خلعت قیمتی بیس ہزار روپیہ کا عطا کیا . اور سلامی کی فیر گیارہ کی بجای تیرہ مقرر ہوی : علاوہ اسکی «فرزند دلپذیر» کا خطاب عنایت ہوا . القاب و آداب ان الفاظ کی ساتھ قرار پایا : «نوابصاحب مشفق بسیار مہربان کرمفرمای مخلصان سلامت») .

بعد ازان ۲۵ نومبر سنہ ۱۸۵۹ ع کو گورنر جنرل بہادر کی سکریٹری نی گورنمنٹ ممالك مغربی وشمالی کی سکریٹری کی نام حسب ارشاد گورنر جنرل بہادر ایك خط لکھا . اس خط کی دفعہ ۵ مین تحریر تھا : (گورنر جنرل نی . . . . نواب صاحب کو مطلع کیا کہ انکی مستحکم وفاداری اور اعلی درجہ کی امداد کی سبب سی ، جو انہون نی گورنمنٹ کو دی ہی ، انکو پرگنۂ کاشی پور ضلع مرادآباد جسکی جمع ایك لاکہ چار ہزار چار سو روپیہ سالانہ ہی ، معافی مین بخشا ہی . جسکو وہ اور انکی وارث اپنی جاگیر کی ایك ٹکڑی کی طور پر اپنی قبضہ مین رکھین .)

اس عطیۂ شاہی کی تہنیت مین میرزا صاحب نی یہ قطعہ فارسی نظم کیا :

ای آنکہ خود بمہر ہمی پروری مرا — از غیب مزد کار تو اجر عظیم باد
رای تو در زمانہ بامضای کارہا — با اہتمام سہم سعادت سہیم باد
در صبح دولت تو ز گلہای رنگرنگ — دائم مشام دہر رہین شمیم باد
آن دم ، کہ مردہ را باثر زندہ ساختی ، — در باغ طالع تو بجای شمیم باد
پاشند آب گر برہت بہر دفع گرد — ہر قطرہ زان نمونۂ در یتیم باد
ہر صیغۂ ، کہ وضع وی از بہر امر تست ، — فارغ ز ننگ زحمت تقدیم میم باد
گر بہر خویش نیز دعای کنم چہ باك — این نغمہ ہم گزیدۂ طبع سلیم باد
آزادہ ام خلوص وفا شیوۂ من ست — راہم ورای مسلك امید و بیم باد (باقی)

مصارفِ ماہِ نومبر ۱۸۵۹ پہنچی. اور روپیہ وصول مین آیا. اور صرف ہو گیا. اور مین بدستور بھوکا اور ننگا رہا. تم سے نکہون تو کس سے کہون. اس مشاہرۂ مقرری سے علاوہ دو سو روپیہ اگر مجکو اور بھیج دیجیگا تو جلا لیجیگا. لیکن اس شرط سے کہ اس عطیۂ مقرری مین محسوب نہو اور بہت جلد مرحمت ہو. زیادہ حدِ ادب. عرضداشتِ غالب. معروضۂ صبحِ پنجشنبہ هشتم دسمبر سنه ۱۸۵۹ بمجردِ ورودِ عنایت نامۂ مرقومۂ ماہِ حال(۱).

(بقیہ)

چون رهروی که بر نمط جاده ره رود — پیوسته سیر من بخط مستقیم باد
مانند فکر من رخ بخت تو دلفروز — مانند کلك من دل دشمن دونیم باد
پابستهٔ زمان و مکان نیست دردمند — گر خود رود بکعبه برین در مقیم باد
شادم بگنج امن و نگویم که بنده را — خشتی ز زر خالص و خشتی ز سیم باد
مقصود از لباس همان پوشش تنست — پوشش گر از حریر نباشد گلیم باد
باجمله این سه بیت که سر جوش فکرتست — در خورد لطف خاص و عطای عمیم باد
«نواب مهر مهر منوچهر چهر را — حاصل جمال یوسف و قرب کلیم باد
چون غنچهٔ که پهلوی گل بشگفد بباغ — ملك جدید شامل ملك قدیم باد
هر دم ترا بخلوت راز و ببزم انس — روح الامین مصاحب و غالب ندیم باد»

(کلیات غالب فارسی، ص ۲۶)

اس قطعه کے متعلق یه بتانا، که کس تاریخ لکھا گیا، اور کب رامپور پہنچا، سخت دشوار هے. اسلئے که مثل مین ایسا کوئی خط شامل نہین، جس مین اسکا ذکر هو. لیکن ۲۷ نومبر کے مکتوب مین اسکا مذکور نہونے کے باعث، قیاس یه هے، که اس تاریخ کے بعد لکھا گیا هوگا. اور اسی مہینے کے کسی آخری تاریخ مین یا ماه دسمبر کے شروع مین نواب فردوس مکان کی خدمت مین ارسال هوا هوگا. نوابصاحب کی تاریخ روانگی وآمد صاحب اخبار الصنادید نے ذکر نہین کی: لیکن خود نوابصاحب نے میرزا غالب کو ۱۱ ربیع الثانی سنه ۷٦ ھ مطابق ۸ نومبر سنه ۵۹ ع کو لکھا هے: «مخلص بتاریخ ۱۲ اس مہینے کے طرف فرخ آباد کے روانه هوگا اور بتاریخ ۱۸ اس مہینے کے معاودت کرکے رامپور پهونچے گا ....».

(۱) میرزا صاحب کے اس عریضه کے جواب مین نواب فردوس مکان نے القاب و تسلیمات کے بعد تحریر فرمایا: «مشفقا! بپاس ارقام سامی کے، که مخلص کو آپ کی ذات ستوده صفات سے محبت اور موانست قلبی هے، هنڈوی مبلغ دو سو روپیه کی سوائے مشاهرۂ معینه معطوف رقیمة الوداد هذا کے مرسل هے. اور چشمداشت آپ کی لطف فرمائی سے یه هے، که رسید هنڈوی مذکور سے مطلع اور مطمئن فرمائین. اور سابق مین چند مرتبه در باب تشریف فرمائی یہان کے متکلف هوا هون. لیکن ابتك آپ نے سرور ملاقات بهجت آیات سے مسرور نہین فرمایا. اب لازم اشفاق کا یه هے که آپ تشریف شریف باسرع ازمنه ارزانی فرماوین اور مخلص کو مشکور الطاف کا کرین.

اس ارشاد کی تعمیل مین میرزا صاحب صبح پنجشنبه ۱۹ جنوری سنه ٦۰ ع کو دلی سے روانا هوکر شام کو مرادنگر، اور جمعه ۲۰ جنوری کو میرٹھ پہنچے: وهان ۲۱ کو قیام کرکے دوسرے دن شاهجہانپور، گڑھ مکٹیسر، اور مرادآباد هوتے هوے، جمعه کے دن ۲۷ جنوری کو وارد رامپور (باقی)

(۱۹)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت ۔

آدابِ نیاز بجا لاتا ہون ۔ اور مزاجِ اقدس کی خبر پوچھتا ہون ۔ اور بکمالِ ناچاری بصد گونہ شرمساری عرض کرتا ہون کہ آج سہ شنبہ ۷ فروری کی ہے ۔ جو لوگ کہ میرے ساتھ ہین گوش بر آواز ہین ۔ اور جو وظیفہ خوار دلی مین ہین وہ چشم براہ ہونگے ۔ زیادہ حدِ ادب ۔ خوشنودی کا طالب **غالب** ۔ صبحِ سہ شنبہ ۷ فروری سنہ ۱۸٦۰[(۱)] ۔

(۲۰)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت ۔

تقدیمِ مراسمِ تسلیم مقدمہ اس گزارش کا ہے ، کہ عالم دو ہین ۔ ایک عالمِ شہادت ، ایک عالمِ غیب ۔ جسطرح عالمِ شہادت مین آپ میری دستگیری کر رہے ہین ، عالمِ غیب مین آپ کا اقبال مجکو مدد پہنچا رہا ہے ۔ تفصیل اس اجمال کی یہ کہ وہ نقشا پنسن دارون کا جو یہان سے صدر کو گیا تھا ، وہ اب صدر سے بعدِ صدورِ حکم آ گیا ۔ حکم بہ نسبت ہر واحد کے مختلف ہے ۔

(بقیہ) ہوی ۔ یہان منجانب ریاست مہمانداری کا انتظام کیا گیا ۔ اور محلۂ راجدوارہ مین ایک مکان قیام کیلئی عطا ہوا ۔ نواب فردوس مکان نی تعظیم وتوقیر مین کوئی دقیقہ فروگزاشت نہین کیا ۔ اور چند دن کی بعد زر دعوت کی نام سی سو روپیہ ماہوار مقرر فرما دیا ۔ رامپور کی آب وہوا میرزا صاحب کی مزاج کی موافق تھی ۔ اسلئی وہ چاہتی تھی کہ یہان زیادہ عرصہ رہین ۔ لیکن باقر علیخان اور حسین علیخان ساتھ آئی تھی ۔ اونھون نی دلی واپس چلنی کیلئی ضد کی ۔ چونکہ یہ دونون کم عمر تھی اسلئی انکا تنہا دلی بھیجنا مناسب نہ تھا ۔ مجبوراً میرزا صاحب نی رخصت مراجعت کی درخواست کی ۔ نواب فردوس مکان نی قیام پر اصرار کیا ۔ لیکن آخرکار اجازت عطا فرما دی اور میرزا صاحب رامپور سی ۱۷ مارچ سنہ ٦۰ع کو روانا ہوکر ۲٤ ماہ مذکور کو دلی جاجا پہنچی ۔ سفر کی تفصیلات کیلئی دیباچہ ملاحظہ ہو ۔

(۱) اس عریضہ کی لفافہ سی معلوم ہوتا ہی کہ یہ میرزا صاحب کی قیام رامپور کی زمانہ مین نواب فردوس مکان کو لکھا گیا ، اور فتح محمد خانصاحب کی توسط سی کیمپ مین پیش ہوا ۔ مقام کا نام لفافہ پر درج نہین ۔ لیکن جوابی فرمان کی مسودہ مین «از مقام کھریا» تحریر ہی ۔ جس سی یہ نتیجہ نکلتا ہی کہ اوسوقت سرکار بسلسلۂ دورۂ ریاست موضع کھریا تحصیل سوار مین فروکش تھی ۔

تقلیل بہت هے . سو روپیه مهینے والے کو پچھتر[1] بهی هین ، اور پچیس[1] بهی هین ، اور دس[1] بهی هین . اب فرمائیے میرے واسطے کیا احتمال گزرتا هے . یاس کلی هے . لیکن واقعه یه هوا هے ، که سب سے پہلے میرا نام اور پوری پنسن کی واگزاشت کا حکم . طرفه یه که میرے نام کے ساتھ ایك انگریزی تحریر هے، که جسکے دیکھنے سے یه معلوم هوتا هے ، که گورمنٹ کا حکم منظوری اس تحریر پر متفرع هے . حکام کے عمله مین اور وکلا اور اهل شهر مین یه مشهور هے ، که وه تحریر ولایت سے آئی هے . بهر حال دو امر هنوز مبهم هین . ایك اس انگریزی تحریر کا حال ، اور دوسرے میرے بهائی کی پنسن کی حقیقت . سو یه دونون امر چند روز مین معلوم هو جائینگے . اور جو معلوم هوگا ، وه عرض کیا جایگا . غالب . ۲۲ اپریل سنه ۱۸٦۰[2] .

(۲۱)

حضرت ولیّ نعمت آیهٔ رحمت سلامت .

شکر بنده پروری بجا لاکر عرض کرتا هون ، که کل ۱۲ جولائی کو نوازشنامه مع سو روپیه کی هنڈوی کے پہنچا ، اور روپیه معرض وصول مین آیا . متوقع هون ، که یه عطیه چوتهی پانچوین انگریزی کو ، جیسا که همیشه

(۱) ان مقامات پر میرزا صاحب نی حسابی رقوم بهی لکهی هین .

(۲) اس عریضه کی جواب مین ۲۸ رمضان سنه ۱۲۷٦ ه مطابق ۲۰ اپریل سنه ۱۸٦۰ ع کو نواب صاحب نی تحریر فرمایا : «مشفقا ! جب کوئی مسرت پیش آنیوالی هوتی هی ، تو آغاز هی سی مقدمات سرور پیدا هوتی هین . ایسی سامان نظر آتی هین که بی اختیار دلکو انبساط ، طبیعت کو نشاط هو . حسن اتفاق دیکهیئی ، که ۱۹ تاریخ اپریل سال حال پہلی تو ایك لاکھ بیس هزار کی جاگیر پر دخلدهانی کا خریطه آیا . مین اوسی پڑهرها تها ، که آپکا نامهٔ سرور افزا پونچا . اوس سی آپکی پنشن کی بحالی کا مژده پایا . نشهٔ سرور دوبالا هوگیا . اور اسقدر بالیدگی اور خوشی حاصل هوئی که زینهار بیان اوسکا مجال زبان وقلم نهین . بارخدایا مبارك هو . سپاس منعم حقیقی ادا نهین هوسکتا . اسوقت مین بلا نقصان پنشن کا جاری هونا محض شان قدرت باری هی . شکر اوسکی احسانات کا کہانتك ادا کیجئی . عجب قدرت نمائی فرمائی هی . دلکو طرفه مسرت هاتھ آئی هی» . میرزا تفته کی نام کی ٦ مئی سنه ۱۸٦۰ ع کی خط سی معلوم هوتا هی که ٤ مئی سنه ۱۸٦۰ ع کو زر پنشن وصول کیا گیا تها (اردوی معلی ، صفحه ۹۰) . وصول شده رقم ، دوهزار دوسو پچاس روپیه کی خرچ کی پوری تفصیل کیلئی اردوی معلی ، صفحه ۱۸۲ ، خط بنام میر مهدی ملاحظه هو . آخر مین یه عرض کرنا ضروری هی که میرزا صاحب کی عریضه کی تاریخ ۲۲ اپریل سهو قلم معلوم هوتا هی .

پہنچتا تھا، پہنچا کرے. دسوین بارھوین نہوا کرے.

تم سلامت رھو قیامت تك

خوشنودی کا طالب **غالب**. صبحِ جمعہ ۲۳ ذی الحجہ سنہ ۱۲۷۶ مطابق ۱۳ جولائی سنہ ۱۸۶۰.

(۲۲)

ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت[۱].

بعدِ تسلیم معروض ھے. عنایت نامہ کے ورود سے مین نے عزت پائی. سو روپیہ کی ھنڈوی بابت مصارف مارچ سنہ ۱۸۶۱ کے پہنچی. زرِ مندرجہ معرضِ وصُول مین آیا. خاطرِ اقدس قرینِ جمعیت رھے. کلیاتِ فارسی کے پہنچنے سے اور اس نذر کے مقبول ھونے سے مجکو بہت خوشی حاصل ھوئی[۲].

تم سلامت رھو قیامت تك

عنایت کا طالب **غالب**. صبحِ یکشنبہ ۷ اپریل سنہ ۱۸۶۱ ع.

(۲۳)

ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم تورہ اور خلعت کے عطیّہ کا آداب بجا لاتا ھون. خدا آپ کو سلامت رکھے. اور اپنی اولاد کی اولاد کی شادیان کرنی اور اون

---

(۱) عریضہ نمبر ۲۲ تا ۲۵ مین خلاف معمول لفظ «حضرت» ساقط ھے.

(۲) میرزا صاحب کا یہ نسخۂ کلیات فارسی حسب تصریح فرمان مورخہ ۳۰ مارچ سنہ ۶۱ ع ڈاك کے ذریعہ حضور مین پیش ھوا. نوابصاحب نے اسکو «آئینۂ جہان نما بل مخزن نکات مسرت افزا» تحریر کیا ھے. یہ نسخہ کتب خانۂ سرکاری مین محفوظ ھے: خط نہایت صاف، کاغذ نیلگون اور جابجا مرزا صاحب کی قلمی تحریر سے مزین ھے. اسکے کاتب کے بارے مین مرزا صاحب نواب ضیاءالدین خان بہادر کو لکھتے ھین: «آپ کو دیوان کے دینے مین تامل کیون ھے. روز آپ کے مطالعہ مین نہین رھتا. بغیر اوسکے دیکھے آپ کو کھانا نہ ھضم ھوتا ھو، یہ بھی نہین. پھر آپ کیون نہین دیتے: رھا کتاب کے تلف ھونیکا اندیشہ، یہ خفقان ھے. کتاب کیون تلف ھوگی. احیاناً اگر ایسا ھوا، اور دلی لکھنو کے عرض راہ مین ڈاك لٹگئی، تو مین فوراً بسبیل ڈاك رامپور جاؤن گا، اور نواب فخرالدین خان مرحوم کے ھاتھ کا لکھا ھوا دیوان تمکو لادونگا» (اردوی معلی، صفحہ ۲۸۹).

شادیون مین تورہ وخلعت کی تقسیم نصیب ہو ۔

یہ تحریرنہین ۔ مکالمہ ہے ۔ گستاخی معاف کرواکے اور آپ سے اجازت لیکے بطریقِ انبساط عرض کرتا ہون ، کہ یہ سوا سو روپیئے ، جو تورہ و خلعت کے نام سے مرحمت ہوئے ہین ، مین کال کا مارا اگر یہ سب روپیہ کھا جاؤنگا ، اور اس مین لباس نہ بناؤنگا ، تو میرا خلعت حضور پر باقی رهیگا یا نہین ؟

تم سلامت رهو هزار برس هر برسکے هون دن پچاس هزار

داد کا طالب غالب ۔ دوشنبہ ۔ بحسابِ تعزیہ داران پانچوین ، اور از رویِ دوج ٦ محرم الحرام سنہ ١٢٧٨[1] ۔

---

(۱) اس عریضہ مین نواب فردوس مکان کی منجھلی صاحبزادی سید حیدر علیخان بہادر کی شادی کا حوالہ ہی ۔ یہ شادی نواب سید احمد علی خان بہادر ابن نواب سید محمد علیخان بہادر ابن نواب سید فیض اللہ خان بہادر کی نواسی کیساتھ ١٧ ذی الحجہ سنہ ١٢٧٧ ھ مطابق ٢٧ جولائی سنہ ١٨٦١ ع کو قرار پائی تھی ۔ مہینون قبل سی تیاریان ہوئی تھین ۔ ملازمان ریاست کو خلعت اور عام باشندگان شہر کو کھانا تقسیم ہوا تھا ۔ اور ساری شہر مین جابجا رقص و سرود کی محفلین آراستہ کی گئی تھین ۔ ریاست کی بیرونی متوسلین اور احباب کی نام دعوتنامی جاری ہوئی تھی ۔ اس سلسلہ مین میرزا صاحب کو بھی دعوت شرکت دیگئی تھی ۔ لیکن وہ ضعف طبع کی سبب سی نآسکی تھی ۔ چنانچہ نواب علاء الدین خان علائی کو ٢٥ ستمبر سنہ ١٨٦١ ع کو لکھا ہی : «والی رامپور نی بھی تو مرشد زادہ کی شادی مین بلایا تھا ۔ یہی لکھا گیا ، کہ مین معدوم محض ہوگیا ہون ۔ تمھارا اقبال تمھاری کلام کو اصلاح دیتا ہی ۔ اس سی بڑھکر مجھسی خدمت نہ چاہو» (اردوی معلی ، صفحہ ٣٠٤ و ٣٠٥) ۔

میرزا صاحب نی تورہ و خلعت کا عطیہ پاکر ایك تہنیت نامہ اور دو قطعات مبارکباد نوابصاحب کی خدمت مین روانہ کیئی تھی ۔ قطعات مثل مین شامل نہین ۔ لیکن حسن اتفاق سی کلیات فارسی (مطبوعہ لکھنو ، ص ٣١) مین شایع ہوچکی ہین ۔ مقام کی مناسبت چاہتی ہی کہ انھین یہان نقل کیا جائی ۔ فرماتی ہین :

(۱)

دید ور یوسف علیخان کز فروغ رای او — مہر تابان برد قسط فیض ومن هم یافتم
از ولیعهدش سخن رانم که چون ماه منیر — طلعتش را دیده روشن ساز عالم یافتم
وان دگر فرزانه فرزند فرهمندش که هست — کوکبی کش در دل افروزی مسلم یافتم
خواست تا سازد بآئین بهینش کدخدا — شاد گشتم چون خبر زین جشن اعظم یافتم
بهره بردم در تصور زان همایون انجمن — بسکه در خود طاقت رنج سفر کم یافتم
بزم طوی فرخ حیدر علیخان را بدهر — خوشتر وخرم تر از بزم کی و جم یافتم (باقی)

(۲٤)

ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت ۔

بعدِ تسلیم معروض ہے ۔ آٹھ سات برس سے مصدرِ خدمت اور

(بقیه) سال این دولت فـزا شادی بامعان نظر «مشتری» با «زهره» در «طالع» فراهم یافتم
اس قطعه مین مصرع آخر کی الفاظ (زهره، مشتری، اور طالع) سی سال جشن ۱۲۷۷ھ نکلتی هین ۔

(۲)

بهار هند که نامند بر شگال آنرا	پس از دو سال بر اهل جهان مبارکباد
بباغ وکشت و بیابان و کوه سر تا سر	سحاب و سبزه و آب روان مبارکباد
گزشت عهد سموم و وزید باد خنك	ز جان به تن، دگر از تن بجان مبارکباد
اگرچه رحمت عامست لیك بالتخصیص	برامپور کران تا کران مبارکباد
زبرگ برگ نیستان که گرد آن شهر است	رسد بگوش چنان کز زبان مبارکباد
ز انبساط پراست آنچنان که از رگ ابر	بجای قطره تراود همان مبارکباد
سپس بداد گر آیم که اهل دانش را	شود هرآئنه خاطر نشان مبارکباد
خود ابر و باد بگیتی ز دیر باز نبود	عطیه ایست که بر همگنان مبارکباد
معاف باشم اگر خود ز خویشتن پرسم	برامپور خصوصاً چسان مبارکباد
چو رامپور بود وجه تازه روئی دهر	ز هر چه این همه گل کرد آن مبارکباد
ز فیض همت فرمانروای آن شهرست	که ورد خلق بود هر زمان مبارکباد
ظهور میمنت کدخدائی فرزند	بر آن رئیس سپهر آستان مبارکباد
که میهمان حق ست آن و ما طفیلی او	نزول مائده بر میهمان مبارکباد
بجیب و دامن مردم ز بخشش نواب	متاع خاصۂ دریا و کان مبارکباد
کشایش در گنجینه و آنکه از در گنج	بدر شتافتن پاسبان مبارکباد
بطالبان زر و سیم سیم و زر فرخ	بسائلان تهی کاسه نان مبارکباد
بمن که تشنه‌لب باده‌های پرزورم	ازان میان دو سه رطل گران مبارکباد
مگو ز شادی اهل زمین، که می گویند	فرشتگان بلند آسمان مبارکباد
بدین ترانه که هان ای امیر شاه نشان	نوید فرخی جاودان مبارکباد
بشهریار و ولیعهد و شاهزادۂ عهد	خوشی و خوبی و امن و امان مبارکباد
ازان جهت که ستایش نگار نوابی	ترا هم ای اسد الله خان مبارکباد

نواب فردوس مکان نی ۱۱ جولائی سنه ۱۸٦۱ع مطابق غرۂ محرم الحرام سنه ۱۲۷۸ھ کو ان قطعات کی متعلق تحریر فرمایا: «.... قطعات مبارکباد اور تهنیت نامۂ شادی کت خدائی برخوردار کامگار محمد حیدر علی خان بهادر ایام فرحت التیام مین سرور افزای خاطر نیاز هوی ۔ اور سرمایه هزاران مسرت اور شادمانی کا ارزانی کیا ۔ سبحان الله هریك شعر قطعون اور تهنیت نامه کا مضامین میمنت آگین اور معانی لطافت تضمین سی ایسا مملو تها، که وصول اسکا احاطۂ تحریر وتقریر سی متزاید هی ۔ الله تعالی آپکو ابد الدهر سلامت با جمعیت رکهی» ۔ (باقی)

شریكِ دولت ہون. لازم کرلیا ہے، کہ بیہودہ گزارش نکرون. اور کبھی کسی کی سپارش نکرون.

بھائی حسن علیخان کے بیٹون کے باب مین جو علی بخش خانصاحب[۱] کو لکھا، اس کو مین سپارش نسمجھا تھا. مخبر بنا، اور آپ کے اہل کارون کو اوس بات کی خبر دی، کہ جس کا تدارك صاحبانِ ملك و حاکمانِ عہد پر لازم ہے. سو بمقتضای نصفت و عدالت وہ مقدمہ فیصل ہوگیا. میر سرفراز حسین اور میرنصاحب کو[۲] واللہ باللہ اگر مین نے بھیجا ہو. نوکری کی

(بقیہ) اب صرف تہنیت نامہ باقی رہ جاتا ھی. بظاھر عریضہ نمبر ۲۳ تہنیت نامہ معلوم ھوتا ھی، لیکن اس کو مذکورۂ فرمان تہنیت نامہ قرار نہین دیسکتی. اس لئی کہ فرمان سی مترشح ھی، کہ تہنیت نامہ بھی منظوم تھا. اور یہ عریضہ منثور ھی. علاوہ برین اس کو تہنیت نامہ قرار دینا اسلئی بھی ناممکن ھی، کہ یہ لفافہ کی انگریزی تاریخ کی مطابق ۱۵ جولائی کو لکھا گیا تھا. اور تہنیت نامہ کا ذکر نواب صاحب کی ۱۱ جولائی کی فرمان مین آچکا ھی.

(۱) علی بخش خانصاحب شیخ محبوب بخش بن شیخ امان اللہ کی لڑکی تھی. یہ ۱٤ شوال سنہ ۱۲۲۸ھ (۱۸۱۳ع) کو نجیب‌آباد مین پیدا ھوئی. انکی دادا اور نانا اس ریاست کی قدیمی نوکر اور خدمت گزار تھی. انھون نی ایام غدر مین بڑی جانفشانی اور خیرخواھی سی کام کیا. اور اسکی صلہ مین گورنمنٹ سی پانچ ھزار روپیہ کا خلعت، تلوار، طلائی گھڑی اور تین ھزار چودہ روپیہ سالانہ کی جاگیر ضلع مرادآباد مین انعام پائی. نواب خلد آشیان نی تخت نشینی کی ایك سال بعد انھین چالیس ھزار روپی نقد یکمشت عطا کی. اور جب یہ بیمار ھوئی، تو دو بار بنفس نفیس انکی عیادت کو تشریف لیگئی. انھون نی ۲ محرم سنہ ۱۲۸٤ھ مطابق سنہ ۱۸٦۷ع کو رامپور مین انتقال کیا اور مولانا جمال الدین رح کی مزار مین دفن ھوئی. انکی اولاد مین مولانا محمد علی مرحوم بین الاسلامی شہرت کی قومی رھنما ھوئی ھین (اخبار الصنادید، ج ۲، ص ۱٤۱، وتذکرۂ کاملان رامپور، ص ٤٦٦).

(۲) میر سرفراز حسین میر مہدی مجروح کی بھائی اور میر افضل علی عرف میرن صاحب اونکی دوست تھی. میرزا صاحب سی بھی ان دونونکی خوردانہ تعلقات تھی. اردوی معلی اور عود ھندی مین انکی نام متعدد خطوط درج ھین. میرزا صاحب نی انکی ابتری معاش کا حال دیکھکر خانسامان صاحب کی نام تعارفی خط دیکر رامپور بھیجا تھا. لیکن شومی بخت سی اوس وقت یہان ملازمت نہ مل سکی، اور یہ دونون سو روپیہ کی زیرباری کی بعد واپس چلی گئی. اس سلسلہ مین میرزا صاحب نی میر مہدی کو لکھا ھی: « سید صاحب کل پہر دن رھی، تمھارا خط پہنچا. یقین ھی کہ اوسی وقت یا شام کو میر سرفراز حسین تمھاری پاس پہنچ گئی ھون. حال سفر کا، جو کچھ ھی، اونکی زبانی سناوگی. مین کیا لکھون. مین نی بھی جو کچھ سنا ھی اونھین سی سنا ھی. اونکا اسطرح ناکام پھرنا میری تمنا اور میری مقصود کی خلاف ھی. لیکن میری عقیدی (باقی)

جستجو کو نکلے تھے۔ میر سرفراز حسین نوکری پیشه، اور میرن مرثیه خوان اور یہان کے مرثیه خوانون مین ممتاز. خانساماں‌صاحب کو جو مین نے یه لکھا، که یه ایسے هین اور ایسے هین. غرض اس سے یه تھی، که محرم مین جہان دس پانچ مرثیه خوان اور مقرر هوتے هین، میرن بھی مقرر هو جائین. آخر جا بجا تھانه دار، کوتوال، تحصیلدار نوکر هین. میر سرفراز حسین هوشیار اور کارگزار آدمی هین. کسی علاقه پر یه بھی مقرر هو جائین. یه دونو امر یا ان دونون مین سے ایک هوجاتا بہتر تھا. نہوا بہتر. درحقیقت سپارش نتھی. صرف معرّف هونا تھا. سپارش کرتا تو کیا مین آپ کو نه لکھ سکتا تھا. میری طرف سے خاطرِ عاطر جمع رهے.

ز سینه تا بلبم سالها نیابد راه هرآن نفس که رضایِ تو اندرآن نبود

دادکا طالب غالب. دوشنبه ۲۲ جولائی سنه ۱۸۶۱.

(۲۵)

ولیِّ نعمت آیهٔ رحمت سلامت.

بعد تسلیم کے عرض کرتا هون. اور طلوعِ ستارهٔ اقبال کی مبارکباد دیتا هون. یقین هے که اس سفرِ فیض اثر مین «ریل گاڑی» کی سواری کی بھی سیر دیکھ لی هوگی. یه اوس میمنت و شکوه و شوکت سے علاوه ایک تماشا

(بقیه) اور میری تصور کے مطابق هے. مین جانتا هون که وهان کچھ نہوگا. سو روپیه کی ناحق زیرباری هوئی. چونکه یه زیرباری میری بھروسے پر هوئی، تو مجھی شرمساری هوئی. لیکن مین نے اس چھیاسٹھ برس مین اسطرح کی شرمساریان اور روسیاهیان بہت اوٹھائی هین. جہان هزار داغ هین ایک هزار ایک سہی. میر سرفراز حسین کی زیر باری سے دل کڑھتا هے» (اردوی معلی، ص ۱۸۵). بعد ازان ۱۸ اگست سنه ۱۸۶۱ع کو پھر لکھتے هین: «بھائی تم سچ کہتے هو. بر سر فرزند آدم هرچه آید بگزرد. لیکن مجھے افسوس اس بات کا هے که یه زیرباری میری تحریر کے بھروسه پر هوئی اور خلاف میری مرضی کے هوئی. جسطرح سے یه آئے هین، اگرچه میری طبیعت اور میری خواهش کے منافی هے لیکن والله میری عقیده اور تصور اور قیاس کے مطابق هے. یعنی مین یہی سمجھا تھا که البته یونہی هوگا (ایضاً، ص ۱۵٤).

نیا دیکھا . حق تعالی حضرت کو سلامت باکرامت رکھے[1] .

دعا گو ایک مہینا بھر سے بیمار ھے . ابتدا وھی قولنج دورے . بسببِ استعمالِ ادویۂ حارّہ ، کہ اس مرض مین اوس سے گزیر نہین ، تپ نے آ گھیرا . کئی باریان بھگتین . اب دو باریان ٹلگئی ھین . لیکن طاقت باالکل[2] سلب ھوگئی ھے . اور ضعفِ دماغ نے قریب بہ ھلاکت پہنچا دیا ھے . باالفعل[2] آب سیب کا استعمال ھے .

---

(۱) نواب صاحب کی مذکورہ سفر کی تفصیل یہ ھی ، کہ « . . . . جناب ملکۂ معظمہ وکٹوریہ آنجہانی کا ایك فرمان ۲۰ جولائی سنہ ۱۸۶۱ ع کو صادر ھوا : جسکا خلاصہ یہ تھا . کہ [مابدولت نی اپنی مرضی خاص اور علم کامل اور عزم مبارك سی ایك رتبۂ جدید بہادری جو آج سی دوام کیلئی خطاب ' موسٹ اگزالٹڈ آرڈر آف دی اسٹار آف انڈیا ' سی موسوم ھوکر مشہور ھوگا ، تجویز اور ایجاد کیا ھی . اور مابدولت کا ارشاد ھوتا ھی ، کہ رتبۂ مذکور مین ایك شخص ' ساورن ' (سردار اعلی) ایك ' گرانڈ ماسٹر ' (سردار) اور پچیس ' نائٹ ' (بہادر) شریك رھین . اور والیان ھند اور سرداران ھندوستانی اور ھماری رعایا مین سی وہ اشخاص جو اس قسم کی لیاقت رکھتی ھون ، اس رتبۂ عالی سی محروم نہ کئی جائین . مابدولت کی تجویز اقدس سی مابدولت کی عزیز مشیر اکبر چارلس جان ارل کیننگ گورنر جنرل ھندوستان اس .... رتبہ کی اول سردار مقرر ھوی . اور یہ مقتضای دانشمندی اور مصلحت ھی ، کہ رتبۂ مذکور کا سردار ایسی اشخاص کو ، جو وقتاً فوقتاً مابدولت کی تجویز اقدس سی نامزد ھوکر اس رتبہ کی بہادر مقرر کئی جائین ، عہدۂ موسومہ ' نائٹ بیچلر ' عطا کرنیکا مجاز ھی ....] . اسکام کیواسطی لارڈ کیننگ صاحب نی ایك دربار الہآباد مین مقرر کرنیکی تجویز کی . اور نواب سید یوسف علیخان بہادر کو بھی بلایا . نوابصاحب مع خدم وحشم الہآباد گئی : یکم نومبر سنہ ۱۸۶۱ ع کو ایك شاھانہ دربار منعقد ھوا .... جب تمام اھالی جلسہ اپنی اپنی کرسیون پر بیٹھ گئی ، تو نوابصاحب بہادر تخت شاھی کی محاذی تشریف لیگئی . اور گورنر جنرل نی اپنی ھاتھ سی اس رتبہ کی تمغی عطا فرمائی . اور کھڑی ھوکر بیان کیا : '.... چونکہ یہ رتبہ سب سی پہلی آپ صاحبون کو عطا ھوا ھی ، امید ھی کہ آپ ھند کی باشندون مین ایسا طریقہ اختیار کرینگی کہ آپ کا طرز عمل دیکھی سی ھند کی سردارون یا باجگزارون کو ملکۂ معظمہ کیساتھ محبت دلی اور اتحاد قلبی پیدا ھو' . بعد اس تقریر کی دربار برخاست ھوا . اور نوابصاحب گورنر جنرل سی رخصت ھوکر اپنی دارالریاست کو واپس تشریف لائی » (اخبار الصنادید ، ج ۲ ، ص ۱۱۳-۱۱۶) .

نوابصاحب کی فرمان بنام غالب مورخۂ ۸ اکتوبر سنہ ۶۱ ع مطابق ۲ ربیع الثانی سنہ ۷۶ھ سی معلوم ھوتا ھی ، کہ حضور ۱۳ اکتوبر سنہ ۶۱ ع کو الہ آباد روانہ ھوی . تقریباً ایك ماہ رامپور سی باھر رھنی کا خیال تھا . لیکن جیسا کہ میرزا صاحب کی خط سی معلوم ھوتا ھی نومبر کی پہلی ھفتہ مین واپس تشریف لی آئی .

(۲) ان دونون لفظون مین میرزا صاحب نی ایك الف زائد لکھدیا ھی . صحیح «بالفعل» اور «بالکل» ھی .

طریقۂ دعا گوئی و ثنا خوانی کی رعایت سے نو بیت بسبیل مثنوی ، کہ جس مین حصولِ عطیۂ سلطانی کی ہجری وعیسوی تاریخ ہے ، بہر حال لکھ لی ہین . کل ورودِ عنایت نامہ سے معزز ہو کر آج وہ اشعار نذر کرتا ہون[۱] . زیادہ حدِ ادب . تم سلامت رہو قیامت تك . شفقت کا طالب **غالب** .
دو شنبہ ۱۱ نومبر سنہ ۱۸٦۱ .

(۳٦)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . کل ایك شعر ظہوری مغفور کا اور ایك شعر غالب مرحوم کا ایك ورق پر لکھکر صبح کو ڈاك مین بھجوا دیا . شام کو توقیعِ وقیع ہرکارۂ ڈاك نے لادیا . اگست سنہ ۱۸٦۲ کی پرورش کی ہنڈوی پہنچی ، اور سو روپیہ وصول ہوگئے .

فقیر کا شیوہ صدق و سداد کا ہے . چند روز سے تفقد و التفاتِ قدیم مین ، خدا نخواستہ باشد ، کچھ کمی پاتا ہون . اگر غلط ہے میرا گمان ، تو بشرفِ اطلاع مشرف فرمائیے . اور اگر میرا دلِ دیوانہ سچ سمجھا ہے ، تو متوقع ہون کہ عتاب کے سبب سے آگہی پاؤن . زیادہ حدِ ادب .

تم سلامت رہو ہزار برس   ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

معروضۂ صبحِ دو شنبہ ۱۵ ستمبر سنہ ۱۸٦۲ ع . [مہرِ **غالب** سنہ ۱۲۷۸ ھ] .

یہ عرضداشت جدا ہے ، البتہ اس کے جواب کا امیدوار ہون ، اور رسیدِ معمولی جدا ہے[۲] .

(۳۷)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . نوازشنامہ مع سو روپیہ کی ہنڈوی کے پہنچا .

---

(۱) اس مثنوی کے متعلق لفافہ کی پشت پر نوٹ ہے « تاریخ نزد منشی سیلچند ماند » . سرکار نے اسکی تعریف مین ۱۷ نومبر کو تحریر فرمایا « سبحان‌اللہ ! ہر تاریخ بے بدل اور بطور نادر اور تحفۂ بے مثل ہے » .
(۲) یہ عبارت عریضہ کے آخر مین مہر کے بعد تحریر ہے .

اگست سنہ ۱۸۶۲ کے مہینے کی پرورش کا روپیہ وصول ہوا۔

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

[مہرِ غالب سنہ ۱۲۷۸ ھ]۔ دو شنبہ ۱۵ ستمبر سنہ ۱۸۶۲۔

(۲۸)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعدِ تسلیم معروض ہے۔ نوازشنامہ مع ہنڈوی سو روپیہ کے شرفِ ورود لایا۔ سو روپیہ مصارفِ ستمبر سنہ ۱۸۶۲ کا معرضِ وصول مین آیا۔

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

معروضۂ دہم[۱] اکتوبر سنہ ۱۸۶۲۔ خوشنودیِ مزاج کا طالب **غالب**۔

(۲۹)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعدِ تسلیم معروض ہے۔ نوازشنامۂ ربوبیت طراز، مورخۂ ۱۱ مارچ سنہ ۱۸۶۳، ۱۴ ماہِ مذکور کو مین نے پایا۔ دوسو روپیہ کی ہنڈوی کا شکر بجا لایا۔ کہانتک شکر بجا لاؤنگا۔ کس کس عنایت کا سپاس ادا کرونگا۔ «شکرِ نعمتہایِ تو چندانکہ نعمتہایِ تو»۔

اب سنیئے اپنے دعا گو کی داستان۔ منگل ۳ مارچ کو جناب لفٹنٹ گورنر بہادر نے[۲] خلعت عطا کیا۔ اور فرمایا کہ ہم تمہین مژدہ دیتے ہین،

---

(۱) لفافہ پر یوم جمعہ ۱۰ اکتوبر سنہ ۱۸۶۲ لکھا ہی۔

(۲) سر رابرٹ منٹگمری صاحب مراد ہین۔ یہ فروری سنہ ۱۸۵۹ ع سی جنوری سنہ ۱۸۶۵ ع تك پنجاب کی لفٹنٹ گورنر رہی تھی۔ قدر بلگرامی کی نام کی مکتوب سی معلوم ہوتا ہی، کہ مرزا صاحب انکی دربار مین شریك نہین ہوی تھی۔ دربار کی بعد منٹگمری صاحب نی بلاکر اپنی طرف سی خلعت عطا کیا، اور وہین دربار انبالہ کی متعلق گفتگو ہوئی۔ فرماتی ہین: «.... رابرٹ منٹگمری صاحب لفٹنٹ بہادر قلمرو پنجاب یہان (دلی) آئی۔ دربار کیا۔ مین نگیا۔ دربار کی بعد ایك دن بارہ بجی چپراسی آکر مجکو بلا لیگیا۔ بہت عنایت فرمائی۔ اور اپنی طرف سی خلعت عطا کیا» (اردوی معلی، ص ۴۰۶، لاہور ایڈیشن سنہ ۱۹۲۶ ع)۔ منشی شیونراین کی نام کی خط مین واقعہ کی مزید تفصیلات تحریر کی ہین۔ فرماتی ہین: «... بڑی لارڈ صاحب کی ورود کی زمانی مین نواب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب بھی دلی مین آئی۔ دربار کیا۔ خیر کرو۔ مجھ کو کیا۔ ناگاہ دربار کی تیسری دن بارہ بجی چپراسی آیا، اور کہا کہ (باقی)

کہ نواب گورنر جنرل بہادر نے[١] اپنے دفتر مین تمھارے دربار اور خلعت کے بدستور بحال رہنے کا حکم لکھوا دیا . مین نے عرض کیا کہ مین انبالے جاؤن ؟ فرمایا البتہ انبالے جانا ہوگا .

بعد جناب نوابصاحب کے جانے کے شہر مین شہرت ہوئی ، کہ دلی کے لوگ انبالے جانے سے ممنوع ہین . گھبرایا اور صاحب کمشنر کے پاس گیا . آپ خط اپنا دے آیا . زبانی پرسش کا جواب زبانی پایا . پھر خط کے جواب مین خط محررۂ ۷ مارچ آیا . چنانچہ لفافہ بلحاظِ گرانیِ وزن رہنے دیتا ہون ، اور خط بجنسہ حضرت کو بھیجتا ہون .

کل سے ایک اور خبر اوڑی ہے ، کہ نصیبِ اعدا لاڑد صاحب کی طبیعت ناساز ہو گئی ہے . انبالے مین دربار نکرینگے . اور شملہ کو چلے جائینگے . اب مین دو وجہ سے بین السفر و السکون متردد ہون . پہلی وجہ خاص . دوسری وجہ عام . دو سو مین سے سو لیکر ساز و سامان درست کیا ہے ، اور سو مہاجن کے ہان ڈاك اور خرچ ِ راہ کیواسطے رہنے دئے ہین . تار برقی مین جناب نوابصاحب سے حکم منگواؤنگا . جو حکم آئیگا آپ سے عرض کر کے اوسکی تعمیل کرونگا .

(بقیہ) نواب لفٹنٹ گورنر نے یاد کیا ھے . بھائی یہ آخر فروری ھے . اور میرا حال یہ ھے کہ علاوہ اوس دائین ہات کے زخم کے سیدھی ران مین اور بائین ہات مین ایك ایك پھوڑا جدا ھے . حاجتی مین پیشاب کرتا ہون . اوٹھنا دشوار ھے . بہر حال سوار ہوگیا . پہلے صاحب سکرتر بہادر سے ملا . پھر نوابصاحب کی خدمت مین حاضر ہوا . تصور مین کیا بلکہ تمنا مین بھی جو بات نہ تھی وہ حاصل ہوئی . یعنی عنایت سے عنایت ، اخلاق سے اخلاق . وقت رخصت خلعت دیا . اور فرمایا کہ یہ ہم تجھ کو اپنی طرف سے از راہ محبت دیتے ہین . اور مژدہ دیتے ہین ، کہ لارڈ صاحب کے دربار مین بھی تیرا لمبر اور خلعت کھل گیا . انبالے جا . دربار مین شریك ہو . خلعت پہن . حال عرض کیا گیا . فرمایا : ' خیر اور کبھی کے دربار مین شریك ہونا ' . اس پھوڑے کا برا ہو انبالے نجاسکا ، (اردوی معلی ، ص ٣٨٣ و ٣٨٤) .

(١) لارڈ الگن بہادر مراد ہین . یہ لارڈ کیننگ کے بعد ہندوستان کے وائسرای ہوے . جنوری سنہ ١٨٦٢ ع مین چارج لیا اور ٢٠ نومبر سنہ ١٨٦٣ ع کو فوت ہوگئے . میرزا صاحب ایك مکتوب کے آخر مین لکھتے ہین : « ٢١ جمادی الثانی سال ' غفر ' مطابق ٣ دسمبر سال ' کیا غضب ھے ھے ' یہ گویا تاریخ وفات جناب نواب گورنر جنرل لارڈ الگن صاحب بہادر کی ھے » (اردوی معلی ، ص ٤٠٥) .

تم سلامت رهو هزار برس هر برسکے هون دن پچاس هزار
معروضهٔ ١٦ مارچ سنه ١٨٦٣ . (مہر غالب سنه ١٢٧٨ ھ)[1].

(میرزا صاحب نے ایك عریضه ٢٨ جولائی سنه ١٨٦٣ ع کو لکھا تھا. مثل مین اوسکا لفافه موجود ہے . میر منشی صاحب دارالانشا نے اوسپر تحریر کیا ہے : «عرضی در حضور ماند»).

(۳۰)

حضرت ولیِ نعمت آیهٔ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . جب انبالے میرا جانا نہوا ، تو مین نے قصیدهٔ

---

(١) میرزا صاحب نی ١٣ رمضان مطابق ٤ فروری (سنه ٦٣ع) کو میرزا تفته کی نام حسب ذیل خط لکھا هی : «... همیشه نواب گورنر جنرل کی سرکار سی دربار مین مجکو ٧ پارچی اور تین رقم جواهر خلعت ملتا تھا . لارڈ کیننگ صاحب میرا دربار اور خلعت بند کر گئی هین . ناامید هوکر بیٹھ رها . اور مدت العمر کو مایوس هو رها . اب جو یہان لفٹنٹ گورنر پنجاب آئی . مین جانتا تھا ، که یه بھی مجھسی نه ملینگی . کل اونھون نی مجکو بلا بھیجا . بہت سی عنایت فرمائی . اور فرمایا که لارڈ صاحب دلی مین دربار نکرینگی . میرٹ هوتی هوی اور میرٹ مین اون اضلاع کی علاقه دارون اور مالگزارون کا دربار کرتی هوی انبالی جائینگی . دلی کی لوگون کا دربار وهان هوگا . تم بھی انبالی جاؤ . شریك دربار هوکر خلعت معمولی لی آؤ . بھائی کیا کہون که کیا میری دل پر گزری . گویا مرده جی اٹھا . مگر ساتھ اس مسرت کی یه بھی سناٹا گزرا ، که سامان سفر انباله و مصارف بی انتہا کہان سی لاؤن . اور طره یه که نذر معمولی میری قصیده هی . ادهر قصیده کی فکر . اودهر روپیه کی تدبیر . حواس ٹھکانی نہین . شعر کام دل و دماغ کا هی . وه روپیه کی فکر مین پریشان . میرا خدا یه مشکل بھی آسان کریگا . لیکن اندنون مین نه دن کو چین هی . نه رات کو نیند هی . یه کئی سطرین تھین ، اور ایسی هی کئی سطرین جناب نوابصاحب کو ، لکھکر بھیجدی هین . جیتا رها تو انبالی سی آکر خط لکھونگا» (اردوی معلی ، ص ١١١) .

اس خط سی معلوم هوتا هی ، که میرزا صاحب نی محولهٔ بالا «سطرین» چار فروری کو یا اس سی ایك دو دن قبل نوابصاحب کی خدمت مین ارسال کی تھین . سوء اتفاق سی ان سطور والا عریضه مثل مین موجود نہین . البته نوابصاحب کا جواب شامل هی . القاب وآداب کی بعد ارشاد فرمایا هی : «... مشفقا! هنڈوی مبلغ دو صد روپیه برای مصارف تشریف فرمائی سامی برای ملازمت جناب مستطاب معظم الیهم معطوف رقیمة الوداد هذا مرسل خدمت شریف است». یه فرمان ١١ مارچ سنه ٦٣ ع کو تحریر کیا گیا تھا . میرزا صاحب کی عریضه مین اسیکا حواله هی . اصل عریضه کی جواب مین نواب فردوس مکان نی ١٩ مارچ کو تحریر فرمایا : «... چونکه خط نواب صاحب کمشنر بہادر سی عدم حصول شرف ملازمت جناب مستطاب معلی القاب نواب گورنر جنرل بہادر دام اقبالهم کا بمقام انبالی مستنبط هی ، اسواسطی تشریف لیجانا آپ کا انبالی کو بلا استجازت ضرور نہین معلوم هوتا . آینده جو رای زرین آپکی اس خصوص مین مقتضی هو . اور خط مسطور بجنسه واپس بھیجا جاتا هی ...» .

مدح، جو دربار کی نذر کیواسطے لکھا تھا، بطریقِ ڈاک جناب چیف سکرتر بہادر کو اس مراد سے بھیجا، کہ آپ اسکو جناب نوابِ معلی القاب کی نظر سے گزرانین[(۱)]. اور یہ دستورِ قدیم تھا، کہ جب مین قصیدۂ مدحیہ بھیجتا، تو صاحب سکرتر بہادر کا خط بیواسطۂ حکامِ ماتحت مجکو آجاتا. اب جو مین نے موافقِ معمول قصیدہ بھیجا، یقین ہے کہ مارچ یا اپریل کے مہینے مین وہ لفافہ یہان سے لشکر کو گیا، صدائی برنخاست. ناامید ہو کر بیٹھ رہا. بلکہ یہ خیال گزرا کہ جب رسمِ تحریرِ خطوط نرہی، تو دربار اور خلعت کہان. ناگاہ کل شام کو صاحب سکرتر بہادر کا خط ڈاک مین آیا. وہی افشانی کاغذ. وہی القاب. جی چاہتا تھا کہ اصلِ خط مع سرنامہ بھیجدون، تاکہ حضور ملاحظہ فرمائین. مگر برسات کا اندیشہ مانع آیا. نقل سرنامہ اور خط کی بھیجتا ہون.

تم سلامت رہو قیامت تک دولت و عز و جاہ روز افزون

حضور کی خوشنودی کا طالب غالب. صبحِ سہ شنبہ ٤ ماہِ اگست سنہ ۱۸٦۳[(۲)].

---

(۱) قصیدۂ مذکور کیلئے مثنوی ابر گہربار (ص ۳۵، مطبوعہ اکمل المطابع، دہلی، سنہ ۱۲۸۰ھ) ملاحظہ ہو.

(۲) صاحب سکرتر بہادر کی محولۂ بالا خط کی نقل حسب ذیل ہی:

نقل خط جناب صاحب سکرتر بہادر

سر نامہ.

در شہر دہلی.

خانصاحب بسیار مہربان دوستان، مرزا اسد اللہ خان غالب سلمہ اللہ تعالی.

خط بر کاغذ افشان.

خانصاحب بسیار مہربان دوستان سلامت.

قصیدۂ با آب و تاب در مدحت نواب مستطاب معلی القاب ویسرای و گورنر جنرل بہادر دام اقبالہ وصول گردیدہ، بر رخ ارادت آن مہربان آبی، و بر جبین عقیدت ایشان تابی افزود. واز گرانمایہ گوہرہای بحر فکر یکتا سخنور معنی پرور، کہ گنج بر گنج نہادہ بود، از نظر قبولی بندگان نوابصاحب ممدوح گزشتہ، طرب پیرای خاطر ہمایون ایشان گشت. زیادہ چہ نگاشتہ آید. (دستخط انگریزی)

مرقوم ۳۰ جولائی سنہ ۱۸٦۳ع.

یہان یہ امر قابل اظہار ہی کہ میرزا صاحب کی اس روحانی سرور کی حصول مین اونکو ایک جسمانی عارضہ نی خلل اندازی کی. چنانچہ جمعہ ۲۷ مارچ سنہ ۱۸٦۳ع کو میر سرفراز حسین کو (باقی)

(۳۱)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعد تسلیم کے معروض ہے . نوازشنامہ اور اوسکے ساتھ دو بہنگیان دو سو آمون کی پہنچین . «شکرِ نعمتہایِ تو چنـدانکہ نعمتہایِ تو» . زیادہ حدِ ادب .

تم سلامت رہو قیامت تك   دولت و عز و جاہ روز افزون

نجات کا طالب غالب . سہ شنبہ پنجم جولائی سنہ ٦٤ .

(۳۲)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . منشورِ عطوفت مع قطعۂ ہنڈوی شرفِ ورود لایا . سو روپیـہ بابت تنخواہِ جولائی سنہ ۱۸٦٤ کے معرضِ وصول مین آیا .

تم سلامت رہو ہزار برس   ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

ترحّم کا طالب غالب . ۱۱ اگست سنہ ۱۸٦٤ .

(۳۳)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . نوازشنامہ مع ہنڈوی عزِ ورود لایا . سو روپیہ بابت تنخواہِ ماہِ اگست سنہ ۱۸٦٤ معرضِ وصول مین آیا . زیادہ

(بقیہ) لکھتے ہین: «رجب کے مہینے مین سیدھی ھاتھ پر ایك پھنسی ہوئی ، پھنسی پھوڑا ہوگئی . پھوڑا پھوٹکر زخم بنا . زخم بگڑ کر غار ہوگیا . اب بقدر یك کف دست وہ گوشت مردار ہوگیا . انبالے جانے کی بھی یہی وجہ ہوئی (اردوی معلی ، صفحہ ۱۵۲) . بعدازان ۳ مئی کو منشی شیونراین کو لکھا ہے : «... اس پھوڑی کا برا ہو انبالے نجاسکا» (ایضاً ، صفحہ ۳۸٤) . میرزا تفتہ کو ایك غیرمورخہ خط مین اطلاع دی ہے : «لو صاحب ! ہم نے لفٹنٹ گورنر کی ملازمت اور خلعت پر قناعت کرکے انبالے کا جانا موقوف کیا . اور بڑی گورنر کا دربار اور خلعت اور وقت پر موقوف رکھا . بیمار ہون . ھات پر ایك زخم ، زخم کیا ایك غار ، ہوگیا ہے . دیکھئے انجام کار کیا ہوتا ہے» (ایضاً ، صفحہ ۳٦۸ ، لاہور ایڈیشن سنہ ۱۹۲٦ ع) .

حدِ ادب .

تم سلامت رهو هزار برس هر برس کے هون دن پچاس هزار

نجات کا طالب غالب . جمعه نهم ستمبر سنه ١٨٦٤ .

(٣٤)

حضرت ولیِّ نعمت آیهٔ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض هے . صدورِ والا نامه سے مین نے عزت پائی بذریعهٔ هنڈوی سو روپیه بابت تنخواهِ ستمبر سنه ١٨٦٤ وصول هوئے . زیاد حدِ ادب .

تم سلامت رهو هزار برس هز برس کے هون دن پچاس هزار

ترحم کا مستحق اور تفقّد کا طالب غالب . دو شنبه دهم اکتوبر سنه ١٨٦٤ عیسوی .

(٣٥)

حضرت ولیِّ نعمت آیهٔ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم و نیاز معروض هے . جب سے حضرت کی ناسازیِ مزاج مبارك کا حال خارج سے مسموع هوا هے ، عالم الغیب گواه هے که مجھپر اور میری بی‌بی پر اور میرے فرزند حسین علی خان[1] پر کیا گزر رهی هے . ایکدن رات میرے گھر مین روٹی نهین پکی . هم سب نے فاقه کیا . بارے وه خبر وحشت اثر غلط نکلی . حواس ٹھکانے هوئے . باالکل[2] اطمینان جب هوگ که آپ کے غسلِ صحت کی نوید سنونگا ، اور قطعهٔ تاریخِ غسلِ صحت لکھکر

(١) حسین علی خان ، مرزا صاحب کے متبنی زین العابدین خان عارف کے لڑکے تھے . باپ کے انتقال کے بعد مرز صاحب نے انھین پوتون کی طرح پالا تھا . نواب خلد آشیان کے عهد مین ریاست سے وظیفه پانے لگے تھے . یه نهایت خوشگو شاعر تھے . اردو اور فارسی دونون زبانون مین شعر کہتے تھے . فارسی مین خیالی اور اردو مین شادان تخلص تھا . اپنے والد کی طرح انھون نے بھی نوجوانی کے عالم مین سنه ١٢٩٦ھ (١٨٨٠ع) مین انتقال کیا . « شادان فرخ نهاد » مادهٔ تاریخ هے (انتخاب یادگار ، صفحه ٢٧ و ١٧٦ ، وتاریخ لطیف قلمی ، ص ١٥٢ ، مصنفه مولوی مهدیعلیخان مرحوم سابق تحویلدار کتب خانه) .

(٢) میرزا صاحب نے اس لفظ کا املا دو الفون کے ساتھ لکھا هے . صحیح « بالکل » بیك الف هے .

بھیجونگا. فی‌الحال اتنا چاهتا هون که اس خط کا جواب پاؤن اور حقیقتِ مرض سے آگہی حاصل هو(۱). زیاده حدِ ادب.

تم سلامت رهو هزار برس هر برس کے هون دن پچاس هزار

تمهاری سلامتی کا طالب غالب. ۸ نومبر سنه ١٨٦٤.

(٣٦)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض هے. ابتدایِ یکم نومبر سے ۱۱ تك عرض نہین کرسکتا که لیل و نهار مجھ پر کیسے گزرے هین. راه دور، مین رنجور، معهذا بیمقدور. اگر دلی سے رامپور تك شکرم کی ڈاك جاتی هوتی، تو مین یهان ایك دم نه ٹھرتا اور خدمت مین حاضر هوتا. تار برقی بھی نہین جو صحت و عافیت کی خبر جلد حاصل هو. ناچار از راهِ اضطرار ۸ ماهِ حال یعنی نومبر کو عریضه روانا کیا. خدا کی عنایت اور مرشدِ کامل یعنی حضرت کی هدایت نے اوس خط کے جواب آنے کی مدت سے پهلے مجھے گردابِ اضطراب سے نکالا. کل ۱۲ نومبر کو نوازشنامه آگیا. گویا میری جان بچ گئی. بلکه ایك اور نئی جان میرے بدن مین آگئی. اب استدعا یه هے که حالِ ناسازیِ مزاجِ اقدس مفصل معلوم هو. زیاده حدِ ادب(۲).

تم سلامت رهو هزار برس هر برس کے هون دن پچاس‌هزار

عافیت کا طالب غالب. یکشنبه ۱۳ نومبر سنه ١٨٦٤.

---

(۱) نواب فردوس مکان اس سال عارضۂ سرطان مین مبتلا هوکر مسلسل ٦ ماه تك علیل رهی. میرزا صاحب سی اونکی تعلقات شاگردانه اور کریمانه تهی. اسلئی جب علالت کی اطلاع ملی تو یه بهت متردد هوی. اور بذریعۂ عریضۂ هذا حقیقت مرض سی آگاه کرنیکی درخواست کی. لیکن مثل مین اس کا جواب موجود نہین. اس سی خیال هوتا هی که غالباً شدت مرض کی سبب جواب مین تاخیر هوئی. اور جب اس عرصه مین میرزا صاحب کا آینده خط بهی موصول هوگیا تو دونون کی جواب مین مرض کی حقیقت سی اونهین اطلاع دیگئی.

(۲) اس عریضه کی جواب مین ۱۹ نومبر کو نوابصاحب نی تحریر فرمایا «مشفقا! اب فضل الهی سی پهوڑۂ لاحقه مین بهت تخفیف اور قریب الاندمال کلی هی». عریضه نمبر ۳۸ سی معلوم هوتا هی که یه فرمان مرزا صاحب کو ۲٦ نومبر کو موصول هوا.

(٣٧)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ھے . عنایت نامه مع ھنـڈوی شرفِ ورود لایا . سو روپیه بابت اکتوبر سنه ١٨٦٤ معرضِ وصول مین آیا . زیاده حدِ ادب .

تم سـلامت رھو قیامت تك دولت و عز و جاه روز افزون

عافیت کا طالب غالب . ١٣ نومبر سنه ١٨٦٤ .

(٣٨)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ھے . کس زبان سے کھون ، اور کس قلم سے لـکھون ، که یه ھفتـــه عشره کس تردد و تشویش سے بسر ھوا ھے . ھر روز شام تك جانبِ در نگران رھتا ، که ڈاك کا ھرکاره آئے ، اور حضرت کا نوازشنامه لائے . بارے خدا کی مہربانی ھوئی . از سرِ نو میری زندگانی ھوئی ، که کل چار گھڑی رات گئے ڈاك کے ھرکارے نے وه عطوفت نامـۂ عالی دیا ، جس کو پڑھکر روحِ تازه رگ و پـے مین دوڑ گئی . نیـند کس کی . سونا کس کا . روشنی کے سامنے بیٹھا اور اشعارِ تہنیت لـکھنے لگا . سات شعر مع مادۂ حصولِ صحت جب لـکھ لئے تب سویا . اب اس وقت وه مسوده صاف کرکے ارسال کرتا ھون(١) .

---

(١) اشعار مذکور کی متعلق عریضه کی لفافه پر نوٹ ھی : « حسب‌الحکم تاریخ نزد مولوی امیر احمد صاحب فرستاده شد . یکم دسمبر سنه ١٨٦٤ ع » . امیر صاحب نی تذکرۂ انتخاب یادگار (ص ٢٥٠) مین ، قطعۂ تاریخ غسل صحت کی نام سی یه ٦ شعر درج کئی ھین :

دائم شنیدۂ که در اقصای مغربست — سر چشمۂ که خضر شد از وی بقا پذیر
جوی بریده اند و روان کرده اند آب — حمام را بحوض ازان فرخ آب گیر
ھنگام شب که زیر زمین باشد آفتاب — از تاب مہر گرم شد آن آب نا گزیر
حمام حوض بنگر و گل جامش آسمان — و آن را سفید کرده فروغ مه منیر
آمد برای غسل بگرما به اندرون — مانند معنی که نهد روی در ضمیر
اینك (فراغ) و (اخترنیك) و (خجسته‌روز) — پیداست زین سه لفظ سه تاریخ دلپذیر
١٢٨١ھ ١٢٨١ھ ١٢٨١ھ

(باقی)

تم سلامت رہو ہزار برس   ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

خیر و عافیت کا طالب **غالب**. ٢٧ نومبر سنه ١٨٦٤ .

(٣٩)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے. نوازشنامه عزِ ورود لایا. از روی ِ ہنڈوی سو روپیه بابت تنخواہِ ماہِ نومبر سنه ١٨٦٤ معرضِ وصول مین آیا. زیاده حدِ ادب .

تم سلامت رہو ہزار برس   ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

تمہاری سلامتی کا طالب **غالب**. ١٣ رجب و دسمبر سنه ١٨٦٤ .

(٤٠)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے. حضرت کے قدمون کی قسم چوب چینی کے ارسال کا حکم ڈاك سے مین نے نہین پایا. ٢٢ دسمبر کو ہرکاره آیا. نوازشنامۂ شرف افزا لایا. دلیّ اب شہر نہین، چھاؤنی ہے، کنپ ہے. نه قلعه، نه شہر کے امرا، نه اطرافِ شہر کے روسا. بہر حال تین چار دن مین ہر یك جگه سے منگوا کر رنگین وسنگین و بے گره یا کم گره خود چنکر پانچ سیر قطعاتِ

(بقیه) اس مین چوتھی شعر کی بعد ایك شعر ساقط معلوم ہوتا ہی . نوابصاحب نی اس قطعه کی تعریف مین حسب ذیل گرامی نامه ٢٤ شعبان سنه ١٢٨١ ھ مطابق ٢٥ جنوری سنه ١٨٦٥ع کو تحریر فرمایا : «ہماری صحت کی تہنیت مین قطعه مبارك باد کا، جو آپ نی بھیجا ہی، وه پونہچا. اوسکی آنی سی سرور صحت دوبالا ہوگیا. ایسی نظم ایسی تاریخین دوسریسی کب ہوسکتی ہین. حقا که الله تعالی نی آپکو بی مثل اور عدیم النظیر پیدا کیا ہی. جس کمال کو دیکھی اوس مین آپکی ذات فرد کامل ہی. فی الحقیقت ہم نی اس مرض مین بڑی تکلیف اٹھائی. بہت ایذا پائی. الله نی بڑا فضل فرمایا. دوستونکی دعا کو قبول کیا. شفا حاصل ہو گئی ہی. اندك زخم اندمال ہونیکو باقی ہی. غالب ہی که دس باره دن مین مرہم لگانا موقوف ہو جائی. آپ کا ہدیۂ مرسله اکثر نقل محفل رہتا ہی. جو سنتا ہی جو دیکھتا ہی وارفته ہوجاتا ہی. سچ ہی ایسی لوگ کہان پیدا ہوتی ہین. ہزارون برس فلك چرخ لگاتا ہی تب کہین ایك شخص اس کمال کا پیدا ہوتا ہی. الهم بصحت وعافیت طول عمر عطا کری. اور تا دیرگاه اهل جهان آپ کی ذات سی مستفید ہوا کرین. باقی خیریت» .

چوب چینی ایک ٹھلیا مین رکھکر آٹے سے منہہ بند کیا . پھر کپڑا لپیٹا . ڈورے سے خوب مضبوط باندھکر دو جگہ اپنی مہر کی اور وہ ٹھلیا کہار کو سونپی .

تم سلامت رہو قیامت تک دولت و عز و جاہ روز افزون

روزِ دو شنبہ ۲۶ دسمبر سنہ ۱۸٦٤ . وقتِ صبح حوالۂ کہارِ سرکار . (مہرِ غالب).

(٤١)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . نوازشنامہ کے ورود سے عزت اور ادراکِ صحت و عافیتِ مزاجِ اقدس سے مسرت حاصل ہوئی . پرچۂ ہنڈوی اوس توقیع مین ملفوف پایا . سو روپیہ بابت تنخواہِ دسمبر سنہ ۱۸٦٤ معرضِ وصول مین آیا . زیادہ حدِ ادب .

تم سلامت رہو قیامت تک دولت و عز و جاہ روز افزون

حضور کی سلامتی کا طالب غالب . ١٤ جنوری سنہ ١٨٦٥ عیسوی .

(٤٢)

بحضرتِ فلك رفعت ، نوابِ معلی القاب ، انجم گروه ، آفتاب شکوه ، به بخشش و بخشایش بینوایان را تونگر کن ، و ناتوان را توانا ساز ، در عز و جاه با تاجداران همسر ، و در ملك و سپاه با شهریاران انباز ، که بفرزانگی حلقه در گوش افگنندۂ دانش گستران ، و بمردانگی غاشیه بردوش نهندۂ دلاوران .

هرچه از نیایش وستایش بتقدیم همیرسد ، حرزِ بازویِ همت است ، تا بدان نیرو در سخن دلبری تواند کرد . همانا از رازِ سپهر و ستاره سخن همیرود . وخجستگی و فرخندگیِ چند گفته می شود .

این نافِ هفته که راستان در باستان این را « بهرام روز » میگفتند ، و اکنون سه شنبه نام دارد ، روزیست فیروز ویژه ، درین سالِ فرخ فال ، که دو یمین روز است از فروردین ، وروزِ بست ویکم از مارچ ، و روز بست

و دوم از شوال. بارے نخست بر آن سرورِ شاه نشان ، که امروز بشستنِ اندام آبروی ِ گرمابه افزود ، مبارك. و سپس بر غالبِ سخندان ، که عافیت جوی و دعاگوی ِ این درگاه ست ، همایون .

همانا درین روزگار خسروِ ستارگان ، که مهرِ منیرش دانی ، در برّه. و از سوی ِ فرازِ نخستینِ سیارگان ، که زحاش خوانی ، در ترازو. سعدِ اکبر به قوس. و سعدِ اصغر به ثور. آن دو نیر به بیت الشرف خوشنود و شاد. و این دو اختر بکاشانه‌های ِ خویشتن آباد. گمان ندارم که از خسروانِ پارس و سلاطینِ عرب هیچکس را چنین طالعے بهرِ جلوس اتفاق افتاده باشد ، که حضرت ولیّ نعمت را برای ِ غسلِ صحت دست بهم داده است. خرد تا گفتارِ مرا شنود ، چشمك زد ، و به پیغاره سرود که : «ای در درخشانیِ انجم وآفتاب چون کودکان در بال افشانیِ کرمکهای ِ شب تاب نگران ، از حلقهٔ اختر شماران بدر آی . و بدبستان حکمای ِ روحانی رمزے از حکمتِ ایمائی بشنو . تا بدانی که بدین امیرِ مسند سریرِ سلطان نظیر عمرِ جاودانی و دوامِ لذتهای روحانی بخشیده اند» . گفتم : « تا برهان نباشد کالبدِ سخن را جان نباشد . مرا بیخبر مپندار . و اگر حجتے داری بیار » . گفت : «برهانے ازین ارجمند تر ، وحجتے ازین خرد پسند تر ، چه خواهد بود ، که چون آفریدگان را در آن جهان عمر دو باره دهند ، دیگر بیمِ مرگ برخیزد . و به بانگِ صور از خوابِ فنا جستگان در آن گیتی جاوید پایند. مگر صحتِ خداوند ازین رنجوریِ هولناك بدان نماند ، که پنداری عمر دوباره یافت ؟ پس اقتضای ِ دوباره زیستن تغیر چرا پزیرد . و چون هستی یافتگانِ آن جهان در آن جهان جاودان زنده مانند ، آنکه درین گیتی حیاتِ ثانی پزیرفته باشد ، هم درین گیتی همیشه زندگانی چون نکند . این عمرِ عزیز که بخدایگان داده اند ، عمرِ خضر و الیاس نباشد ، که یکے را بشمردنِ ریگِ صحرا ، و دگرے را به پیمودنِ آبِ دریا

گزرد. انشاء الله العظیم جنابعالی، تا جهانست، پرویز بزم، تهمتن رزم، دشمن گداز، دوست نواز، بلب در سخن اخترفشان، و بکف در کرم گوهرفشان خواهند زیست».

قطعهٔ تاریخ غسلِ صحت، و قصیدهٔ تهنیت که پیش ازین فرستاده ام [1]، نظمے است شاعرانه. و این نگارش نثریست عارفانه. قانونِ حکمت و شریعت

(۱) قطعهٔ تاریخ غسل عریضه نمبر (۳۸) کی حاشیه مین درج کیا جاچکا هی. قصیدهٔ تهنیت مثل مین شامل نهین. لیکن اردو دیوان غالب مع شرح نظامی (مطبوعهٔ نظامی پریس بدایون سنه ۱۹۲۲ع) کی صفحات ۲٤٤ - ۲٤٧ پر ایك قصیده پایا جاتا هی، جو نواب سعید الدین احمد خان طالب مرحوم جاگیردار ریاست لوهارو سی رسالهٔ کمال دهلی کو حاصل هوا، اور اوسکی اشاعت جنوری سنه ۱۹۱۰ع سی مولانا نظامی نی نقل کیا. مولانا کی خیال مین یه قصیده نواب سید کلب علیخان بهادر خلد آشیان کی غسل صحت کی تهنیت مین لکها گیا تها. لیکن میری نزدیك یه مرزا غالب کا محولهٔ بالا قصیده هی. اسلئی که اسمین جشن کی موقع پر عید، نوروز، اور هولی کا جمع هونا تحریر کیا گیا هی. اور منشی امیر احمد امیر مینائی کی قطعهٔ تاریخ (انتخاب یادگار، ص ٥٠) سی معلوم هوتا هی، که تیوهارون کا یه اجتماع نواب فردوس مکان کی غسل صحت کی وقت هوا تها. ان کی قطعه کا آخری مصرع هی: «مهینا عید کا نوروز کا دن غسل صحت هی». مرزا صاحب کا قصیدهٔ حسب ذیل هی:

مرحبا سال فرخی آئین! عید شوال، و ماه فروردین
شب و روز، افتخار لیل و نهار مه وسال، اشرف شهور و سنین
گرچه هی بعد عید کی نوروز لیك بیش از سه هفته بعد نهین
سو اس اکیس دن مین هولی کی جا بجا مجلسین هوئین رنگین
شهر مین کو بکو عبیر و گلال باغ مین سو بسو گل ونسرین
شهر گویا نمونهٔ گلزار باغ گویا نگارخانهٔ چین
تین تیوهار، اور ایسی خوب جمع هرگز هوی نهونگی کهین
پهر هوئی هی اسی مهینی مین منعقد محفل نشاط قرین
محفل غسل صحت نواب رونق افزای مسند تمکین
بزمگه مین، امیر شاه نشان رزمگه مین، حریف شیر کمین
پیشگاه حضور، شوکت و جاه خیر خواه جناب، دولت و دین
جن کی مسند کا آسمان گوشه جن کی خاتم کا آفتاب نگین
جن کی دیوار قصر کی نیچی آسمان هی گدای سایه نشین
دهر مین اس طرح کی بزم سرور نه هوئی هو کبهی بروی زمین
انجم چرخ، گوهر آگین فرش نور بی ماه، ساغر سیمین
راجه اندر کا جو اکهاڑا هی هی وه بالای سطح چرخ برین
وه نظرگاه اهل وهم و خیال یه ضیابخش چشم اهل یقین
وان کهان یه عطا و بذل و کرم که جهان گدیه‌گر کا نام نهین

(باقی)

را جامع . هم از روی نقل حق ، و هم از روی عقل راست . بقای خداوند بعمر تازه جاودانی ، و نشاط بی اندازه پیشکار این حیات ثانی باد! چار شنبه ٢٣ شوال سنه ١٢٨١ ، و ٢٢ مارچ سنه ١٨٦٥ (مهر غالب)(١).

(بقیه)

یان زمین پر نظر جهانتك جائی — ژاله آسا بچھی هین در ثمین
نغمۂ مطربان زهره نوا — جلوۂ لولیان ماه جبین
اوس اکھاڑی مین جو که هی مظنون — یان وه دیکها به چشم صورت بین
سرور مهر فر هوا جو سوار — به کمال تجمل و تزئین
سب نی جانا که هی پری توسن — اور بال پری هی دامن زین
نقش سم سمند سی یك سر — بنگیا دشت دامن گل چین
فوج کی گرد راه مشك فشان — ره روون کی مشام عطر آگین
بس که بخشی هی فوج کو عزت — فوج کا هر پیاده هی فرزین
موکب خاص یون زمین پر تها — جس طرح هی سپهر پر پروین
چهوڑ دیتا تها گور کو بهرام — ران پر داغ تازه دیکر وهین
اور داغ آپ کی غلامی کا — خاص بهرام کا هی زیب سرین
بنده پرور! ثنا طرازی سی — مدعا عرض فن شعر نهین
آپ کی مدح اور میرا منهه — گر کهون بهی تو آئی کسکو یقین
اور پهر اب که ضعف پیری سی — هو گیا هون نزار و زار و حزین
پیری و نیستی، خدا کی پناه! — دست خالی و خاطر غمگین
صرف اظهار هی ارادت کا — هی قلم کو جو سجده ریز زمین
مدح گستر نهین ، دعا گو هی — غالب عاجز نیاز آگین
هی دعا بهی یهی که دنیا مین — تم رهو زنده جاودان ، آمین!

(١) اس نثر کی رسید مین ٥ ذیقعده سنه ١٢٨١ ھ مطابق ٣ اپریل سنه ١٨٦٥ع کو نواب صاحب نی تحریر فرمایا : « نثر نثره نثار آپ کی آئی . جشن صحت کی مسرت بڑھائی . زبان خامه کو مجال صفت نهین . خامۂ زبان کو یارای مدحت نهین . سچ یه هی ، که آپ کی ذات هر کمال مین فرد کامل هی . هر فقره مین قوت سحبانی حاصل هی . انصاف کی تو یه بات هی ، که یه تحریر نهین کرامات هی . اس جشن مین اگرچه بظاهر آپ شریك نهین هوی، مگر میری نزدیك شریك غالب رهی . الله تعالی صحت اورقوت عطا فرمائی . مشتاقون کو لطف مجالست هاتهه آئی . دست دعا بلند هی . نوید صحت کی طبیعت آرزو مند هی . حال اپنا اکثر لکهتی رهی . زیاده شوق هی » . اخبار الصنادید (ج ٢ ، ص ١٢٣) سی معلوم هوتا هی که حسب تجویز صاحبزاده سید کاظم علیخان بهادر عرف چهوٹی صاحب باغ بینظیر مین یه جشن منایا گیا تها .

بحضور نوابصاحب والا مناقب عالیشان، قلزم فیض و عمان احسان، امیر المسلمین نواب کلب علیخان بهادر دام اقباله مقبول باد[۱]

(نواب سید محمد کلب علیخان بهادر خلد آشیان نواب فردوس مکان کی فرزند اکبر تهی . آپ جنابعالیه فیروز النسا بیگم صاحبه ملقب به نواب بهو بیگم دختر سید عبد العلی خان بهادر، خلف نواب سید غلام محمد خان بهادر کی بطن سی ۲۰ ذی الحجه سنه ۱۲۵۰ ه مطابق ۱۹ اپریل سنه ۱۸۳۵ ع کو اتوار کی دن صبح کیوقت متولد هوی . سنه ۱۸٦٤ ع مین گورنر جنرل کی منظوری سی ولیعهد ریاست اور ۲۱ اپریل سنه ۱۸٦۵ ع مطابق ۲٤ ذیقعده سنه ۱۲۸۱ ه کو جمعه کی دن ۳۰ سال کی عمر مین مسند نشین هوی . ۱۵ محرم سنه ۱۲۸۲ ه مطابق ۱۰ جون سنه ۱۸٦۵ ع کو مسٹر جان انگلس ایجنٹ ریاست و کمشنر روهیلکهنڈ نی رامپور آکر باضابطه رسم مسند نشینی ادا کرائی . ماه رجب سنه ۸۲ ه مطابق دسمبر سنه ٦۵ ع مین ملکۀ معظمه کیجانب سی خلعت آیا . اور اسی مهینی مین جشن جلوس منایا گیا . آپ بڑی حاتم دل، پابند شرع، بامروت، اور خلیق تهی . باقاعده زکوة ادا کرتی، اور غیر شرعی آمدنی سی خزانه کی دولت کو پاك رکهتی تهی . خود صاحب علم تهی . فارسی تعلیم غیاث الدین عزت صاحب غیاث اللغات سی حاصل کی، اور علوم حکمیه مولوی فضل حق خیرآبادی اور مولوی عبد الحق خیرآبادی سی پڑهی . انکا دربار اهل فضل و کمال سی بهرا رهتا تها. مشرقی علوم و صنائع کا شاید هی کوئی ایسا ماهر هو، جو انکی خوان جود و کرم کی زله ربائی نکرتا هو . ان مین علما، شعرا، ادبا، خطاط، صحاف، طباخ، اور دیگر تمام هنرون کی ماهرین شامل تهی . علمی مباحثون کا بهت شوق تها . روزانه دربار مین کسی نه کسی علمی یا ادبی مسئله پر اهل دربار طبع آزمائی کیا کرتی تهی . آپ خود برابر کا حصه لیتی، اور اسطرح اپنی معلومات کی دائره کو وسیع سی وسیع تر بناتی رهتی تهی . کتابین جمع کرنی اور اونهین پڑهنی کا بهی بیحد شوق تها . اوس عهد مین جسقدر نایاب اور نادر کتابین مهیا کیگئی هین، وه اپنی اهمیت اور قیمت کی لحاظ سی مستقل کتابخانه کی حیثیت رکهتی هین، چونکه فارسی ادبیات سی زیاده تعلق خاطر تها، اسلئی جب کوئی نئی فارسی کتاب داخل کتابخانه هوتی اوس کی سر ورق پر اپنی قلم سی تاریخ آمد وغیره لکهتی، اور خود مطالعه کر لینی کی بعد کتابخانه کی زینت بننی کی اجازت دیتی تهی . اردو، فارسی دونون زبانون مین شعر کهتی، اور نواب تخلص فرماتی تهی . فارسی کلام مرزا محمد تقی خان سپهر ملقب بلسان الملك مستوفی اول دیوان همایون اعلی سلطنت ایران مولف ناسخ التواریخ کی نظر سی گزرا تها . اردو کلام منشی امیر احمد صاحب امیر مینائی لکهنوی دیکها کرتی تهی . ایك فارسی نثر مرزا غالب کو بهی اصلاح کیواسطی بهیجی تهی . مرزا انکی طرز نگارش کی بیحد مداح تهی . تصنیفات مین چار اردو کی دیوان، دیوان فارسی، تاریخ شاهان سلف، انتخاب بوستان خیال اور متعدد نثرین هین . نوابصاحب کو اخبار بینی کا بهی شوق تها . اخبار دبدبۀ سکندری، جو رامپور کا پهلا اخبار هی، انهی

---

(۱) یه عبارت میرزا صاحب عرائض کی لفافون پر لکها کرتی تهی . مین نی عنوان مین تبرکاً نقل کردی هی.



شبیه مبارك جناب نواب سید محمد کلب علیخان بهادر خلد آشیان طاب ثراه

کی ایما سی ۱۲ جمادی الآخرہ سنہ ۱۲۸۳ ھ مطابق ۱۵ اکتوبر سنہ ۱۸٦٦ ع سی ہفتہ وار شائع ہونا شروع ہوا . تعمیر کا بھی شوق تھا ، اور سابق جامع مسجد اور متعدد محلات اون کی اس شوق کی رہین منت تھی . آپ نی بائیس سال سات ماہ کی حکومت کی بعد ٥۳ سال ٦ ماہ ۷ روز کی عمر مین بدھ کی دن ۳ بجی سہ پہر ۲۷ جمادی الآخرۃ سنہ ۱۳۰٤ ھجری مطابق ۲۳ مارچ سنہ ۱۸۸۷ ع کو انتقال کیا . امیر مینائی نی « خوابگاہ حامی اسلام امیر المومنین » سی تاریخ وفات نکالی ھی .)

(٤۳)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض باد . نوازشنامہ مع ھنڈویِ صد روپیہ عزِ ورود لایا . اپریل سنہ ۱۸٦٥ کی تنخواہ کا روپیہ معرضِ وصول مین آیا . زیادہ حدِ ادب .

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

عنایت کا طالب غالب . ٦ مئی سنہ ۱۸٦٥ عیسوی(۱) .

سر تا سرِ دھر عشرتستانِ تو باد صد رنگ گلِ طرب بدامانِ تو باد
عید است ، و بہار خرمی ھا دارد جانِ من وصد چون من بقربانِ تو باد

عنایت کا طالب غالب . شنبہ صبحِ روزِ عیدِ ذی الحجہ سنہ ۱۲۸۱ ھجری نبوی ؑ(۲) .

---

(۱) ٢٤ ذیقعدہ سنہ ۱۲۸۱ ھجری مطابق ۲۱ اپریل سنہ ۱۸٦٥ ع کو جمعہ کی دن نصف النہار کی وقت نواب فردوس مکان نی انتقال کیا . یہ خبر وحشت اثر دلی پہنچی ، تو میرزا صاحب نی نواب سید کلب علیخان بہادر خلد آشیان کی نام ۲۷ ماہ اپریل کو ایك عریضہ لکھا . اصل تحریر مثل مین موجود نہین . میرزا تفتہ کی نام کی مکتوب سی ، جو ١٤ مئی سنہ ۱۸٦٥ ع کو لکھا گیا تھا ، معلوم ہوتا ھی کہ وہ عریضہ تعزیت وفات اور تہنیت جلوس پر مشتمل تھا . فرماتی ہین : « رامپور سی اپریل کی مہینی کا روپیہ ، اور تعزیت و تہنیت کی خط کا جواب آگیا . آیندہ جو خدا چاھی » (اردوی معلی لاہور ایڈیشن ، سنہ ۱۹۲٦ ع ، صفحہ ۳٥۹) . نواب خلد آشیان نی یکم مئی کو اس عریضہ کی جواب مین تحریر فرمایا : « ..... صحیفۂ شریفۂ مورخۂ ۲۷ ماہ گذشتہ اسمی مخلص وصول الطاف آوردہ بما فیہا مطلع نمود . مشفقا ! آنچہ مشاھرۂ آن کرمفرما از عہد نواب صاحب وقبلہ فردوس مکان مقرر است انشاء اللہ تعالی بدستور جاری ماندہ ، حسب ضابطہ بسامی خدمت رسیدہ خواھد ماند » . اسکی بعد سرکار نی ماہ اپریل کی تنخواہ کی ھنڈوی کا ذکر کیا ھی . میرزا صاحب کا عریضہ امی فرمان کی رسید ھی .

(۲) یہ رباعی ایك علحدہ ورق پر لکھی ہوئی مکتوب نمبر ٤۳ کیساتھ منسلك ھی . لیکن از روی تاریخ اسکو دو تین دن بعد دلی سی روانہ ہونا چاھیے . اسلئی کہ ٦ مئی کو ذی الحجہ کی ۸ تاریخ ہوگی اور یہ ۱۰ ذی الحجہ کی صبح کو لکھی گئی ھی ، جو ۸ مئی کی مطابق ہوگی ، بنا برین ٦ تاریخ کی خط کیساتھ روانہ نہین ہوسکتی .

(۴۴)

حضرت ولیّ نعمت آیۂ رحمت سلامت ۔

بعــدِ تسلیم معروض ہے ۔ تہنیت نامـہ ارسال کرچکا ہون ۔ جواب پا چکا ہون ۔ قصیدہ کا لفافہ ارسال کیا ہے ۔ یقین ہے کہ پہنچ گیا ہوگا[1] ۔

حضرت فردوس مکانِ سپہر آستان کا معمول تھا کہ محرم سے دو تین

---

(۱) قصیدۂ تہنیت مثل مین موجود نہین ۔ لیکن میرزا صاحب نے اسکی ایك نقل خواجہ غلام غوث خان بیخبر کو بھیجدی تھی ، جو عود ہندی (صفحہ ۱۷۱) مین ، خواجہ صاحب کے نام کے مکتوب کیساتھ درج ہے ۔ فرماتے ہین : « ...... والیء رامپور کو خـدا سلامت رکھے ۔ اپریل مئی ان دونون مہینون کا روپیہ موافق دستور قدیم آیا ۔ جون ماہ گذشتہ کا روپیہ خدا چاہے تو آجائے ۔ آج جمعہ ۷ جولائی ہے ۔ معمول یہ ہے کہ دسوین بارھوین کو رئیس کا خط مع ہنڈوی آیا کرتا ہے ۔ مین نے قصیدۂ تہنیت جلوس بھیجا ۔ اوسکا جواب آگیا ۔ اب مین نظم و نثر کا مسودہ نہین رکھتا ۔ دل اس فن سے نفور ہے ۔ دو ایك دوستون کے پاس اوسکی نقل ہے ۔ اونکو اسوقت کہلا بھیجا ہے ۔ اگر آج وہ آگیا کل ، اور اگر کل آیا پرسون بھیجدونگا » ۔ اسکے بعد قصیدہ شروع ہوتا ہے ۔ چونکہ اسکے ساتھ کوئی نیا خط نہین ہے اسلئے قیاس چاہتا ہے کہ خط کی روانگی کے قبل ہی قصیدہ کی نقل موصول ہوگئی ہوگی ۔ اور خط اور قصیدہ دونون ساتھ بھیجے گئے ہونگے ۔ قصیدہ یہ ہے :

تجلی که ز موسی ربود هوش بطور — به شکل کلب علی خان دگر نمود ظهور
خجسته سرور سلطان شکوه را نازم — که رشك بر کلهاش دارد افسر فغفور
هوای لطف وی از جان خور برد سوزش — نگاه قهر وی از روی مه رباید نور
دم نگارش وصف کلام شیرینش — چو خیل مور دود بر ورق حروف سطور
فنای رزمگهش شاهراه قهر و غضب — بساط بزمگهش کارگاه سور و سرور
بخوان شرع بهین همنوالهٔ شبلی — به بزم عشق مهین هم پیالهٔ منصور
ز روی رابطهٔ حسن ماهتاب جمال — بحسب ضابطهٔ جاه آفتاب ظهور
بحکم مرتبه ، او حاکم و فلك محکوم — ز راه قاعده ، شرع امرست او مامور
چو آب سیل روانی که ایستد بمغاك — بود همیشه به حنجان وی شراب طهور
زهی وزیر و خهی شهریار دانادل — تو شاه کشور حسن و خرد ترا دستور
بنای منظر جاه ترا زحل معمار — ثوابت کرهٔ چرخ هشتمی مزدور
ثنا گر تو سکندر به بارجای جلال — قفا خور تو ارسطو بدرسگاه شعور
برای بزم نشاط تو شمع چون ریزند ق — نه پیه گاؤ بکار آورند و نی کافور
ز فیض نسبت خلق تو عنبر سارا — بجای موم بر آید ز خانهٔ زنبور
بدین خرام و بدین قامت و بدین رفتار ق — ز بهر فاتحه آئی اگر تو سوی قبور
جهان جانی وجان جهان ، عجب نبود — که از ورود تو هر مرده رقصد اندر گور
به پیشگاه تو زانوی همی زند انصاف — که ای برحم وکرم در جهانیان مشهور ! (باقی)

مہینے پہلے سلام پانچ سات[1] لکھتے تھے، اور فرداً فرداً میرے پاس بھیجا کرتے تھے. جب وہ فراہم ہوچکتے، تو محرم سے دو چار دن پہلے مین اصلاح دیکر بھیجدیا کرتا تھا. ابکی برس ایك ھی سلام بھیجنے پائے. بس آج وہ سلام اس مراد سے حضور مین بھیجتا ہون کہ حضور کے حکم سے حضرت کے دیوان مین شامل ہوجائے. زیادہ حدِ ادب.

(بقیه) در انتقام کشی شیوهٔ کرم مگزار — بر آر کام دل بدسگال از ساطور
توئی بفضل فزایندهٔ عروج علوم — توئی بعلم کشایندهٔ عقود صدور
صریر خامهٔ من بین که میرباید دل — چنانکه از لب داؤد استماع زبور
سواد صفحهٔ من بین و تابش معنی — عیان چو شمع فروزنده در شب دیجور
امیر زنده دل ، آن والی ولایت نظم — به گنج خانهٔ گنجه نظامیش گنجور
غروب مهر و طلوع مه دو هفته بود — رسیدن تو بدین اوج بعد آن مغفور
چو او بزیر زمین رفت و آن ولایت یافت — تو باش والی روی زمین قرون و دهور
به انجمن نرسیدم ز ناتوانائی — ولی بعرض ثنا و دعا نیم معذور
بخاك پای تو گر دستگاه داشتمی — نبودمی بغم دوری در تو صبور
من آن کسم که از افراط ورزش اخلاص — بغیبت است مرا دعوی دوام حضور
توئی رحیم‌دل و من سقیم ، دوری به — مباد رنجه شوی از نظارهٔ رنجور
نظر بخستگی و پیری و تهیدستی — قبول کردن تسلیم من خوش است از دور
شعار غالب آزاده جز دعا نبود — که باد سعی دعاگوی در دعا مشکور
به دهر تا بود آئین که در نوا آرند — رباب و بربط و قانون و نی بمحفل سور
به بزم عیش تو ناهید باد زمزمه سنج — نسیم عطرفروش از شمیم طرهٔ حور
محب ز لطف تو بالنده چون نوا از ساز — عدو ز بیم تو نالنده چون خر طنبور

نواب خلد آشیان نی ١٦ محرم الحرام سنه ١٢٨٢ هجری مطابق ١١ جون سنه ١٨٦٥ ع کو اس قصیده کی متعلق تحریر فرمایا : « ...... دو قطعهٔ سامی صحیفهٔ لطف آگین ، اول مع قصیدهٔ تهنیت مسند نشینی راقم بر ریاست موروثی ملك رامپور، وثانی مع سلام من تصانیف جناب مغفرت مآب نواب صاحب وقبله فردوس مکان، در اسعد ازمنه یاسمین ریز دامن وصول فرحت شمول گشته.... حبذا قصیده که لآلی مدحت مضامین برجسته و معانی دل‌نشسته‌اش را برشتهٔ ترقیم کشیدن آب دریا بکیل پیمودن است . و شمهٔ از توصیف فصاحت وبلاغت آن بحیطهٔ تحریر در آوردن ثوابت وسیاره را به پنج انگشت شمردن. .... درینولا زبانی نواب مرزا عزم سامی باین طرف مسموع گشته ، موجب کمال مسرتهاست . چراکه راقم نیز متمنی ملاقات شریف است . او تعالی شب یلدای فراق را بزودی هرچه تمامتر بایام وصال مبدل گرداند » .

یه خط میرزا صاحب کو ١٧ جون کو موصول ھوا. ١٨ جون کو اونھون نی اسکا جواب تحریر کیا. یه جواب نمبر (٤٧) پر درج ھوگا.

(١) یه مرزا صاحب کی املا کی مطابق ھی. صحیح رسم خط « سات » ھی.

تم سلامت رهو هزار برس دولت و عز و جاه روز افزون
عنایت کا طالب غالب. شنبه یکم محرم الحرام سنه ۱۲۸۲[۱].

(۴۵)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت :

بعـدِ تسلیم معروض هے. حق تعالی جلّ جلاله و عمّ نواله جس گروه پر مهربان هوتا هے، وهان حاکمِ عادلِ رحیم بهیجتا هے، که بقوتِ عادله کفر و بدعت کی جڑ اوکهاڑ ڈالے، اور بصفتِ رحم رعایا کو پالے. مصداق اسکا ذاتِ قدسی صفاتِ جنابِ عالی هے. که قمار خانے کی بنا مٹا ڈالی هے. زهے قانونِ سیاست! غله کا محصول معاف کردیا هے. روپیه رعیت پر نثار کیا هے. زهے آئینِ ریاست!

رباعی

نواب که شد ز شوکتِ اقبالش بخشـیدنِ باجِ غله از اقبالش
فارغ شد هر کسیّ و روداد[۲] فراغ هم فارغ و هم فراغ باشد سالش[۳]
۱۲۸۱ ھ

پیر و مرشـد! حضرت فردوس مکان کا دستور تها، که جب مین قصیده بهیجتا، اوسکی رسید مین خط تحسین وآفرین کا، شرم آتی هے کهتے

(۱) لفافه پر ۲۷ مئی سنه ۱۸۶۵ درج هے.

(۲) اصل خط مین (رواد) بحذف دال هے.

(۳) میرزا صاحب نے نواب خلد آشیان کی جود وکرم کی تذکره مین اس واقعه کو متعدد مقامات پر نقل کیا هے. حکیم غلام رضاخان کو لکهتے هین : «...... نواب صاحب حال بمقتضای «الولد سر لابیه» حسن اخلاق مین نواب فردوس آرامگاه کے برابر، بلکه بعض شیوهٔ و روش مین اون سے بہتر هین. بمجرد مسند نشینی کے غله کا محصول یکقلم معاف کیا. علی بخش خان خانسامان کو ۳۰ هزار روپیه بابت مطالبۂ سرکای بخش دیا. ...» (اردوی معلی، ص ۴۵۲). میرزا تفته کے نام کے خط مین قدرے تفصیل کی هے. فرماتے هین : «...... نوابصاحب از روی صورت روح مجسم اور باعتبار اخلاق آیت رحمت هین. خزانۂ فیض کے تحویلدار هین. جو شخص دفتر ازل سے جو کچھ لکهوا لایا هے، اوسکو پٹنے مین دیر نہین لگتی. ایك لاکھ کئی هزار روپیه سال غله کا محصول معاف کردیا. ایك اهل کار پر ساٹھ هزار کا محاسبه معاف کیا اور بیس هزار روپیه نقد دیا. منشی نولکشور صاحب کی عرضی پیش هوئی. خلاصه عرضی کا سن لیا. واسطے منشی صاحب کے کچھ عطیه بتقریب شادی صبیه تجویز هو رها هے. مقدار مجهپر نہین کهلی» (ایضاً، ص ۹۸-۹۹). تخریب قمارخانه اور بخشش محصول غله کا ذکر اخبار الصنادید (ج ۲، ص ۱۷۹) مین بهی کیا گیا هے.

ہوے مگر کہے بغیر بنتی نہین، دو سو پچاس[1] کی ہنڈوی اوس خط مین ملفوف عطا ہوا کرتی تھی. دو قصیدۂ مدحیہ میرے دیوانِ فارسی مین مرقوم، اور وہ دیوان حضرت کے کتابخانے مین موجود ہے. خطون کی تصدیق از روی دفتر ہوسکتی ہے. یہ رسم بری نہین ہے. اگر جاری رہے تو بہتر ہے. زیادہ حدِ ادب. التفات کا طالب غالب. پنجشنبہ ۱۹ محرم سنہ ۱۲۸۲.

(٤٦)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. نوازشنامہ مع سو روپیہ کی ہنڈوی کے عزِ ورود لایا. مئی سنہ ۱۸٦۵ کا مشاہرہ معرضِ وصول مین آیا. زیادہ حدِ ادب.

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

التفات کا طالب غالب. ۱۵ جون سنہ ۱۸٦۵ عیسوی.

(٤٧)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. روز پنجشنبہ ۱۵ جون کو ایک عرضداشت روانہ کرچکا ہون. یقین ہے کہ وہ آج پہنچے گی. کل ۱۷ جون کو فرح بخش و روح افزا نوازشنامہ پہنچا[2]. قصیدہ کا پہنچنا اور اوسکا مقبول و منظور ہونا دریافت کرکے، اپنے بخت و قسمت پر مین نازان ہوا[3]. اب عرض یہ ہے کہ حسب الحکم حضور کے یہ قصیدہ میرے دیوان فارسی مین، جو کتابخانے مین موجود ہے، درج کیا جائے. اور سلام حضرت فردوس مکان کا اونکے دیوانِ اردو مین لکھدیا جائے[4].

(۱) یہان میرزا صاحب نے صرف حسابی رقوم لکھی ہین.
(۲) محولۂ بالا فرمان کا اقتباس عریضۂ نمبر (٤٤) کے حاشیہ مین دیا جا چکا ہے.
(۳) یہ قصیدہ خط نمبر (٤٤) کے حاشیہ مین درج ہوچکا ہے.
(٤) میرزا صاحب کی مذکورہ خواہش تشنۂ تکمیل رہی. اگر خواجہ غلام غوث خان بیخبر اسکی ایک نقل نہ منگا لیتے تو دیگر گم شدہ قصائد و قطعات کی طرح اسکا بھی صرف ذکر باقی ہوتا.

حضرت کی خدمت مین نه آؤنگا تو اور کہان جاؤنگا. وه آگ برس رهی هے، که طیور کے پر جل رهے هین. بعد آگ کے پانی برسے گا. سفر خصوصاً بوڈھے رنجور آدمی کو دونون صورت مین متعذر. آفتاب میزان مین آیا، اور هنگامۀ آتش و آب رفع هوا، اور مین نے احرامِ بیت المعمورِ رامپور باندها. انشاء الله العلی العظیم(1).

پیر و مرشد! از راهِ خیر خواهی ایك امر عرض کرتا هون. محمد علیخان ابن وزیر محمد خان(2) رئیسِ ٹونك نے بعدِ مسند نشینی گورمنٹ کو «یمین الدوله» اور «دو جزو ملك اور جنگ» لکھکر دیئے، اور وهان سے وه اونکو عطا هوئے. حضور کے اجدادِ امجاد نے سلاطینِ بابریه کا خطاب نه قبول کیا. مگر حضرت کے جدِ امجد کو احمد شاهِ درانی(3) نے مخاطب به «مخلص الدوله» فرمایا(4). حضرت اگر مناسب جانین، تو اوس خطاب کو مع دو جزو «شمش الملك و بهرام جنگ» جناب ملکۀ معظمه سے بذریعۀ گورمنٹ

---

(۱) سفر کی تفصیل کیلئے دیباچه ملاحظه هو. یہان اسقدر لکھ دینا کافی هوگا، که میرزا صاحب ۷ اکتوبر سنه ۱۸٦٥ع کو دلی سے عازم رامپور هوے. اور ۸ جنوری سنه ۱۸٦٦ع کو واپس دلی پہنچے (اردوی معلی، ص ۲٤۳، مکتوب بنام حکیم سید احمد حسن مودودی، مورخه ۱۷ جنوری ۱۸٦٦ ع).

(۲) نواب محمد علی خان ریاست ٹونك کے نواب تهے؛ سنه ۱۸۳٤ع مین گدی پر بیٹھے. سنه ۱۸٦۷ع مین لاوا مین قتل عام کرانے کے الزام مین حکومت هند نے انهین معزول کردیا. سنه ۷۰ع مین ریاست پولیٹکل ڈپارٹمنٹ کے زیر انتظام آگئی. اور اونکے صاحبزاده نواب سر حافظ ابراهیم علی خان بهادر نواب بنا دئے گئے.

(۳) احمد شاه درانی ضلع هرات کا باشنده اور ابدال نامی قبیله کا ایك فرد تها. ابهی یه بچه هی تها که نادر شاه اسکو ایران پکڑ لیگیا، اور اپنی خدمت گرز برداری پر مقرر کیا. لیکن اس نے رفته رفته فوج کے بڑے عهده تك ترقی کرلی. نادر شاه نے ۱۲ مئی سنه ۱۷٤۷ع کو وفات پائی تو اس نے بغاوت کردی، اور تهوڑے عرصه مین افغانستان، سنده اور لاهور کا بادشاه بن بیٹھا. اسنے هندوستان پر متعدد حملے کئے هین. لیکن اسکی شاندار ترین جنگ سنه ۱۷٦۱ع مین پانی پت کے میدان مین مرهٹون کے عظیم الشان لشکر سے واقع هوئی، جس مین یه کامیاب هوا، اور بعد فتح شاه عالم کو تخت و تاج هند سونپ کر افغانستان چلا گیا. احمد شاه نے ۲٦ سال حکومت کرکے سنه ۱۱۸۲ھ مطابق سنه ۱۷۷۲ع کو ٥۰ سال کی عمر مین وفات پائی.

(٤) احمد شاه کے عطا کرده خطابات کے سلسله مین اخبار الصنادید، ج ۱، صفحه ٦٦۷ ملاحظه هو.

اپنے واسطے این[1].

تم سلامت رهو قیامت تك دولت و عز و جاه روز افزون

ترقیِ دولت کا طالب غالب. یکشنبه ۱۸ جون سنه ۱۸٦٥ ع.

(٤٨)

حضرت ولیِّ نعمت آیهٔ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض هے. منشورِ عطوفت کے ورود نے معزز فرمایا. جون سنه ۱۸٦٥ کی تنخواه کا سو روپیه از رویِ هنڈوی معرضِ وصول مین آیا. زیاده حدِ ادب.

تم سلامت رهو قیامت تك دولت و عز و جاه روز افزون

عنایت کا طالب غالب. معروضهٔ دهم جولائی سنه ۱۸٦٥.

(٤٩)

حضرت ولیِّ نعمت آیهٔ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض هے. میری عرضداشت کا جواب آچکا هے. بنده هنڈوی کی رسید بهجوا چکا هے. یهان خلق کو مینهه درکار هے، اور هوا شراره بار هے. دهوپ کی تیزی سے آدمی کے تیور، اور پهاڑ کے پتهر جلے جاتے هین. پانی جگر گداز. هوا جانستان. امراضِ مختلفه کا هجوم جهان تهان. جز اعضایِ انسان، که وه پسینے مین تر هین، طراوت و رطوبت کا کهین پتا نهین. یا لو چلتی هے، یا مطلق هوا نهین. ان سطور کی تحریر سے مدعا یه هے، که مجهے هر وقت یهی خیال رهتا هے، که حضرت کا مزاج کیسا هے. اس خط کا جواب جس قدر جلد عطا هوگا، دعا گو پر احسان آپ کا هوگا. زیاده حدِ ادب.

---

(۱) میرزا صاحب کی اس خیرخواهانه عریضه کی جواب مین نوابصاحب نی تحریر فرمایا: «.... استحصال الفاظ خطاب دستور این ریاست نبوده است. وحسب الترقیم قصیده وسلام مذکور در دیوانها مندرج کنانیده خواهد شد. ۲۰ صفر سنه ۱۲۸۲ هجری مطابق ۱۵ جولائی سنه ۱۸٦٥ع».

تم سلامت رهو هزار برس   هر برسکے هون دن پچاس هزار

آپ کی سلامتِ ذات اور اپنی نجات کا طالب **غالب**. ۲۳ جولائی سنه ۱۸٦٥.

(٥٠)

حضرت ولیّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعــــدِ تسلیم معروض آنکه منشورِ عطوفت عزِ ورود لایا. تنخواهِ جولائی سنه ۱۸٦٥ حال کا روپیه ازروی هنڈوی ملفوفه معرضِ وصول مین آیا.

اگرچه یهان مینهه اسیقدر برسا هے که جس کے پانی سے زمیندار حاصلِ فصلِ ربیع سے هاتهه دهو لین. مگر چونکه بفرمانِ ازلی میرے رزق کی برات آپ پر هے، اور آپ کے ملك مین بارش خوب هوئی هے، ابرِ رحمت کے شکریه مین ایك قطعه ملفوف اس عرضی کے بهیجتا هون. بنظرِ اصلاحِ نظم و اصلاحِ حال ملاحظه هو. زیاده حدِ ادب.

تم سلامت رهو هزار برس   هر برس کے هون دن پچاس هزار

نجات کا طالب **غالب**. جمعه ۱۱ ماهِ اگست سنه ۱۸٦٥ (۱).

(قطــــعه)

مقامِ شکر هے اے ساکنانِ خطۂ خاك!

رها هے زور سے، ابرِ ستاره بار، برس

کهان هے ساقیِ مهوش؟ کهان هے ابرِ مطیر؟

بیار، لامیِ گلنار گون، بیار، برس

---

(۱) اس عریضه کے جواب مین نواب خلد آشیان نے ۱٦ اگست سنه ۱۸٦٥ع مطابق ۲۳ ربیع الاول سنه ۱۲۸۲ ه کو تحریر فرمایا: «... صحیفۂ لطف آگین بخلاصۂ کمی بارش باران رحمت دران نواح واستدراك خیریت مزاج راقم مع قطعۂ دعائیه غازه آرای چهرۂ وصول نشاط شمول گردیده بما فیها مطلع نمود. وترسیل قطعۂ مذکور از مزید الطاف فرمائیها متصور شد. مشفقا! سابق ازین فی الحقیقه طبیعت راقم بعارضه تبخیر... کسلمند شده بود. لیکن حالا بعنایت الهی مزاج مخلص خوش وخرم است. هنڈوی مبلغ دو صد روپیه برای آن مشفق، که بتقریب صحت از عارضۂ لاحقه بدیگر صاحبان مستحقین نیز ازین سرکار عنایت شده بودند، معظوف رقیمة الوداد هذا بطریق عنایات سمت تبلیغ یافته ...». میرزا صاحب کا یه قطعۂ دعائیه هنوز شائع نهین هوا هے.

خدا نے تجکو عطا کی ھے گوھر افشانی
درِ حضور پر، اے ابر! بار بار برس
ھر ایك قطرہ کے ساتھ آئے جو ملك وہ کہے
امیرِ کلبِ علی خان جئین ھزار برس
فقط ھزار برس پر کچھ انحصار نہین
کئی ھزار برس بلکہ بیشمار برس
جنابِ قبلۂ حاجات اس بلاکش نے
بڑے عذاب سے کاٹے ھین پانچ چار برس
شفا ھو آپ کو غالب کو بندِ غم سے نجات
خدا کرے کہ یہ ایسا ھو سازگار برس

(۵۱)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ھے. کل برخوردار نواب مرزا خان داغ کی تحریر سے معلوم ھوا کہ حضرت کا مزاجِ اقدس ناساز ھوگیا تھا. اب خدا کے فضل وکرم سے افاقت ھے. نواب مرزا نے مجھپر ستم کیا، کہ پہلے سے یہ حال نہ رقم کیا. جو دعا جب کرتا اب بھی وردِ شب و روز ھے. مگر یہ خیال، کہ حضور کو یہ خیال گزریگا کہ غالب رسمِ عیادت بجا نہ لایا، سخت جگر سوز ھے. اب اس خط کے جواب مین نویدِ عافیت کا امیدوار، اور یہ سونچکر کہ آج کے آٹھوین دن جواب آئیگا، بیقرار ھون.

ایك عبارت کا ایك جزو بطریقِ خط ایك انصاف دشمن کو لکھکر چھپوا دیا ھے. پارسل اوسکا نواب مرزا کو ارسال کیا ھے. پانچ رسالے وہ میریطرف سے نذر گزرانین گے. حضرت قبولِ نذر کو میرا عز و شرف

جانین گے[۱].

تم سلامت رهو هزار برس دولت و عز و جاه روز افزون

دعا گو غالب. ۱۳ ماهِ اگست سنه ۱۸۶۵.

(۵۲)

حضرت ولیِّ نعمت آیهٔ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض هے. داستانِ حمزه قصهٔ موضوعی هے. شاه عباسِ ثانی[۲] کے عهد مین ایران کے صاحب طبعون نے اسکو تالیف کیا هے. هندستان مین «امیر حمزه کی داستان» اسکو کهتے هین. اور ایران مین «رُموزِ حمزه» اسکا نام هے. دو سو کئی برس اسکی تالیف کو هوئے. ابتك مشهور هے، اور همیشه مشهور رهیگا.

آپ کے اس تکیه دارِ روزینه خوار فقیر نے آپ کی مدح مین ایك قصیده لکھا هے. مشتمل اس الزام پر که تشبیب کے ابیات اور مدح کے اشعار

(۱) اس سی «نامهٔ غالب» مراد هی. میرزا صاحب نی برهان قاطع کی بعض اغلاط پر ایك رساله مسمی بقاطع برهان سنه ۱۸۶۰ع مین تصنیف کیا تها، جو نواب فردوس مکان کی امداد سی طبع هوکر شائع هوا. تقلید آبا کی حامیون نی اسکی تردید مین متعدد کتابین لکهین. ان مین سی ایك کا نام ساطع برهان تها. اس کی مصنف کی متعلق مرزا صاحب سیاح کو لکهتی هین: «وه جو ایك اور کتاب کا تمهٔ ذکر لکها هی، وه ایك لڑکی پڑهانیوالی ملائی مکتب دار کا خبط هی ... رحیم بیگ اس کا نام، میرٹ کا رهنی والا. کئی برس سی اندها هوگیا هی. باوجود نابینائی کی احمق بهی هی» (اردوی معلی، صفحه ۲۷ و ۳۱). مولوی عبد الرزاق شاکر کو لکها هی: «رحیم بیگ نامی میرٹهه کا رهنی والا هی. دس برس سی اندها هوگیا هی. کتاب پڑها نهین سکتا. سن لیتا هی. عبارت لکهه نهین سکتا. لکهوا دیتا هی. بلکه اس کی هموطن ایسا کهتی هین که وه قوت علمی بهی نهین رکهتا. اورون سی مدد لیتا هی. اهل دهلی کهتی هین که مولوی امام بخش صهبائی سی اوسکو تلمذ نهین هی. اپنا اعتبار بڑهانی کو اپنی کو اون کا شاگرد بتاتا هی. مین کهتا هون که وائی اوس هیچ پوچ پر جسکو صهبائی کا تلمذ موجب عز و وقار هو» (عود هندی، صفحه ۱۶۱): اس کتاب کی جواب مین مرزا صاحب نی نامهٔ غالب لکها، اور اوسکو ۱۳ اگست سنه ۱۸۶۵ع سی قبل طبع کراکی نواب خلد آشیان کی خدمت مین بطریق ارمغان پیش کیا. یه رساله عود هندی، صفحه ۱۴۱ تا صفحه ۱۵۵ مین بهی شائع هوچکا هی.

(۲) شاه عباس ثانی صفوی خاندان کا آٹهوان بادشاه تها. اسنی سنه ۱۰۵۲ ه (۱۶۴۲ع) سی سنه ۱۰۷۷ ه (۱۶۶۶ع) تك ایران پر حکومت کی.

مین حمزه و اولادِ حمزه و زمردشاه وغیره یا انکے معاملات و حالات کا ذکر درمیان آئے. سو وه قصیده آج اس خط کے ساتھ ارسال کرتا هون. امید هے که حضرت اسکو پڑهکر محظوظ هون. خدا آپکو قیامت تك سلامت رکھے. مگر جب تك امیر حمزه کا قصه مشهور رهیگا، یه قصیده بهی شهرت پزیر رهیگا[۱].

تم سلامت رهو هزار برس   هر برسکے هون دن پچاس هزار

نجات کا طالب **غالب**. ۲۱ ماهِ اگست سنه ۱۸۶۵.

یا وهاب

زهے دو چشمِ تو در معرضِ سیه کاری   چو بختیارك و بختك بمردم آزاری
زهے بزورِ بدیع الزمانِ کُشتی گیر   که کوهسار چون نارنجِ تر بیفشاری
زهے خیالِ تو آدم ربا چو تندك دیو   دماغِ اهل نظر قافِ اوست پنداری
زغمزهٔ تو چگویم که آن بود زعَمَـرْ[۲]   دلیر و چست و هنرمند تر بعیاری
اگر تو نیستی از ساحرانِ انتریا   چرا بلهو همی آتش از هوا باری
بدین جمال که داری عجب مدار اگر   کند چکیدهٔ قدرت ترا پرستاری
بمهرِ رویِ تو گردیدم آفتاب پرست   نه ایرجم که عبث تن دهم بدین خواری
سپس بمذهبِ تورج که بوده ماه پرست   ترا پرستم ازین رو که ماه رخساری
توئی بمعنیِ اصلی، و بود نورالدهر   همین بنام، که معنی نداشت، پنداری
چکد ز زلفِ تو خونِ دلم بدانگونه   که ریزد از لبِ زنگی در آدمی خواری
فغان ز بارِ غمِ دهر، کان بسنجیدن   عمودِ خسروِ هند است در گرانباری
به پیشِ چرخِ مُشَعبِد چه هوشیار و چه مست   که این بعربده همچون عَمَـرْ ز طراری
ز روی، ریش تراشد همی به بیهوشی   ز فرق، تاج رباید همی بهشیاری
خصومتے بمن افتاده زالِ دنیا را   که «دُم خبیثه» بود در فنونِ مکاری

(۱) اس قصیده کی صرف چند اشعار تذکرهٔ انتخاب یادگار مین بذیل ذکر غالب شائع هوی هین.
(۲) میرزا صاحب نی اس نام کا املا اور تلفظ دونون غلط لکھی هین. یه نام «عمرو» بسکون میم وزیادهٔ واو بعد را هی.

بجیشِ عشق منم سر برهنــهٔ تیشی که موی سر بسرم کرده است دستاری
نهیبِ فتـنه به الچوبِ شش گزی ماند که بود هر لـگدش را جراحتِ کاری
شدست لاغریِ من گلیمِ غیبیِ من که باشم، وتوام از حاضران نه انگاری
ق منم که فکرِ من اندر زمینِ شعر و سخن همیگزشت ز اشقر به تیز رفتاری
چه او فتاده که یارب کنون چو ارنائیس بخاك وخون تپدم تن همی به ناچاری
چنان بخوردنِ غم عادیم که چون عادی نبوده هیچگهـــی سیریم ز پُر خواری
نهاده همنفسان نامِ من ملك قاسم زخونِ دیده بود بسکه جامه گلناری
ق رسیده بخل بفکرِ من از عَمَرْ میراث که هیچگه ندهد در سخن مرا یاری
دروغ گفته ام آن فکر نیز زنبیل است که گم شود ز عَمَرْ در دمِ گرفتاری
چو حمزه را بجهان بعدِ مرگِ مهر نگار ز تیغ و تاج و نگین روی داد بیزاری
نماند در نظرِ دزدِ کهنه اسلوبـــی جز آن که باز کشاید دکانِ عطاری
دل است حمزهٔ و لب در فسونگری عمر است بدا(۱) لبـــی که زدل نبودش مددگاری!
شد آن که بود کلامم طلسم گوهر بار هماره(۲) نهر ز آبِ گهر دران جاری
چو حمزه، کـِش بعقابین در کشید فلك، به دامِ وام، نفس میکشم بدشواری
بقـاست قرض و منم حمزهٔ و زبهر منند چهل خلیفـه تقاضائیـانِ بازاری
چو ساحران همه را شغلِ آتش افشانی چو اژدها همه را ذوقِ آدم اوباری(۳)
ز زهر مهره نشد زهرِ حمزه به، آن به که نوشداروی نوشیروان بچنگ آری
مگر بفضلِ وی آیم برون ز بندِ بلا چنانکه حمزه به نیروی پیرِ فرخاری
امیرِ کلبِ علیخان بهادر آن که بود عدیلِ حمزه در اِسْپَہْبُدی و سالاری
درش نوازشِ طبلِ سکندری دارد خهـــی بلندیِ آوازهٔ جهانداری!
بود پلارکِ افراسیا بیش در کف که هیچگه نشود چون هلال زنگاری

---

(۱) بدا مثل خوشا، بسیار بد. منه

(۲) هماره مخفف همواره. منه

(۳) آدم اوباری، اوباریدن بمعنی ناخائیده فرو بردن. اوبار صیغهٔ امر و در آخر تحتانی، مردم آزاری مثله. منه

چگویم از نمطِ لشکرِ ظفر پیکر — که در شمار نیاید همی ز بسیاری
همـه مقابلِ مقبل به ناوك اندازی — همه مساهمِ خسرو به طاقت اظهـاری
بیا به بین که در اردویِ این امیرِ کبیر — سپرده اند علمشاه را علمداری
چوقندرآن که جلودارِ حمزه بود اینك — رسیده است بخاقانِ چین جلوداری
سزد که فخر براقبالِ خود کند لَندور — ازین که یافته توقیعِ گرز برداری
مپرس بر درش از هستیِ زمردشاه — مگر یکے بود از کافرانِ زنهـاری
شنیدۂ که خداوندِ باختر چون بود — کنون به بندگیِ خواجه گشت اقراری
گزشت آن که «چه تقدیر کرده ام» می گفت — بمقتضایِ غلط فہمی و غلط کاری
کنون بعجز «چه تقصیر کرده ام» گوید — ز بندگانِ خدا چون بوی رسد خواری
رموزِ حمزه فروهل[1] خمش نشین غالب — چرا مرا بسخنهایِ هرزه آزاری
ز تست رونقِ گیتی به دانش آرائی — ز تست زینتِ معنی به نغز گفتاری
قصیدۂ تو و لے کاسۂ گدائیِ تست — ستوه آمـده باشی ز رنجِ ناداری
غمین مبـاش که از گنج خانۂ نواب — خود آن قدر که بدل داشتی بدست آری
بوقتِ گدیه گدارا دعاست دست آویز — بر آر دست بدرگاهِ حضرتِ باری
چراغِ دودۂ سرور علی محمد خان — گزین همالِ تـُمر[2] در فنِ سپہداری
ز رویِ کلبِ علی خان همیشه روشن باد — چنانکه تابشِ مہر از سپہرِ زنگاری

(٥٣)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم عرض یه هے . فقیرِ تکیه دار ، روزینه خوار ، غالبِ خاکسار حیران هے که شکر بجا لائے آپکی عنـایت کا ، یا ذکر کرے آپکی کرامت اور ولایت کا . آپ بے شبہـه رونقِ مســندِ علم و یقین هـین . تکلف بر طرف

(١) فروهل بمعنی بگزار . ازینجا التزام موقوف است . منه

(٢) گزین بجـای گزیده مستعمل اهل زبان . تمر به تحتانی مکسور ومیم مضموم در ترکی فولاد را گویند . واسم شاهی است از اولاد النقوا . واینکه تیمور نویسند طرز املاست اعراب بالحروف . منه

امیرالمسلمین ھین . یه نه فقط از روی ارادت ھے . بلکه یہان مشاھدۂ خرقِ عادت ھے . ان دنون مین متفرقات کے قرضدار[1] سرگرمِ تقاضا بلکه آمادۂ شور و غوغا تھے . دو سو روپیه کی ھنڈوی صراحیِ آبِ حیات ھوگئی . دامِ مرگ سے نجات ھوگئی . لطف یه که آج بروزِ دو شنبه ۲۱ اگست کو نو بجے اولِ روز ایك قصیده کا لفافه بھیجا گیا . اوسی دن باره پر تین بجے یه کرشمۂ کرامت دیکھا گیا . قصیده کے لفافه مین ایك عرضداشت ھے . اوس سے قصیده کی حقیقت ، اور خود اوس نظم سے طرزِ نگارش کی جدت ظاھر ھو جائیگی . حضرت کے انبساطِ خاطر کیواسطے یه ایجاد ھے . مجھے ھر طرح کی نظم و نثر سے آپکی خوشی اور خوشنودی مراد ھے . انجامِ قصیده مین جو قرض کے گلے پائے جائین ، اوس مجموع مین سے اھلِ بازار منہائی کئے جائین . کوٹھی والے ساھوکار «چھل خلیفه» گنے جائین .

تم سلامت رھو ھزار برس ھر برس کے ھون دن پچاس ھزار

ترقیِ عمر و دولتِ خداوند کا طالب غالب . نگاشتۂ دو شنبه ۲۱ ، اور روان داشتۂ سه شنبه ۲۲ اگست سنه ۱۸٦٥ .

(٥٤)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ھے . مین طبیب نہین ، مگر تجربه کار ھون . ستر برس کا آدمی ھوشیار ھون . اور سے یه کہا نہین جاتا . حضرت پر بغیر ظاھر کئے رھا نہین جاتا . خدا جانے اور طبیب کیا سمجھے ھونگے که کیا تھا . میرے نزدیك به اشتراكِ معده و قلب یه مرض طاری ھوا تھا . اب آپ کو حفظِ صحت کیواسطے گاه گاه نارجیلِ دریائی و جدوار کا استعمال ضرور ھے .

(۱) میرزا صاحب نے یہان لفظ قرضدار بجای قرضخواه استعمال کیا ھے . یه استعمال عامیانه ھے . اسلئے اسے اونکی پریشانی اور ضعف دماغ پر محمول کرنا چاھئے . سند بنانا درست نہین ھوگا .

اور معجونِ طلائی عنبری تقویتِ قلب مین مجوزۂ حکیم ببر علیخان مغفور ہے. ورقِ طلا ، عنبرِ اشہب ، عرقِ کیوڑہ ، قند . کثرتِ اجزا اس ترکیبِ خاص مین ناپسند . کثیر الاجزا اور معجونین ہین . مفرحِ بوعلی سینا ، خمیرۂ مروارید ، خمیرۂ گاؤزبانِ عنبری ، ماء اللحمِ غیر مُنَشّی ، جس مین طیور کے گوشت اور ادویۂ مفرح و مقوی حرارت و برودت مین معتدل[1] . گاہ گاہ سکنجبین و گلاب پی لیا کیجیے . غذا مین گوشتِ طیور اکثر . بیضۂ نیم برشت اکثر . لیکن یہ خیال رہے ، کہ بیضۂ مرغ و لحمِ طیور ایك جلسہ مین تناول نفرمائیے . بکری کے گوشت کیساتھ بیضۂ مرغ جائز اور لذیذ اور مرغوب . پودینہ کا عرق ، چھوٹی الایچی کا عرق ہمیشہ دواخانے مین موجود رہے . عطریات کے استعمال مین مبالغہ . بعدِ غذا مباشرت سے پرہیز . شوربای پاچۂ گوسفند مائدۂ خاص پر موجود رہے . بحسبِ رغبتِ طبیعت نوشجان فرماتے رہئیے .

تم سلامت رہو قیامت تك دولت و عز و جاہ روز افزون

سلامت و صحت کا طالب غالب . نگاشتۂ سہ شنبہ ، و روان داشتۂ سہ شنبہ[2] .

(٥٥)

حضرت ولیّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعد تسلیم معروض ہے . شرف افزا عطوفت نامہ عز ورود لایا . اگست ١٨٦٥ کی تنخواہ کا سو روپیہ از روی ہنڈوی ملفوفہ معرض وصول مین آیا . زیادہ حدِ ادب .

تم سلامت رہو قیامت تك دولت و عز و جاہ روز افزون

نجات کا طالب غالب . دو شنبہ ١١ ستمبر سنہ ١٨٦٥ .

---

(١) یہان کوئی ایك لفظ ساقط معلوم ہوتا ہی .

(٢) اس عریضہ کی جواب مین ٦ ربیع‌الثانی سنہ ٨٢ ھ مطابق ٢٩ اگست سنہ ٦٥ ع کو نواب خلد آشیان نی تحریر فرمایا : «سہ قطعۂ مفاوضۂ لطف آگین ، اول مع قصیدۂ نادرہ کہ مضامینش مماو بہزاران در غرر معانی بود ، و ثانی مشعر رسید ہنڈوی مبلغ دو صد روپیہ ، و ثالث محتوی بر نسخہ ہای معجون وغیرہ براہ محبت معنوی متواتر یاسمین ریز گریبان وصول نشاط شمول گشتہ ..... حالا مزاج راقم بوجوہ خوش وخورم است» .

(٥٦)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت ۔

بعدِ تسلیم معروض ہے۔ چاهتا هون که کچھ لکھون۔ مگر نہین جانتا که کیا لکھون۔ لازم تها که تعزیت نامه بزبانِ فارسی و عبارتِ بلیغ لکھون۔ آپکے قدمون کی قسم دل نے قبول نکیا۔ آرائشِ گفتار نظماً او نثراً واسطے تہنیت کے هے۔ که دل کثرتِ نشاط سے گل کی طرح کهل رها هے۔ طبیعت راه دیتی هے۔ الفاظ ڈهونڈهے جاتے هین۔ معنی پیدا کئے جاتے هین۔ اب مین نیم مرده، دل پژمرده، خاطر افسرده، جس باب مین لفظ و معنی فراهم کیا چاهون، وه سراسر طبع کے خلاف۔ جس بات کا تصور ناگوار هو، اوسکے تذکّر سے جی کیون نه بیقرار هو۔ یه میری قسمت کی خوبی هے، که هنوز تہنیت اور مدح کا حق ادا نہوا تها که مرثیه لکھنا پڑا۔ اگر ایك بات میرے خیال مین نه آئی هوتی، تو مجھے زندگی دشوار تهی۔ یعنی حضور کو ابتدای جلوس مین وه رنج پہنچا، که اوس سے زیاده تصور مین نہین آتا۔ پس وساده نشینی کی بدایت اور غمگینی کی نہایت یه چاهتی هے که اب مدة العمر ابداً موبداً حضرت کو کوئی غم نہو۔ همیشه جهاندار و جهانستان و شاد و شادمان رهین[1]۔

تم سلامت رهو هزار برس　　هر برسکے هون دن پچاس هزار

آپ کے قدمبوس کا طالب **غالب**۔ ۱۸ ستمبر سنه ۱۸٦۵۔

(قطعۂ تاریخِ رحلتِ سکندر زمانی بیگم)

دریغا که ماند تہی قصرِ دولت　　ز خاتونِ نامی سکندر زمانی
«چو سیّارِ روضه» بود سالِ فوتش　　سپس اسمِ وے باد جنت مکانی
۱۲۸۲

---

(۱) سکندر زمانی بیگم نواب خلد آشیان کی بیوی تهین۔ انکے والد صاحبزاده سید امداد الله خان ولد صاحبزاده سید کفایت الله خان ولد نواب سید نصر الله خان بہادر، اور والده آفتاب بیگم بنت صاحبزاده سید کریم الله خان خلف نواب سید فیض الله خان بہادر تهین۔ سنه ۱۲٦۲ هجری مین انکے ساتھ نواب خلد آشیان کی شادی هوئی۔ نواب سید مشتاق علی خان بہادر عرش آشیان انهین کی بطن سے تهے (انتخاب یادگار، ص ۲۲۵، و اخبار الصنادید، ج ۲، ص ۲۳۰)۔

(٥٧)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ھے . ھر چند آبدار خانے کے ساتھ ھونے سے پانی کی طرف سے خاطر جمع ھے ، کہ حضور جو پانی ھمیشہ پیتے تھے وھی پیتے ھونگے . مگر ھرجِ سفر اور اختلافِ ھوا کا خیال ھے . توقع رکھتا ھون کہ نویدِ صحت و اعتدالِ مزاجِ اقدس سے عزِ اطلاع پاؤن . بُعد اگرچہ بہت نہین ، لیکن طبع پر گران ھے . چشمِ شوق ورودِ موکبِ عالی کی نگران ھے . بقولِ استاد بہ تغیرِ لفظ « جو تم پھر آؤ تو حضرت پھرین ھمارے دن » . زیادہ حدِ ادب .

تم سلامت رھو ھزار برس ھر برس کے ھون دن پچاس ھزار

دوامِ بقایِ حضور کا طالب فقیر غالب . چہار شنبہ ٨ نومبر سنہ ١٨٦٥[1] .

(٥٨)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ھے . مرادآباد پہنچا ، بعد پالکی کے اوتر آنے کے پل کا ٹوٹ جانا ، گاڑیِ اسباب یہانتک کہ رختِ خواب کا مع آدمیون کے

---

(١) یہ خط میرزا صاحب نے رامپور سے لکھا ھے . اس زمانہ مین نواب خلد آشیان دورہ پر تشریف لے گئے تھے . میرزا صاحب نے شمشاد علی بیگ رضوان کو لکھا ھے : « آج شنبہ ٤ نومبر کی ھے . پرسون نواب صاحب دورہ کو گئے ھین . فرما گئے ھین کہ دو ھفتہ مین آؤنگا . آکر چار روز یہان رھین گے . پھر نمایشگاہ بریلی کی سیر کو جائین گے » (اردوی معلی ، ص ٣٢٠) . حکیم غلام نجف خان کے نام کے مکتوب سے معلوم ھوتا ھے کہ ١٢ نومبر کی صبح تك واپس تشریف نہین لائے تھے . فرماتے ھین : « نوابصاحب دوری سے یا آج شام کو یا کل آجائینگے . جشن جمشیدی کی تیاریان ھو رھی ھین » (ایضاً ، ص ٢٣١) .

مولانا حالی مرحوم نے یادگار غالب (ص ٤٢ ، نامی پریس) مین لکھا ھے : « چند روز بعد نواب کلب علیخان مرحوم کا نواب لفٹنٹ گورنر سے ملنے کو بریلی جانا ھوا . انکی روانگی کے وقت مرزا بھی موجود تھے . چلتے وقت نوابصاحب نے معمولی طور پر مرزا صاحب سے کہا ' خدا کے سپرد ' . مرزا نے کہا ' حضرت خدا نے تو مجھے آپ کے سپرد کیا ھے . آپ پھر الٹا مجھکو خدا کے سپرد کرتے ھین ' » . صاحب اخبار الصنادید (ج ٢ ، ص ١٣٧) نے بھی اس لطیفہ کو نقل کیا ھے . اور بہ تتبع حالی لطیفہ کا زمانۂ وقوع روانگی بریلی بتایا ھے . لیکن میری ناقصِ رای مین دورۂ مذکور پر جاتے وقت یہ لطیفہ کہا گیا ھوگا . واللہ اعلم .

اوسی زمہریر کے میدان مین رهنا ، بغیر جاڑے کے کچھ نه کھانا ، خیر جو اونپر گزری وه جانین . مین مرادآباد کی سرا مین ایك چھوٹی سی حویلی مین ٹهرا . بهوکا پیاسا کمل اوڑهکر پڑرها . یه شعر اپنا پڑه پڑهکر صبح کی .

گرم فریاد رکھا شکلِ نهالی نے مجھے

تب امان هجر مین دی بردِ لیالی نے مجھے

صبح کو خستۂ و رنجور اوٹھا . صاحبزاده ممتاز علیخان بهادر[1] کے بھیجے هوئے دو فرشتے آئے ، اوٹھاکر سعیدالدین خانصاحب[2] کے هان لیگئے . صاحبزاده صاحب نے وه تعظیم و تکریم اور سعیدالدین خانصاحب نے وه تکریم و تعظیم کی که میری ارزش سے زیاده تهی . ناگاه مولوی محمد حسن خان بهادر صدرالصدور[3] آئے ، اور مجھے اپنے گھر لیگئے . پانچ دن وهان رها . بهائی نواب مصطفی خان بهادر[4] وهین مجھسے آکر ملے . دوسرے دن وه رهگرایِ

(۱) صاحبزاده ممتاز علیخان بهادر کی متعلق صاحب انتخاب یادگار (ص ۳۹۰) کهتی هین : « نیر ، صاحبزاده محمد ممتاز علیخان ولد صاحبزاده محمد اعجاز علیخان ولد صاحبزاده نیاز علیخان ولد صاحبزاده حسن علیخان ولد جناب مستطاب نواب محمد فیض الله خانصاحب بهادر عرش منزل طاب ثراهم . ستائیس برس کا سن هی . میر احمد علی رسا کی شاگرد هین . یه صاحبزادی نهایت اهلیت شعار هین . خوش خلق وخوش اطوار هین . یه اونکا کلام هی :

شوق هر چند یه کهتا تها که بوسی لیجی — پر ترا نقش قدم مجھسی مٹایا نگیا »

صاحبزاده صاحب کو نواب سعید الدین احمد خانصاحب فاروقی کی صاحبزادی منسوب تهین . اس تقریب سی مرادآباد مین سکونت پزیر هوگئی تهی . اور وهین انتقال کیا .

(۲) نواب محمد سعید الدین احمد خانصاحب نواب محمد الدین احمد خانصاحب کی بیٹی اور نواب مجید الدین احمد خانصاحب عرف نواب مجو خان مرادآبادی کی چھوٹی بهائی تهی . ان کی آباء واجداد مین سی ایك بزرگ قاضی عصمت الله فاروقی تهی . یه نواب عصمت الله خان بهادر کی لقب سی مفتخر اور عهد عالمگیری مین مختلف صوبون کی گورنر ره چکی تهی . خود نواب مجو خان بهی بهت بڑی جاگیر کی وارث تهی . لیکن غدر سنه ۵۷ع مین بجرم بغاوت انهین پهانسی دیدیگئی ، اور اوسوقت سی اس خاندان پر زوال آگیا . مرادآباد مین اس خاندان کی اخلاف أب بهی موجود هین . نواب سعید الدین خانصاحب کی ایك تصنیف « لب لباب رمل » کتابخانۂ ریاست مین محفوظ هی . یه نسخه بڑی اهتمام سی لکھا گیا هی . اسلئی خیال هوتا هی که خود مصنف نی تیار کرایا هوگا . اس کی دیباچه مین اونهون نی اپنی خاندان کی ابتدائی تاریخ اور بعد ازان سنه ۵۷ع مین اسکی بربادی پر ایك مختصر نوٹ لکھا هی .

(۳) محمد حسن خانصاحب صدرالصدور مرادآباد کی متعلق کچھ معلوم نهوسکا .

(٤) نواب مصطفی خان بهادر فرزند عظیم الدوله سرفراز الملك نواب مرتضی خان بهادر ، جهانگیرآباد کی (باقی)

دارالسرورِ رامپور، اور مین جاده نوردِ ستم آبادِ دهلی هوا. دو شنبه ٢٠ شعبان ١٢٨٢، ٨ جنوری ١٨٦٦ درِ غمکده پر پهنچا. حضور کے اقبال کی تائید تهی. ورنه مین اور جیتا دلّی پهنچتا(١).

مغلوبِ غلبهٔ غمِ دل غالبِ حزین
کاندر تنش ز ضعف توان گفت جان نبود
از رامپور زنده بدهلی رسیده است
ما را بدین گیاهِ ضعیف این گمان نبود(٢)

(بقیه) جاگیر دار اور بڑی صاحب علم وخوش گفتار شاعر تهی. اردو مین شیفته اور فارسی مین حسرتی تخلص کرتی تهی (اردوی معلی، ص ١٠١). ابتداءً حکیم مومن خان سی مشورهٔ سخن رها. ان کی انتقال کی بعد میرزا صاحب سی اصلاح لینی لگی تهی. انهون نی اردو شعرا کا ایك قابل استناد تذکره «گلشن بیخار» فارسی زبان مین تصنیف کرکی خود شایع کیا هی. آشوب غدر مین شیفته بهی مشتبه قرار دئی گئی تهی. لیکن آخر کار بری هوگئی. میرزا صاحب سی ان کی بهت مخلصانه روابط تهی. چنانچه جب میرزا صاحب قماربازی کی الزام مین قید کیی گئی تهی تو انهون نی بڑی همدردی کا اظهار کیا تها. حبسیه مین میرزا صاحب نی اس خلوص کا اس طرح اعتراف کیا هی:

خود چرا خون خورم از غم که به غمخواری من رحمت حق به لباس بشر آمد گوئی
خواجهٔ هست درین شهر که از پرسش وی پایهٔ خویشتنم در نظر آمد گوئی
مصطفی خان که درین واقعه غمخوار منست گر بمیرم، چه غم از مرگ، عزادار منست

شیفته نی ٦٣ سال کی عمر مین سنه ١٢٨٦ ه (١٨٦٩ ع) کو وفات پائی.

(١) میرزا صاحب کو یه مصیبت رامپور سی واپسی کیوقت برداشت کرنی پڑی تهی. وه سنیچر کی دن ٧ اکتوبر سنه ١٨٦٥ ع کو دلی سی روانا هوی. اور بعد قطع منازل سته پنجشنبه ١٢ اکتوبر کو رامپور پهنچی. باقر علیخان اور حسین علیخان اس مرتبه بهی ساتهه تهی. نواب خلد آشیان نی اپنا مهمان خاص بنایا. جرنیلی کی کوٹهی اقامت کیلئی عطا فرمائی اور تعظیم، تواضع، اخلاق، کسی بات مین کمی نکی. آخر مین کهانی کی، اور گهوڑون اور بیلون کی گهاس دانی کی نقدی مقرر کر دی تهی. جشن تخت نشینی کی بعد میرزا صاحب نی دونون لڑکون کو روانا کردیا. سرکار نی وقت رخصت ایك ایك دوشالا مرحمت کیا. میرزا صاحب خود جمعرات کی دن ٢٢ دسمبر کو رامپور سی روانا هوئی. لیکن سوء اتفاق سی عرض راه مین بیمار هوکر مرادآباد مین ٥ دن ٹهرنا پڑا. اسلئی ٨ جنوری سنه ١٨٦٦ ع کو دن کی گیارا بجی دلی پهنچی. اس سفر مین اونکی دلی سی باهر رهنی کی کل مدت تین ماه هوتی هی. مزید تفصیل دیباچه مین ملاحظه هو.

(٢) میرزا صاحب نی یه قطعه سفر کلکته کی سلسه مین لکها تها. رای چهجمل کهتری کو سفر مذکور کی واقعات پر مشتمل ایك خط لکها هی، جو پنج آهنگ کی ص ١٠٠ پر درج هی. اوس خط مین یه قطعه موجود هی. لیکن وهان بجای «غلبهٔ غم» (سطوت غم) اور بجای مصرع ثالث (گویند زنده تا به بنارس رسیده است) تحریر هی.

تم سلامت رهو قیامت تك دولت و عز و جاه روز افزون
نجات کا طالب غالب. چار شنبه ۲۲ شعبان و ۱۰ جنوری سال جشن حضور[1].

(۵۹)

حضرت ولی نعمت آیهٔ رحمت سلامت.

بعد تسلیم معروض هے. عنایت نامهٔ والا کے مشاهده نے مجکو میری حیات پر یقین عنایت کیا. اس سفر کا حال کیا عرض کرون. دلی سے رامپور تك ذوق قدمبوس مین جوانانه گیا. اختلافات آب و هوا و تفرقهٔ اوقات غذا کو هرگز نمانا. اور رنج راه کو هرگز خیال مین نه لایا. وقت معاودت اندوه فراق نے وه فشار دیا، که جوهر روح گداز پاکر هر بن مو سے ٹپك گیا. اگر آپ کے اقبال کی تائید نهوتی، تو دلی تك میرا زنده پهنچنا محال تها. جاڑا، مینهه، قبض و انقباض، فقدان جوع، فاقه های متواتر، منزلهای نامانوس، هاپوڑ تك آفتاب کا نظر نه آنا، شب و روز هوای زمهریر کا جانگزا رهنا. بارے هاپوڑ سے چلکر نیر اعظم کی صورت دکهائی دی. دهوپ کهاتا هوا دلی پهنچا. ایك هفته کوفته و رنجور رها. اب ویسا پیر و ناتوان هون جیسا که اس سفر سے پهلے تها. خدا وه دن کرے که پهر اوس در پر پهنچون[2].

تم سلامت رهو هزار برس هر برس کے هون دن پچاس هزار
نجات کا طالب غالب. ۲۱ جنوری سنه ۱۸۶۶.

---

(۱) لفافه پر ۱۰ جنوری سنه ۱۸۶۶ تحریر هی.

(۲) نواب خلد آشیان کو میرزا صاحب کی مصائب سفر کی روداد نواب مصطفی خان بهادر کی زبانی معلوم هوئی، تو اونهون نی ۱۷ شعبان سنه ۸۲ ه مطابق ۵ جنوری سنه ۶۶ ع کو مرادآباد کی پته پر میرزا صاحب کو تحریر فرمایا: «زبانی نواب مصطفی خان بهادر کی دریافت هوا، که مرادآباد مین کچهه طبیعت آپکی علیل هوگئی هی. باستماع اس امر کی باعث کمال تردد کا هوا. اسواسطی حواله خامهٔ محبت نگار کی هوتا هی که خیریت مزاج سی مطلع کیجی. اور اگر هنوز طبیعت مائل باعتدال نهو، اور آپکا اراده قیام مرادآباد کا تا درستی طبیعت هو، تو آپ رامپور مین تشریف لائیے. یهان معالجه بخوبی عمل مین آئیگا».

لیکن فرمان کی اصل مثل مین موجود هی، اور اوس کی لفافه پر تحریر هی که «خط هذا هرکارهٔ برنده از مرادآباد بجهت تشریف فرما شدن مرزا نوشه صاحب به دهلی واپس آورد. مرقوم ۲۱ شعبان (باقی)

(٦٠)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعد تسلیم معروض ہے . اپنا حال اس سے زیادہ کیا لکھون کہ آگے ناتوان تھا ، اور اب نیمجان ہون . برخوردار نواب مرزا خان اپنے مشاہدہ کے مطابق جو میری حقیقت عرض کرے وہ مسموع و مقبول ہو[1] .

حضور اس مطلع کے لفظ و معنی کی حدت و جدت کی داد چاھتا ہون .

هم در قیام زنده نیم کز برای خویش آنوقت لای نافیه ام از دوپای خویش

ایك غزل نئی طرز کی نئی بحر مین عرض کرتا ہون[2] . یہ جشنِ حال کی نذر ہے . خدا کرے مقبول ہو . زیادہ حدِ ادب .

تم سلامت رهو هزار برس هر برسکے هون دن پچاس هزار

نجات کا طالب غالب . ٢٩ مارچ سنہ ١٨٦٦ .

بحر هزج مثمن سالم

فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلاتن

٭ ای خداوندِ خردمند و جہان داورِ دانا ٭

٭ وی به نیروی خرد بر همه کردار توانا ٭

(بقیہ) سنہ ١٢٨٢ ھ» . اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کو فرمان موصول نہوا . مگر اس عرصہ مین اونکا عریضہ نمبر (٥٨) رامپور پہنچ گیا . اس کے جواب مین سرکار نے ١٥ جنوری کو تحریر فرمایا : «جو کہ وقت اطلاع انحراف طبیعت آپکی مرکز اعتدال سے بمقام مرادآباد رقیمۃ الوداد اس مضمون سے کہ اگر ارادہ قیام مرادآباد کا واسطے معالجہ کے ہو ، تو رامپور کو معاودت کیجے ، یہان معالجہ بخوبی عمل مین آئیگا ، ہمدست ہرکارہ کو بھیجا گیا تھا . لیکن آپ وہان سے روانا دہلی کو ہو گئے تھے . ہرکارہ خط واپس لایا اوسروز سے کمال انتظار وصول مفاوضہ خیریت کا تھا . الحمد للہ کہ وصول نمیقۂ لطف آگین باعث اطمینان ہوا» . میرزا صاحب کا عریضہ نمبر (٥٩) اسی فرمان کا جواب ہے .

(١) میرزا صاحب نے ١٢ مئی سنہ ٦٦ ع کو منشی حبیب اللہ خان ذکا کے نام ایك خط مین اس سے ملتے جلتے الفاظ مین اپنی حالت بیان کی ہے . فرماتے ہین : «آگے ناتوان تھا . اب نیمجان ہون . آگے بہرا تھا . اب اندھا ہوا چاھتا ہون . رامپور کے سفر کا رہ آورد ہے رعشہ و ضعف بصر . جہان چار سطرین لکھین . اونگلیان ٹیڑھی ہو گئین . حرف سوجھنے سے رہگئے» (اردوی معلی ، ص ٣٨) .

(٢) یہ غزل کلیات نظم فارسی مین موجود نہین ہے .

ای برفتار و بدیدار، بزیبائی و خوبی
سروِ نوخاسته آسا، مهِ ناکاسته مانا
به ادا پایه فزایا، بنظر عقده کشایا
بکرم ابرِ عطایا، بغضب برق سنانا
به نگه خسته نوازا، بسخن بذله طرازا
به قلم غالیه سایا، به نفس عطر فشانا
شه نشان کلبِ علیخان که توئی یوسفِ ثانی
نبود ثانی و همتایِ تو در دهر همانا
دانم از حال و مآلم خبرے داشته باشی
سر نوشتِ ازلی گرچه ندارد خطِ خوانا
دشمنم چرخ و تو بینیّ و نسوزی بعتابش
به عدو صاعقه ریزا، به محب فیض رسانا
جانشینِ تو کند نامِ ترا زنده بگیتی
باد فردوسِ برین جایِ تو فردوس مکانا
غالب از غم چه خروشی، بتو زیباست خموشی
با کریمِ همه دان هیچ مگو هیچ مدانا

(٦١)

حضرت ولیّ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعدِ تسلیم معروض ہے۔ منشورِ مکرمت ظہور مع ہنڈوی عزِ ورود لایا۔ سو روپیہ تنخواہِ اپریل سنہ ۱۸٦٦ کا معرضِ وصول مین آیا۔ زیادہ حدِ ادب۔

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

عنایت کا طالب غالب۔ ١٤ مئی سنہ ۱۸٦٦ عیسوی[1]۔

---

(۱) اس عریضہ کے لفافہ پر ١٥ مئی سنہ ۱۸٦٦ تحریر ہین۔ غالباً دوسری دن پوسٹ کیا گیا تھا۔

(۶۲)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. کل ایک عرضداشت مع ایک غزل کے ڈاک مین بھیجی گئی[۱]. شام کو منشورِ عطوفت مع ہنڈویِ تنخواہِ مئی سنه ۱۸۶۶ عزِ ورود لایا. سو روپیه معرضِ وصول مین آیا. آج صبحدم وقتِ تحریر اس عرضی کے حضرت فردوس مکان کا دیوان پیشِ نظر تھا. اوس مین یه شعر نظر پڑا. اوسکے مضمونِ حکیمانه و عارفانه نے بڑا مزه دیا. یقین ہے که اوسکو پڑھکر حضرت بھی حظ اٹھائینگے.

وه جسطرح سے جیسے چاہے اوسطرح پالے
کسیکا کچھ نہین پروردگار پر لینا

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برسکے ہون دن پچاس ہزار

عرضۂ اسد اللہِ ترقی خواه. معروضۂ دہم جون سنه ۱۸۶۶.

(۶۳)

(قطعه در گزارشِ سپاسِ یاد آوری بعالی خدمت جناب مولوی آغا احمد علی صاحب جہانگیر نگری

مولوی احمد علی احمد[۲] تخلص نسخۂ
در خصوصِ گفتگویِ پارس انشا کرده است

(۱) میرزا صاحب کا محولۂ بالا خط اور غزل مثل مین موجود نہین ہین.

(۲) مولوی احمد علی احمد تخلص جہانگیر نگر (بنگال) کی باشندی اور مدرسۂ کلکته کی مدرس تھی. انھون نی میرزا صاحب کی قاطع برہان کی جواب مین «موید برہان» نامی رساله تصنیف کیا تھا. مذکورۂ بالا قطعه اوسکا جواب ہی (اردوی معلی، ص ٤٤). میرزا صاحب نی موید برہان اور چند دیگر رسائل کی جواب مین تیغ تیز نامی رساله بھی لکھا ہی. اوس مین آغا احمد علی کی باری مین لکھتی ہین: «عربیت مین امین الدین سی بڑھکر، فارسیت مین برابر، فحش و ناسزا گوئی مین کمتر. جتنی الفاظ تذلیل کی ہین، وه چن چنکر میری واسطی استعمال کئی، اور یه نه سمجھا که غالب اگر عالم نہین، شاعر نہین، آخر (باقی)

کیچ و مکران را که در سند است واز ایران جدا
شاملِ اقلیمِ ایران بیے محابا کرده است
قومِ براُہچ را بایرانی نژادان داده خلط
ترکِ ترکانِ سمرقند و بخارا کرده است
در جهان توام بود روی وی و پشتِ قتیل
پیشوای خویش هندوزادهٔ را کرده است
هندیان را در زباندانی مسلم داشته
تاچه اندر خاطرِ والای او جا کرده است
خوش برآمد باهمه هندوستان زایان چه خوش!
تکیه آرے بر ولادتگاهِ آبا کرده است
هرکه بینی با زبانِ مولدِ خود آشناست
سازِ نطقِ موطنِ اجداد بیجا کرده است
خواجه را از اصفهانی بودنِ آبا چه سود؟
خالقش در کشورِ بنگاله پیدا کرده است

(بقیه) شرافت و امارت مین ایك پایه رکھتا هی. صاحب عز و شان هی. عالی خاندان هی. امرای هند، روسای هند، مهاراجگان هند سب اسکو جانتی هین. رئیس زادگان سرکار انگریزی مین گنا جاتا هی. بادشاه کی سرکار سی نجم الدوله خطاب هی. گورمنٹ کی دفتر مین ' خانصاحب بسیار مهربان دوستان ' القاب هی. جس کو گورمنٹ خانصاحب لکھتی هی. اس کو سڑی اور کتا اور گدھا کیونکر لکھون. فی الحقیقت یه تذلیل بفحوای ' ضرب الغلام اهانة المولی ' گورمنٹ بہادر کی توهین اور وضیع و شریف هند کی مخالفت هی. میرا کیا بگڑا. مولوی نی اپنا پاجی پن ظاهر کیا. مین نی امین بیدین کو شیطان کی حواله کیا. اور احمد علی کی الفاظ مذموم سی قطع نظر کیا. اور ان کی مطالب علمی کا جواب اپنی ذمه لیا» (تیغ تیز، بحوالهٔ غالب، ص ۳٤۷). مرزا صاحب کی اس قطعه کی جواب مین آغا احمد علی کی ایك شاگرد فدا سلهٹی نی اسی زمین مین قطعه لکھا، جس کا جواب غالب کی دو شاگردون باقر علی خان باقر اور فخرالدین حسین خان سخن نی اسی بحر وقافیه مین دیا. فدا نی ان کی دونون قطعون کا جواب الجواب لکھا. اور ان سب کو بالترتیب «تیغ تیز تر» مین شایع کیا. کتابخانه مین یه کتاب موجود هی. اور اپنی دلچسپی کی بنا پر قابل مطالعه هی. مولوی احمد علی نی سنه ۱۲۸۰ ف مین انتقال کیا (تاریخ لطیف مصنفه مهدیعلیخان تحویلدار کتب خانه، ص ۱۵). یه سال فصلی سنه ۱۲۹۰ ه اور سنه ۱۸۷۳ ع کی مطابق هوگا (تشریح السنین قلمی، ص ۱۷۹، فن هیئت اردو نمبر ۱).

با قتیل و جامعِ برهان و لاله ٹیك چند
لابهٔ و سوگیری و لطف و مدارا کرده است
داوریگاهے بنا فرمود و در وی هر سه را
منصف و صدرِ امین و صدرِ اعلی کرده است
گر چنین با هندیان دارد تولا در سخن
من هم از هندم چرا از من تبرّا کرده است
کرده است از خوبیِ گفتارِ من قطعِ نظر
ظلم زین قطعِ نظر بر چشمِ بینا کرده است
میلِ او با هر کسے از هند و حیفش خاصِ من
حیف و میلے با دو عالم شور و غوغا کرده است
مطلب از بد گفتنِ من چیست؟ گوئی، نیکمرد
مزدِ این کار از حق آمرزش تمنا کرده است
ور چنین نبود چنان باشد که در عرضِ کمال
تا بر آرد نام این هنگامه برپا کرده است
صاحبِ علم و ادب، وانگه ز افراطِ غضب
چون سفیهان دفترِ نفرین و ذم وا کرده است
در جدل دشنام کارِ سوقیان باشد، بلے
ننگ دارد علم از کاریکه آغا کرده است
انتقامِ جامعِ «برهانِ قاطع» می کشد
آنچه ما کردیم با وی، خواجه با ما کرده است
من سپاهی زاده ام، گفتارِ من باید درشت
واے بر وے گر به تقلیدِ من اینها کرده است
زشت گفتم، لیك دادِ بذله سنجی داده ام
شوخیِ طبعے که دارم این تقاضا کرده است

میکند تائیدِ «برهان»، لیك برهان ناپدید
نیست جز تسلیمِ قولش هرچه انشا کرده است
سستیِ طرزِ خرامِ خامهٔ «برهان» نگار
یا نمیدانست، یا دانسته اخفا کرده است
بهرِ من توهین و بهرِ خویش تحسین جا بجا
هم مرا هم خویش را در دهر رسوا کرده است
آید و بیند همان اندر کتابِ مولوی
هرچه از هنگامه گیران کس تماشا کرده است
لغو و حشو و ادعایِ محض و اطنابِ مملّ
مار و موش و سوسمار و گربه یکجا کرده است
بگزر از معنی، همین الفاظِ برهم بسته بین
باده نبود، شیشه و ساغر مهیا کرده است
یافتم از دیدنِ تاریخهایِ آن کتاب
خود بدم گفت و باحبابِ خود ایما کرده است
غازیان همراهِ خویش آورده از بهرِ جهاد
تا نه پنداری که این پیکار تنها کرده است
جوش زد از غایتِ قهر و غضب خون در دلش
تا زبانش را بدین کَلْپَتَره[1] گویا کرده است
آتشِ خشمی که سوزد صاحبِ خود را نخست
در دلش، همچون شرر در سنگ، ماوا کرده است
چون نباشد باعثِ تشنیع جز رشك و حسد
یاد غالب خسته تر گر خسته پروا کرده است

---

(۱) کلپتره بفتح کاف و سکون لام و فتح بای فارسی احمقانه کلام.

از جانبِ آمرزشخواہِ جرمِ بیراھہ روی اسد اللہ خانِ غالب دھلوی][1] .

(٦٤)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ھے . آج شنبہ ۱۰ ماہِ اگست سنہ ۱۸٦٦ کی ھے . فقیر چشم براہ تھا ، کہ اب ڈاک کا ھرکارہ آتا ھے ، اور ھنڈویِ ملفوفۂ نوازشنامہ لاتا ھے . ناگاہ اسوقت ڈاک کا آدمی ایک خط برخوردار منشی سیلچند[2] کا لایا . اوس مین مندرج تھا کہ تو نے جون سنہ حال کی تنخواہ کی رسید کیون نہ بھیجی . اور بعد اسکے یہ لکھا تھا کہ جولائی کی تنخواہ کی چٹھیان ھوتی جاتی ھین . اب دو ایکدن مین تیری تنخواہ بھی بھیجی جائیگی . متحیر کہ یا رب مین حسبِ معمول تنخواہِ جون کی رسید ارسال کرچکا ھون . اب دوبارہ رسید کیون مانگی جاتی ھے . پھر یہ تو گویا پیامِ مرگ تھا کہ جولائی کی تنخواہ اب روانا ھوگی . یا رب ۱۰ کو وعدہ ، ۱۳ ، ۱٤ کو چلے گی . بیسوین تک مجھے پہنچیگی . اور میرا حال یہ کہ انگریزی تنخواہ گھر مین اور کچھ قرض کی قسط مین جاتی ھے . حضور کے عطیہ پر میرا اور شاگرد پیشہ کا اور حسین علی کا گزارا ھے . عالم الغیب جانتا ھے جسطرح گزرتی ھے . چار سو ساڑھے چار سو کا قرض باقی ھے . اب کوئی قرض بھی نہین دیتا . خلاصہ دو عرضین ھین . ایک تو یہ کہ مین جون کی تنخواہ کی رسید بھیج چکا ھون . اگر ڈاک مین تلف ھوگئی ھو تو اور لکھ بھیجون . دوسری یہ کہ اس مہینے کی ، یعنی جولائی کی ، تو تنخواہ خیر ۲۰ ماہِ اگست تک پہنچ جائیگی . آیندہ کو حکم ھو جائے کہ ھر مہینے کی پہلی دوسری کو فقیر کی تنخواہ ، کہ وہ محض صیغۂ خیرات ھے ، بھیجی جایا کرے .

---

(۱) دارالانشاء کی فائل مین یہ قطعہ منسلک اور اسکی لفافہ پر ۳۱ جولائی سنہ ۱۸٦٦ع تاریخ درج ھی . مرزا صاحب نی اسکو اکمل المطابع مین یکرخہ طبع کراکی اپنی احباب کو تحفۃ بھیجا تھا . چونکہ یہ بغیر عریضہ کی نوابصاحب کو ارسال کیا گیا تھا ، اسلئی میںی متن مین شامل کرنا مناسب خیال کیا .

(۲) منشی سیلچند کیلئی خط نمبر ۱۰۹ کا ذیل ملاحظہ ھو .

تم سلامت رهو قیامت تك دولت و عز و جاه روز افزون
نجات کا طالب غالب .

(٦٥)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض هے. پہلے اپنا حال عرض کر لون ، تب کچھ اور مــدعا لکھون. غم نے بشمول بڑھاپے کے پست و مضمحل کر دیا هے. حضرت کے قدمون کی قسم! نه حواس درست ، نه رای صحیح . برسون سے مکروهات مین مبتلا رهتے رهتے اب طاقت تحمل کی نرهی . خدا جانے کیا هوتا هے ، کیا سمجهتا هون . کیا کرنا چاهئے ، کیا کرتا هون . کل آخرِ روز میر منشیِ حضور کا خط آیا . جون کی تنخواه کی رسید کے نه پهنچنے کی اطلاع پائی . تهیدستی و قرض کے رنج مین خستۂ وآزرده بیٹها تها . اوسی وقت عرضی لکهی . اگرچه ڈاك کا وقت نتها ، مگر بهیجدی . آج آخرِ روز توقیعِ وقیع مع جولائی کی تنخواه کی هنڈوی کے پهنچا . هنڈوی مختار کار کو دی ، اور یه عرضی لکهنے بیٹها . اسکهکر لفافه کر رکهتا هون . کل صبحدم ڈاك مین بهیجدونگا . اگر عرضیِ سابق مین کوئی بات گستاخی و دیوانگی و بدحواسی کی هو ، توفقیر کی خطا معاف هو . میر منشی صاحب کے اگر مخالفِ طبع کوئی لفظ هو تو وه بهی در گزر کرین . جون کی تنخواه کی رسید کا لفافه ڈاك مین گم هوگیا هوگا . اگر مین بهی بهول گیا هون تو بعید نهین . بلکه اغلب هے که غالب کو سهو هوا هو . ملازمانِ درِ دولت پر ظاهر هو که جون کی تنخواه جولائی مین ، اور جولائی کی اگست مین مین نے پائی . آینده هر انگریزی مهینے کی دوسری تیسری کو روانگیِ هنڈوی کا متوقع هون . زیاده حدِ ادب[1].

---

(١) نواب خلد آشیان نی ١٣ ربیع الثانی سنه ٨٣ ﻫ مطابق ٢٥ اگست سنه ٦٦ ع کو جواباً تحریر فرمایا : «رسید ثانی ضرور نهین هی . اور حسب الایما واسطی بهیجی جانی هنڈوی مشاهره آپکی اسطور پر که تاریخ پهلی یا دوسری تك آپکی پاس پهونچ جایا کری ، حکم بنام اهالی سرشته کی صادر هوگیا هی» .

تم سلامت رھو ھزار برس   ھر برسکے ھون دن پچاس ھزار

۱۳ اگست سنه ۱۸٦٦ . عفو و رحم کا طالب غالب .

(٦٦)

حضرت ولیِ نعمت آیهٔ رحمت مد ظله العالی .

بعدِ تسلیم معروض ھے . توقیعِ وقیع مع دیباچهٔ شرحِ اشعارِ بدرِ چاچی[۱] عز ورود لایا . کیا عرض کرون که کیا عالم نظر آیا . واقعی افتتاحِ کلام بطرزِ میرزا طاھر وحید[۲] ، اور پھر نگارشِ مطالب بشیوهٔ میرزا جلالایِ طباطبائی[۳] ھے . لیکن دونون صورتون مین دیباچهٔ اعجازِ خسروی[٤] کا رنگ جلوه گر ھے . پس ناقدِ بصیر کے نزدیك یه نگارش ، طاھرِ وحید اور جلالا کی عبارت سے بہتر ھے . یه عرضداشت جلد بھیجتا ھون ، تا که حضرت پر پہنچنا اوس دیباچه یا تقریظ کا ظاھر ھوجائے .

برسات ایسی ھوئی ھے که مین باون ترپین برس سے یہان رھتا ھون .

---

(۱) بدرالدین محمد چاچی ، چاچ (تاشقند) کی رھنی والی تھی ، سلطان محمد بن تغلق (سنه ۷۲۵ ھ - ۷۵۲ ھ) کی عہد مین ھندوستان آئی . اور اوسکی مدح سرائی مین اپنی عمر کا بڑا حصه گزارا . سلطان محمد بڑا علم دوست بادشاه تھا ، اوسنی انکی کافی قدر و منزلت کی ، اور « فخرالزمان » خطاب دیا . بدر نی سنه ۷۵٤ ھ (۱۳۵۳ ع) مین انتقال کیا . انکی قصائد شہرت عام کی مالك ھین . لیکن تلمیحات وکنایات کی افراط کی سبب سی شیرینی غائب ھوگئی ھی .

(۲) میرزا طاھر وحید بن میرزا حسین خان قزوینی مشہور شاعر اور نثار ھی . یه قزوین مین پیدا ھوا . سنه ۱۰۵۵ ھ (۱٦٤۵ ع) مین شاه عباس صفوی نی اپنا مجلس نویس مقرر کیا ، سنه ۱۱۰۱ ھ (۱٦۸۹ ع) مین وزیر بنایا گیا ، اور ۱۸ سال تك اسی عہده پر رھا . یه فن انشاء مین خاص طرز کا مالك ھی . لیکن اشعار کی شہرت صرف عہدهٔ وزارت کی بدولت ھوئی . طاھر کی تاریخ وفات مین اختلاف ھی . بعض سنه ۱۱۰۵ ھ اور بعض سنه ۱۱۰۸ ھ لکھتی ھین . لیکن ریو نی لکھا ھی که تقریباً سنه ۱۱۲۰ ھ (۱۷۰۸ ع) مین انتقال کیا .

(۳) میرزا جلالائی طباطبائی اصفہان مین پیدا ھوا . سنه ۱۰٤٤ ھ (۱٦۳٤ ع) مین ھندوستان آیا ، اور شاه جہان کی دربار کا مورخ مقرر ھوا . مگر ابھی ۵ سال کی تاریخ لکھنی پایا تھا که حساد نی سازش کی ، اور کام رك گیا . یه بھی انشاء مین ایك خاص طرز کا مالك ھی .

(٤) اعجاز خسروی امیر خسرو دھلوی متوفی سنه ۷۲۵ ھ (۱۳۲۵ ع) کی تصنیف ھی . یه نثر کی ممتاز کتابون مین شمار ھوتی ھی ، اور نولکشور پریس لکھنو مین طبع ھوچکی ھی .

عرش آرامگاہ اکبر شاہ[1] کے عہد مین ایکبار ایسی برسات دیکھی تھی، یا امسال نظر آئی ہے. اوراقِ مرسلۂ حضور مومین جامہ مین لپیٹ کر بسبیل پارسل ارسال کرونگا، یا پرسون دو شنبہ کو یا سہ شنبہ کو.

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

روزِ شنبہ یکم ستمبر سنہ ۱۸۶۶. نجات کا طالب غالب[2].

(۶۷)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. منشورِ مکرمت ظہور عزِّ ورود لایا. سو روپیہ بابت تنخواہِ ماہِ اگست سنہ ۱۸۶۶ معرضِ وصول مین آیا.

نثرِ نثرہ نثار[3] کے اوراق ۳ ستمبر ماہِ حال کو ارسال ہوئے ہین. نظرِ انور سے گزرے ہونگے.

---

(۱) اکبر شاہ، شاہ عالم کا لڑکا اور دہلی کی آخری بادشاہ ظفر کا باپ تھا. ۲۳ اپریل سنہ ۱۷۶۰ع = ۷ رمضان سنہ ۱۱۷۳ھ کو پیدا ہوا. اور ۱۹ نومبر سنہ ۱۸۰۶ع = ۷ رمضان سنہ ۱۲۴۸ھ کو ۴۸ سال کی عمر مین تخت پر بیٹھا. اسنی ۳۱ سال سلطنت کی، اور ۲۸ ستمبر سنہ ۱۸۳۷ع مطابق ۲۸ جمادی الآخرہ سنہ ۱۲۵۳ھ کو جمعہ کی دن فوت ہوا. اکبر شاہ شاعر بھی تھا، اور شعاع تخلص کرتا تھا.

(۲) میرزا صاحب کا یہ عریضہ نواب خلد آشیان کی فرمان مورخۂ ۱۵ ربیع الثانی سنہ ۱۲۸۳ھ مطابق ۲۷ اگست سنہ ۱۸۶۶ع کا جواب ہی.. القاب وآداب کی بعد نوابصاحب نی تحریر فرمایا ہی: «...... درین ولا تقریظ شرح قصائد بدر چاچی از نوک قلم جلوہ خیز گردیدہ. اولا بر دیباچۂ صور عبد الرحمن وحید وما بقی بر طرز جلالای طباطبائی نگاشتہ ام. چون زیور اصلاح در گنج خانۂ عالی طبیعت آن استاد زمان مخزونست، بہمین نظر آن نقش باطل را مرسل ساختہ، مرقوم کہ آنچہ فطرت کمالت سرشار نہ پسندد، خامۂ اعجاز نگار را بر پرچۂ ثانیہ علاوہ ازین مجموعۂ پریشانی بہ تلافیش تکلیف تحریر دہند. وباسرع ازمنہ دیدۂ سفیدان این دیار را از سرمۂ جواہر آگین جواب باصواب مسرور وشادمان سازند». شرح قصائد بدر چاچی، جسکا فرمان مین ذکر ہی، مولوی محمد عثمان خان بہادر مدار المہام کی تصنیف ہی. خان موصوف نواب خلد آشیان کی خدمت مین عہد ولیعہدی سی آمد ورفت رکھتی تھی. زبان فارسی اور حساب وغیرہ سی بخوبی واقف، اور قدری عربی آشنا تھی. جب نواب صاحب تخت نشین ہوی، تو ان کا تقرب اور رسوخ یہانتک بڑھا، کہ ریاست کی مدار المہام بنادئی گئی. مزاج مین قدری درشتی اور جبر تھا. اسوجہ سی ۱۱ ربیع الاول سنہ ۱۲۹۰ھ (۱۸۷۳ع) کو ایک پٹھان کی ہاتھ سی زخمی ہوکر ۱۲ ماہ مذکور کو انتقال کرگئی (اخبار الصنادید، ج ۲، صفحہ ۱۵۲-۱۵۶).

(۳) اس نثر سی مذکورۂ بالا تقریظ شرح قصائد بدر چاچی مراد ہی.

اردو کا دیوان ایك شخص کو دیا ہے. فارسی دیوان کا شیرازہ کھولکر چند شخصون کے حوالے کیا ہے. بعدِ اتمامِ تحریر نذر کیا جائیگا[(١)] . بھائی ضیاء الدین خان[(٢)] کا مجموعۂ نثر و نظمِ فارسی و اردو، سراسر دیکھا ہوا میرا، جو اونکے کتابخانہ مین تھا، غدر مین لٹ گیا. بعدِ غدر ذوقِ شعر باطل اور دل افسردہ ہو گیا. دو تین غزلین، فارسی، ہندی، جو لکھی ہین، اوسکا انتخاب بھی پہنچیگا.

تم سلامت رہو ہزار برس　　ہر برسکے ہون دن پچاس ہزار

---

(١) نواب صاحب نے ١٣ ربیع الثانی سنه ١٢٨٣ ھ مطابق ٢٥ اگست سنه ١٨٦٦ ع کو میرزا صاحب کو تحریر فرمایا تھا: « ... مطلب دگر، جو کہ راقم کو ترتیب بیاض اشعار منتخبۂ اساتذۂ پارسی و اردو کی منظور ہے، اسواسطے حواله خامۂ محبت نگار کے ہوتا ہے کہ آپ انتخاب دیوان فارسی اور اردو اپنی کا فرماکر مع انتخاب کلام ضیاء الدین خانصاحب لطف کرین، تا شامل انتخاب کے، جو اس سرکار مین عمل مین آیا ہے، ہو جاے ». میرزا صاحب نے حسب الحکم اردو دیوان کا انتخاب ٧ ستمبر کو اور فارسی کلیات کا انتخاب ٢٤ ستمبر کو ارسال کیا. یہ دونون انتخابات جو حسب تصریح فرمان مورخه ١٩ جمادی الاولی سنه ١٢٨٣ ھ مطابق ٣٠ ستمبر سنه ١٨٦٦ ع اس تاریخ سے قبل موصول ہو چکے تھے، کتب خانہ سرکاری مین محفوظ ہین، اور ضروری حواشی ومقدمات کے ساتھ انشاء الله عنقریب شائع کئے جائینگے.

(٢) نوابٌ ضیاءالدین احمد خان بہادر نواب احمد بخش خان والئی فیروزپور جھرکہ وجاگیردار لوہارو کے خلف اصغر تھے. انکی چچازاد بہن غالب سے منسوب تھین. لیکن اس نسبتی رشتہ کے علاوہ اہم رابطہ یہ تھا کہ نوابصاحب فن شعر مین غالب کے شاگرد تھے. یہ فارسی مین نیر اور اردو مین رخشان تخلص کرتے تھے(اردوی معلی، صفحه ١٠٠). انکی سلامتی ذوق وحسن طبیعت مسلم ہے. خود میرزا صاحب بھی اسکے معترف تھے، اور انہین اپنا نمونه کہتے تھے. کلیات فارسی مین انکی مدح مین ایك قصیدہ ہے. اوس مین میرزا صاحب فرماتے ہین:

بنکته شیوۂ شاگرد من بمن باناست　　صنم بصورت خود می تراشد آذر من
اگرچه اوست ارسطوی ومن فلاطونم　　بود بپایه ارسطوی من سکندر من

ضیاءالدین خان کے پاس کتابون کا بڑا نایاب ذخیرہ تھا. الیٹ صاحب نے تاریخ ہند کی ترتیب مین اوس سے استفادہ کیا ہے. اس کتب خانہ کے متعلق مرزا صاحب لکھتے ہین: « میرا ایك نسبتی بھائی ہے نواب ضیاءالدین خان سلمه الله تعالی. وہ میری نظم ونثر کو فراہم کرتا رہتا تھا. چنانچه مجمع نثرین، اور کلیات نظم فارسی اور کلیات نظم اردو سب نسخے اوسکے کتب خانہ مین تھے. وہ کتابخانہ کہ، ڈر کر عرض کرتا ہون، ٢٠ ہزار روپیه کی مالیت کا ہوگا، لٹ گیا. ایك ورق نہین رہا» (عود ہندی، صفحه ٢٩). نواب ضیاءالدین خان بہادر نے سنه ١٣٠٢ ھ مطابق سنه ١٨٨٣ ع مین وفات پائی. میر مہدی مجروح نے مصرع «اب نه باقی رہی وہ رونق شہر دہلی» سے ہجری سال نکالا ہے (تاریخ لطیف، ص ٢٤١).

اسد اللهِ بیدستگاه. دو شنبه ۱۰ ستمبر سنه ۱۸۶۶ .

(۶۸)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض هے . خاطرِ اقدس مین نگزرے که غالب تعمیلِ احکام مین کاهل هے . بصارت مین فتور . هاتھ مین رعشه . حواس مختل . ناچار کاتب کی تلاش کی . شهر سراسر ویران هے . کاتب کهان ؟ بارے ایك دوست نے کاتب نشان دیا . اردو کا دیوان ، اشعار پر صاد کرکے ، اوسکو حواله کیا . کل وه اجزایِ منقوله آئے . آج بطریقِ پارسل مع اس عرضی کے ارسال کئے . خط کاتب کا مجکو پسند نهین آیا . حضرت کو کیونکر پسند آئیگا . اغلاط اتنے تهے که مجکو تحریر کی برابر محنت پڑی . فارسی کے کلیات کا شیرازه کهولکر اجزا اوسکے احباب پر تقسیم کردئیے هین . جابجا اشعار پر صاد کردئیے هین . وه بهی میرے انتخاب کے مطابق نقل هو رهے هین . بعدِ اتمام وه بهی پیشکش کرونگا . زیاده حدِ ادب .

تم سلامت رهو هزار برس هر برسکے هون دن پچاس هزار

ترحم کا طالب غالب . سه شنبه ۱۸ ستمبر سنه ۱۸۶۶ .

(میرزا صاحب نے اصلاحِ تقریظِ شرحِ بدرِ چاچی کے سلسله مین ۱۹ ستمبر سنه ۱۸۶۶ ع کو ایك عریضه روانا کیا تها . مثل مین اوسکا لفافه موجود هے . میر منشی صاحب لهکتے هین : « اصلِ خط که بمقدمۂ تقریظِ شرحِ بدرِ چاچی بود در حضورِ پرنور ماند »)[1] .

---

(۱) یه عریضه نواب صاحب کی اس تحریر کا جواب تها : « ... نامۂ محبت آئین مع تقریظ بدر چاچی ومضامین اصلاح آگین سرمه‌کش چشم وصول گشته روشنی بخش عیون دیده سفیدان انتظار گردید . چنانچه نظیر همه الفاظ که شاید عجالتاً بامعان نظر ملاحظه نشده مرسل داشته ام . چشم که اگر اقوال این همه اساتذه قابل اعتبار باشد فبها . والا بعد مشاهده از چگونگی آن مطلع سازند . المرقوم ۲ جمادی الاولی سنه ۱۲۸۳ ه مطابق ۱۳ ستمبر سنه ۱۸۶۶ ع » . اس فرمان کی ساتھ فرهنگ جهانگیری و رشیدی وغیره سی تلاش کرکی نظائر روانا کیی گئی تهی . اونکا یهان نقل کرنا باعث طوالت هوگا .

(۶۹)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے. اردو دیوان کا انتخاب بھیج چکا ہون . یقین ہے کہ حضرت کی نظرِ انور سے گزر گیا ہو . آج فارسی دیوان کا انتخاب بطریقِ پارسل اس عرضی کیساتھ بھیجتا ہون . اور بھائی ضیاء الدینخان بہادر نے جو اوراق میرے پاس بھیجے ہین ، وہ بھی اسی پارسل مین رکھدئے ہین . حضرت اس غریب کا مجموعۂ نظم و نثر غدر مین لٹگیا . بعدِ غدر جو کچھ کہا ہے ، وہ یہی ہے جو پہنچتا ہے . اس درویش نے صرف غزلین اور رباعیون کا انتخاب بھیجا ہے. قصائد و قطعات و مثنویات کا انتخاب ابھی نہین بھیجا . اگر حکم ہو تو وہ بھی بھیجون . زیادہ حدِ ادب .

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

عنایت کا طالب غالب . ۲۴ ستمبر سنه ۱۸۶۶ .

(۷۰)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . منشورِ مکرمت ظہور عزِ ورود لایا . سو روپیہ بابت تنخواہِ ماہِ ستمبر سنه ۱۸۶۶ معرضِ وصول مین آیا . اشعارِ فارسی و اردو پہنچے . خدا کرے پسند آئین . افسوس کہ برخوردار نواب مرزا خان نے میرا حال سامعۂ اقدس پر عرض نکیا . حضور ملك و مال جسکو جسقدر چاہین عطا کر سکتے ہین . مین آپ سے صرف راحت مانگتا ہون . اور راحت منحصر اس مین ہے کہ قرضِ باقیماندہ ادا ہوجائے ، اور آیندہ قرض لینے کی حاجت نہ پڑے .

تم سلامت رہو قیامت تك دولت و عز و جاہ روز افزون

اسد اللہ بیدستگاہ . ششم اکتوبر سنه ۱۸۶۶ .

(۷۱)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ھے . اس عنایت نامے مین ایك فقرہ نظر پڑا کہ جس سے مین کانپ اوٹھا . « مرا ازان مشفق واسطۂ تلمذ بودہ است »[1] . یہ ذلیل کو عزت دینی اور دکانِ بے رونق کی خریداری کرنی ھے . مین تو حضرت کو اپنا استاد اور اپنا مرشد اور اپنا آقا جانتا ھون .

بدوِ فطرت سے میری طبیعت کو زبانِ فارسی سے ایك لگاؤ تھا . چاھتا تھا کہ فرھنگون سے بڑھکر کوئی ماخذ مجکو ملے . بارے مراد برآئی . اوز اکابر پارس مین سے ایك بزرگ یہان وارد ھوا . اور اکبرآباد مین فقیر کے مکان پر دو برس رھا . اور مین نے اوس سے حقائق و دقائق زبانِ پارسی کے معلوم کئے . اب مجھے اس امرِ خاص مین نفسِ مطمئنہ حاصل ھے . مگر دعویِ اجتہاد نہین ھے . بحث کا طریق یاد نہین[2] .

میان اِنجو جامعِ فرھنگِ جہانگیری[3] ، شیخ رشید راقمِ فرھنگِ

---

(۱) مرزا صاحب کی ۱۹ ستمبر کی عریضہ کی جواب مین نواب خلد آشیان نی جو فرمان لکھا تھا اوسکا اھم فقرہ مرزا صاحب نی نقل کیا ھی . نواب صاحب فرماتی ھین : « ..... نیسان خامہ کہ در تحریر معانی شعر عرفی و ھم بتحقیق لفظ ارتنگ وارژنگ گوھر بار گردیدہ بر خاطر اخلاص فروش ھر آئینہ مخفی ومحتجب میماند کہ اکثر مالك رقابان علم لغت ارتنگ وارژنگ رابمعنی واحد پنداشتہ اند. وعامۂ مفسران کلام شیرازی مشار « آشیان چیدن » را مرادف آشیان بستن نگاشتہ . چنانچہ نظیر ھر یکی ملفوف عنبرین نامۂ ھذاست بمطالعہ خواھد رسید . معھذا اگر طبع آن اوستاد زمان بہ ترقیم الفاظ بالا فی الجملہ نفوری داشتہ باشد ھمچنان حوالۂ قلم نمایند کہ مبحوث عنہ را از تقریظ اصلاح شدہ چون نفسانیت خود محو سازم. زیرا کہ مرا ازان مشفق واسطۂ تلمذ بودہ است . نہ از عرفی و دیگران . اما نظیریکہ بہ نظرم گذشتہ است ، صرف برای اطلاع بہ نمیقۂ ھذا مندرج گردیدہ . المرقوم ۲۱ جمادی الاول سنہ ۱۲۸۳ ھ مطابق ۲ اکتوبر سنہ ۱۸٦٦ ع » .

(۲) ملا عبد الصمد کی شاگردی کی متعلق اردوی معلی مین متعدد جگہ اور قاطع برھان مین ص ۷ پر میرزا صاحب نی تصریح کی ھی .

(۳) میان انجو کا نام جمال الدین حسین بن شاہ حسن انجوی شیرازی اور لقب عضد الدولہ ھی . انکی آبا واجداد فارس کی شھرۂ آفاق شھر شیراز کی باشندی تھی . یہ وھین پیدا ھوی . بعد ازان بتلاش روزگار ھندوستان آئی ، اور بقول محمد حارثی بدخشی سنہ ۱۰۳۵ ھجری (۱٦۲٦ع) مین آگرہ مین انتقال کیا . فرھنگ جہانگیری ھندوستان کی مغل بادشاہ نورالدین جہانگیر بن جلال الدین اکبر کی نام معنون ھی .

رشیدی[1] عظمای عجم مین سے نہین. هند انکا مولد. ماخذ انکا اشعار قدما. هادی انکا ان کا قیاس. ٹیك چند[2] اور سیالکوٹی مل[3] انکے پیرو. سبحان الله هندی بهی، اور هندو بهی! نورٌ علی نور!!

فقیر اشعار قدما کا معتقد. اون لوگون کے کلام کا عاشق. مگر جو لغات اونکے کلام مین هین، اوسکے معنی تو اهل هند نے اپنے قیاس سے نکالے هین. مین انکے قیاس پر کیونکر تکیه کرون. اب جو پیر و مرشد نے لکھا که «ارتنگ و ارژنگ متحد المعنی اور آشیان ساختن و بستن و چیدن گھونسلا بنانے کے معنی پر هے»، تو مین نے بے تکلف مان لیا. لیکن نه اون صاحبون کے قیاس کے بموجب، بلکه اپنے خداوند نعمت (کے)[4] حکم کے مطابق.

تم سلامت رهو قیامت تك　　دولت و عز و جاه روز افزون

انصاف کا طالب غالب. ۷ اکتوبر سنه ۱۸۶۶[5].

---

(۱) شیخ رشید کا نام عبد الرشید الحسنی هے. انکے آبا واجداد مدینهٔ منوره کے رهنے والے تهے. یه خود شهر ٹھٹه مین پیدا هوئے. منتخب اللغات اور فرهنگ رشیدی انکی تصنیف هین. خزانهٔ عامره (ص ٤٢٤، نولکشور پریس) مین انکا سال وفات ۱۰۷۷ هجری (۱۶۶۶ع) لکھا هے.

(۲) لاله ٹیکچند بهار تخلص بهار عجم کے مولف هین. یه خان آرزو متوفی سنه ۱۱۶۹ هجری (۱۷۵۵ع) کے شاگرد اور اردو، فارسی کے شاعر تهے.

(۳) سیالکوٹی مل وارسته تخلص مصطلحات شعرا کے مصنف هین. یه میر محمد علی رائج سیالکوٹی متوفی سنه ۱۱٤۹ھ (۱۷۳۶ع) کے شاگرد تهے.

(٤) یهان لفظ «کے» ساقط هوگیا هے. آینده عریضه مین مرزا صاحب نے اس عبارت کو دوهرایا هے. وهان یه لفظ موجود هے. اسلئے مین نے بریکٹ مین بڑها دیا.

(۵) اصل خط میں سهواً ۱۷ تاریخ درج هوگئی هے. صحیح سات هے. اسلئے که اولا تو خود میرزا صاحب هی نے اس خط کے لفافه پر ۸ اکتوبر تاریخ لکهی هے. جسکے یه معنی هین که تاریخ کتابت کے دوسری دن یه خط پوسٹ کیا گیا تها. ثانیاً نواب خلد آشیان نے اس خط کا جواب، جو آگے آرها هے، تیره اکتوبر کو دیا هے. اور ظاهر هے که جس خط کا جواب تیره کو لکھا جائے وه خود ستره کا مکتوب نهین هو سکتا. میرزا صاحب کے عریضه کے بعض کنایات سے ناخوش هوکر نوابصاحب نے جواباً تحریر فرمایا: «... مکتوب حیرت اسلوب مشعر اختراع معنی غلط نسبت هندی نژادان پیشین ودیگر اعتراضها، واین که راقم را طریقهٔ بحث یاد نیست، موصول مطالعه گشته، باعث استعجاب عظیم گردید. از آنجا که تا حال ورای تحقیق وتنقیح امور علمیه، که معاذ الله از مناظره ومناقشه بچشم حق بین دور می نماید، امری دیگر بظهور نیامده. وآنچه حالی خاطرم بود بی ریب و ربح حوالهٔ قلم دقائق سنج گردیده. لیکن می نازم بر ذهن موشگاف آن فرید زمان که (باقی)

(۷۲)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت ۔

بعدِ تسلیم معروض هے ۔ آج سـه شنبه ۱٦ ماه اکتوبر کے دن کو باره بجے کهانا کهاکر بیٹها تها ، که توقیعِ وقیع آیا ۔ پڑهتے هی کانپ اوٹها ، اور عالم نظر مین تیره و تار هوگیا ۔ اگر حضور کے ارشادات کو بحث تعبیر کیا هو ، تو مجهے جنابِ الهی اور حضرتِ رسالت پناهی کی قسم! اگرچه فاسق و فاجر هون ، مگر وحـدانیّتِ خـدا اور نبوتِ خاتم الانبیـا کا بدل معتقد اور بزبان معترف هون ۔ خدا و رسول کی قسم جهوٹی نکهاؤنگا ۔ انکارِ بحث سے مراد یه تهی ، که شعرایِ هند کے کلام مین جو غلطیان نظر آتی هین ، یا هندی فرهنگ لکهنے والون کے بیان مین جو نادرستی ، اور باهم جو اونکے عقول مین اختلاف هین ، اوس مین مین کلام نهین کرتا ۔ اپنی تحقیق کو مانے هوئے هون ۔ اورون سے مجهے بحث نهین ۔ با همه ضعفِ حافظه یاد هے که آخر مین یه بهی لکهدیا تها که « ان دونون باتون کو مین نے مانا ۔ لیکن نه فرهنگ لکهنے والون کی رای کے بموجب ۔ بلکه اپنے خداوند کے حکم کے

(بقیه) نوشته‌ام را بر بحث واجتهاد محمول نموده ۔ امثال این کنایه های تو ، مثل نسبت استادی بجانب راقم ، ولفظ بحث ، که هر دو خلاف واقع ومورث رنج وعنـا است ، نگاشتند ۔ پس اگر آن مشفق را همچنین منظور باشد ، اشارتی سازند که واسطۂ ترسیل رسائل از فیمابین برداشته شود ۔ ورنه بنان خامه را بامور خارج المبحث تکلیف نداده باشند ، که نتیجه اش سوای صداع الراس امری بخیال نمی رسد ۔ وراقم پایۂ اعتبار محققان که صاحب تصانیف مقبول انام بوده اند ، از خود زیاده دانسته بحوالۂ کلام شان پرداخته ۔ اگر نزد آن صمیم چاوید آنهـا قابل قبول نبود ، بایستی که بمهران نمط تحریر میساختند ۔ مصلحت اینقدر اطنـاب سخن از فهم همچو منی بیرون ۔ زیاده ازین نوشتن حکمت بلقمان آموختن است ۔ المرقوم ۳ جمادی الثـانیه سـنه ۱۲۸۳ هجری مطـابق ۱۳ اکتوبر سنـه ۱۸٦٦ع » ۔ چونکه نوابصاحب کی اس فرمان سی اظهار ناخوشی وناراضگی هوتا تها ۔ میرزا صاحب نی فوراً معذرت نامه مورخه ۱٦ ماه اکتوبر لکهکر طلب عفو کیا ۔ نوابصاحب نی معذرت قبول کرتی هوئی تحریر فرمایا : « ...... حالا که آن مهربان بتـاویلش پرداختند از آن دفع شکوك لاحقـه گردید ۔ خاطر لطف مظاهر مقرون جمعیت باشـد ۔ المرقوم ۲۱ جمادی الثانیه سنه ۱۲۸۳ هجری مطابق ۳۱ اکتوبر سنه ۱۸٦٦ع » ۔ لیکن اس کی بعد نوابصاحب نی پهر کوئی نثر اصلاح کیلئی نهین بهیجی ۔ جسکی یه معنی هین که ان کی طبیعت کا تکدر کلیة دور نهین هوا ۔

مطابق » . یہ کلمہ موجبِ عتاب نہین ہوسکتا . اور اگر اسکو گناہ سمجھا جائے . « آخر گناہگار ہون کافر نہین ہون مین » . گناہ معاف کیجیے اور نویدِ عفو سے مجکو تقویت دیجیے .

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس‌کے ہون دن پچاس ہزار

عفو کا طالب غالب .

(۷۳)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . حضور کے لشکرِ نصرت اثر کا بسپہ سالاریِ نوابِ معلی القاب جناب مہدی علیخان بہادر[۱] اکبرآباد پہنچنا، اور خیامِ فلك احتشام کا وہان نصب ہونا، اور رامپور سے اکبرآباد تك گھوڑون کی ڈاك کا بیٹھنا، اور حضرت کا سنبھل تك بسبیلِ ڈاك تشریف لیجانا، اور وہان مزاجِ اقدس کا ناساز ہونا، اور دار السلطنت کو معاودت فرمانا، یوماً فیوماً مسموع ہوا . غرض اس عرضداشت کی تحریر سے یہ ہے، کہ حصولِ جواب سے آبرو، اور خیریت و عافیتِ مزاجِ مبارك سے عز و اطلاع پاؤن .

اخبار مین مسطور، اور شہر مین مشہور ہے، کہ حضرت اجلاسِ کونسل کیواسطے حسب الحکمِ گورمنٹ کلکتہ کو تشریف لیجائین گے . نمکخوار دعا گوئی و مدح گستری مین بہانہ طلب رہتا ہے . اس تقریب کا ایك قطعۂ تاریخِ سنہ ۱۸٦٦ عیسوی رقم کیا ہے . عرض کرتا ہون . اگر پسند آئے تو اجازت ملجائے کہ اسکو کسی اخبار مین چھپوا دون[۲] :

---

(۱) صاحبزادہ سید مہدی علیخان بہادر، نواب سید غلام محمد خان بہادر کی پوتی، صاحبزادہ سید حفیظ اللہ خان بہادر کی بیٹی، اور نواب خلد آشیان کی چچا تھی . شعر وسخن کا شوق تھا اور نحیف تخلص کرتی تھی . ابتدا مین نواب فردوس مکان سی تلمذ تھا . آخر مین میر احمد علی رسا کی شاگرد ہوئی . ٤۷ برس کی عمر پائی . ستائیسوین ماہ رمضان کو سنہ ۱۲۸۹ھ (۱۸۷۲ ع) کو رحلت فرمائی . (انتخاب یادگار، صفحہ ۳۸٤، وتاریخ لطیف، صفحہ ۲۲۹) .

(۲) نواب خلد آشیان بہادر کی کلکتہ تشریف لیجانیکی متعلق صاحب اخبار الصنادید (ج ۲، ص ۱٤۰) نی لکھا ہی کہ : « مسٹر جان انگلس صاحب کمشنر و ایجنٹ ریاست نی نواب سید کلب علی خان سی (باقی

قطعہ

چو نواب از بہرِ اجلاسِ کونسل به کلکته از رامپور آورد رخ
عدو را بگیر و بکش زود وی را بجو سالِ اجلاس از «بختِ فرخ»
چو گویند کز کُشتنِ وی چه خواهی بگو حذفِ اعدادِ «وی» اینت پاسخ

اینت لغتِ پارسی هے، مرادف خہے و زہے. اور قتل کا مشارالیه لفظ (وی) هے جس کے ١٦ عدد هین. اور (وی) کا مشار (عدو) هے. «بختِ فرخ» کے ١٨٨٢. جب اس مین سے ١٦ کم کئے تو ١٨٦٦ رہے. زیاده حدِ ادب.

تم سلامت رهو هزار برس هر برس کے هون دن پچاس هزار

(١٨ نومبر سنه ١٨٦٦)(١).

(بقیه) هونہاری و بلند اقبالی کے آثار دیکھکر بہت جلد آنریبل ایڈمنڈ ڈریمنڈ صاحب لفٹنٹ گورنر صوبجات متحده کے حضور مین رپورٹ کی. اور انهون نے لارڈ لارنس صاحب گورنر جنرل کی خدمت مین نواب سید کلب علیخان کی لیاقت خدا داد کی اطلاع کی. گورنر جنرل نے باظہار مسرت مثل نواب سید یوسف علیخان کے نواب سید کلبعلیخان کو بهی ایجسلیٹیو کونسل مین ممبر تجویز کیا. نوابصاحب نے هنگام استمزاج باوجود ناچاقی طبیعت و ضعف باقتضای عزم بلند ممبری قبول کی. ٢٠ شعبان سنه ١٢٨٣ هجری مطابق ٢٨ دسمبر سنه ١٨٦٦ ع کو رامپور سے علیگڑه تک گاڑی کی ڈاك مین اور علیگڑه سے کلکته تك تخمیناً پانسو همراهیون کیساتھ ریل کے ذریعه سے گئے. اثنای راه مین کانپور، الهآباد، اور بنارس وغیره هر مقام پر حکام نے استقبال کیا اور سلامی سر هوئی. مہراجه ایسری پرشاد نرائن سنگھ صاحب جی، سی، ایس، آئی والی کاشی نریس نے بنارس مین بنظر اتحاد قدیمی دهوم سے دعوت کی. کلکتے مین گورنر جنرل کی طرف سے بطرز مرغوب استقبال هوا. سلامی سر هوئی. آب و هوای کلکته نے انکے مزاج سے بهی مخالفت کی. اور طبیعت جادۂ اعتدال سے منحرف رهی. پهر بهی کونسل مین کئی اجلاس کئے. جب ناسازی زیاده بڑهی تو حسب اصرار گورنر جنرل ڈاکٹر بیلی سے علاج شروع هوا. ڈاکٹر کی رای هوئی که آب و هوا یہانکی انکے مخالف هے. بلکه قیام کلکته سے امراض شدید لاحق هونیکا اندیشه هے. مگر نوابصاحب نے اسے قبول نکیا. جب گورنر جنرل کو اسکا علم آیا، تو بمقتضای محبت خاص بکمال اصرار واپس کیا. ٢٧ رمضان سنه ١٢٨٣ ھ مطابق ٣ فروری سنه ١٨٦٧ ع کو کلکتے سے رامپور واپس هوئے. میرزا صاحب کے عریضه نمبر (٧٥) کے لفافه سے معلوم هوتا هے که نواب صاحب محلۂ کاشی پور کے مکان نمبر ٥ اور ٧ مین قیام فرما هوے تهے. مرزا صاحب کا قطعۂ تاریخ حسب الحکم حضور اخبار دبدبۂ سکندری مین طبع هوا اور ٣٠ نومبر کو اسکی اطلاع ان الفاظ مین میرزا صاحب کو دیگئی: «تاریخ مذکوره که بر طرز نو و عدیم المثال است در اخبار دبدبۂ سکندری رامپور طبع گردیده شد».

(١) خط مین کاتب کا نام اور تاریخ درج نہین. مین نے قوسین مین لفافه کی تاریخ اضافه کردی هے.

(۷٤)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ھے . ایك عرضداشت بھیج چکا ھون . اوسکا جواب نہین پایا[۱] . امیدوار ھون که اس عرضداشت کے جواب سے محروم نرھون . کل دن کو دس بجے سنا که عالیجناب نواب مہدیعلیخان بہادر بسواریِ ریل آئے ، اور املی کے محلے مین ٹھرے ھین . کھانا کھاکر فوراً سوار ھوا . وھان جاکے سنا که نوابصاحب ریل کے اسٹیشن پر گئے ھین . گھنٹا بھر بیٹھا رھا که حضرت آئے . آگے غازیآباد کے اسٹیشن پر سے سواری ھوتی تھی . اب ولی محمد سوداگر کی کوٹھی کے پاس سے[۲] ، جو بیگم کے باغ کے عقب ھے ، نیا اسٹیشن قرار پایا ھے . سو صاحبزاده صاحب نے آپ کے حضور مین اطلاع کی ھے . دیکھئے حضرت غازیآباد سے سوار ھوتے ھین یا شھر مین سے . واسطے خـدا کے مجکو اپنے روزِ ورود و وقتِ ورود سے اطلاع بخشین . اور اس عرضی کا جواب ایسا جلد عنایت ھو که فقیر بیسر و سامان اپنا سامان درست کر رکھے[۳] .

حضرت کی توجہِ باطنی ، جو ھمیشه میری مصلحِ حال اور افزایشِ عز و وقار کی کفیل ھے ، بعد اداءِ شکرِ الھی اوسکا سپاس بجا لاتا ھون . پیش از غدر گورمنٹ کے دربار مین ۷ پارچے ، اور جیغه ، سرپیچ ، مالایِ

---

(۱) میرزا صاحب نے جس عرضداشت کا حواله دیا ھے وه اور اوسکا جواب دونون مثل مین موجود نہین. غالباً نوابصاحب کی حضور تك نه پہنچی .

(۲) یہان لفظ (سے) زیاده معلوم ھوتا ھے .

(۳) اس عریضه کے جواب مین ۲۲ دسمبر سنه ۱۸٦٦ ع کو نواب خلد آشیان نے تحریر فرمایا : «... چون راقم عنقریب روانۂ کلکته می شود . چنانچه برای انتظام گاڑیہای ریل رفعت و عوالی مرتبت محمد اصغر علی خان رسالدار را روانۂ آنجا نموده شد . و هنوز تاریخ رسیدن بمقام اسٹیشن ریل دهلی مقرر نگشته ، لهذا حوالۂ خامۂ مودت نگار می شود ، که حال تقرر تاریخ رسیدن آنجا از خان معزی الیه دریافت نموده شود » . بہت ممکن ھے که مرزا صاحب نے اصغر علی خان صاحب رسالدار سے تاریخ دریافت کی ھو . لیکن مجھے اسکا کوئی ثبوت نہین مل سکا .

مروارید ، تین رقمین جواهر کی مجکو ملتی تهین . بعدِ غدر اگرچه پنسن اور دربار بحال رها ، لیکن خلعت موقوف هوگیا . نواب لفٹنٹ گورنر بهادر پنجاب[1] کا کل ۱۲ پر چار بجے دربار تها . حکم سب درباردارون کو پهنچ گیا تها . مین نواب مهدی علیخان صاحب کو رخصت کرکے گهر آیا . دو گهنٹے کے بعد دربار مین گیا . خیال یهی که ملاقات هوگی . ایك رباعی کاغذِ مذهّب پر لکهی هوئی نذر کرونگا . کلماتِ عنایت سنکر چلا آؤنگا . نه مجهے کچه احتمال . نه صاحب کمشنر بهادر شهر کو علم . بارے بر وقتِ ملاقات تعظیمِ معمولی اور مصافحه کرکے لاڑد صاحب نے کهڑے کهڑے جیغه ، سرپیچ میری ٹوپی پر باندها . اور فرمایا «یه هم نے آپ کے واسطے رکها تها» . مالای مروارید میر منشی نے گلے مین ڈالدی . یه پارچے سات مرحمت هوئے . دوشاله ، ۱ . کمخواب کا تهان ، ۱ . بنارسی تهان سنهری بوٹے ، ۱ . بنارسی سیلا ، ۱ . الوان کی چادر کناره کلابتون ، ۱ . کناویز کا تهان ، ۱ . الوان کی چادر بے کناره ، ۱ . مین اس عطیه کو آپ کی بخششِ معنوی سمجها هون . اور دوسری بخشش ، یعنی اس خط کے جواب کے جلد حاصل هونے ، کا متوقع هون . زیاده حدِ ادب .

تم سلامت رهو هزار برس هر برس کے هون دن پچاس هزار

عرضداشت کے جواب کا طالب غالب . روزِ سه شنبه ۱۸ دسمبر سنه ۱۸۶۶ .

---

(۱) سر ڈانل میکلوڈ صاحب مراد هین . یه لفٹنٹ جنرل ڈنکن میکلوڈ کی هان فورٹ ولیم ، کلکته ، مین ۶ جون سنه ۱۸۱۰ ع کو پیدا هوی . ولایت جاکر تعلیم پائی . سنه ۱۸۲۸ ع مین هندوستان واپس هوی ، اور صوبهٔ بنگال مین ملازمت اختیار کی . ۱۸۳۱ ع سی ۱۸۴۹ ع تك اضلاع ساگر و نربدا ، اور بنارس مین رهی . ۱۸۵۴ ع مین پنجاب کی جوڈیشل کمشنر هوی . غدر سنه ۵۷ ع مین لاهور مین تهی . ۱۸۶۵ ع سی ۱۸۷۰ ع تك پنجاب کی لفٹنٹ گورنر رهی . اور ۲۸ نومبر سنه ۱۸۷۲ ع کو لندن کی زمین‌دوز ریل کی ایك حادثه سی انتقال کر گئی . یه مشرقی علوم و فنون کی بڑی حامی تهی ، اور چاهتی تهی که دیسی زبانون مین مغربی علوم کی تعلیم دیجای . پنجاب یونیورسٹی انهی نی قائم کی هی .

(۷۵)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . حضرت کا رونق افزایِ کلکتہ ہونا از رویِ شمارِ رفتارِ ریل یقینی ہے . مگر وہان کی آب و ہوا کا موافق آنا ، اور جناب لاڑد صاحب بہادر[۱] سے ملاقات کا ہونا ، اور اجلاسِ کونسل کا وقوع مین آنا ، یہ امور جب تك حضرت رقم نفرمائینگے ، دعا گو کے خیال مین کیون کر آئینگے . ناچار جرات بہم پہنچاکر اس عرضداشت کے جواب مین ان حالات کے انکشاف کا امیدوار ہون[۲] .

پیر و مرشد ! حضرت کے تصدق سے قرض ادا ہو گیا . تنخواہ نے قسط سے ، اور مین نے رنج سے رہائی پائی . ہم بدل و ہم بزبان ثناخوانِ جود و نوال ، و دعا گویِ دوامِ دولت و اقبال ہون . آدھا قرض عطیۂ سابق مین ، اور آدھا قرض عطیۂ حال مین ادا ہوگیا . کہ نہین سکتا ، اور بن کہے بنتی نہین . اگر دونون لڑکون کا پچاس روپئے مہینا جنوری سنہ ۱۸٦۷ یعنی ماہِ حال و سالِ حال سے جاری ہوجایگا اور ماہ بماہ فقیر کے روزینہ کے ساتھ پہنچا کریگا تو آپ کا نمکخوار پھر کبھی قرضدار نہوگا . زیادہ حدِ ادب[۳] .

---

(۱) لارڈ لارنس مراد ہین ، جو ۱۲ جنوری سنہ ۱۸٦٤ ع سی ۱۲ جنوری سنہ ۱۸٦۹ ع تك ہندوستان کی وائسرائی اور گورنر جنرل رہی تھی .

(۲) اس سلسلہ مین نواب خلد آشیان نی ۲۱ جنوری سنہ ۱۸٦۷ ع کو تحریر فرمایا : « مشفقا ! مخلص بخیریت تمام بتاریخ ٦ جنوری سنہ حال فائز مقام کلکتہ گردید . و ملاقات جناب مستطاب معلی القاب نواب گورنر جنرل بہادر دام شوکتہم و دیگر صاحبان عالیشان و نیز اجلاس کونسل بعنوان شایستہ و طرز بایستہ بپایۂ حصول رسید » .

(۳) دونون لڑکون سی باقر علی خان اور حسین علی خان مراد ہین . یہ دونون زین العابدین خان عارف ، مرزا غالب کی متبنی بیٹی کی لڑکی تھی . میرزا صاحب چاہتی تھی کہ ان دونون کو ریاست رامپور کا باقاعدہ وظیفہ خوار بنا دین . لیکن اون کی زندگی مین یہ خواہش پوری نہوئی . البتہ میرزا صاحب کی انتقال کی بعد حسین علیخان بزمرۂ شعرا ملازم ہوگئی تھی .

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برسکے ہون دن پچاس ہزار
فیض کا طالب **غالب** . معروضۂ ۸ جنوری سنه ۱۸٦۷[۱] .

(۷٦)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . بہت دن تك متردد رہا ، که حضرت کلکتے ہین یا رامپور . چنانچه ایك عرضداشت اوسی تردد مین بهیجی بهی ہے . ہنوز جواب کے آنے کی مدت منقضی نہین ہوئی . خیر اوسکے جواب پر کیا موقوف ہے . یه تو جان لیا که حضرت رونق افزایِ رامپور ہین . مگر یه کیونکر جانون[۲] که اب به خجستگی و فرخندگی یہین رونق افزا رہینگے ، یا پهر کلکتے تشریف لیجائینگے . خیر اس بیعلمی کو سہل سمجھ لیا که جو کچھ ہوگا معلوم ہو جایگا . مگر یه کیونکر جانون که مزاجِ اقدس کیسا ہے . اور جب تك یه نجانون تو آرام کیونکر آئے . یہان سے رامپور تك برابر تار برقی بهی نہین جو خبر منگواؤن . آج ۱٤ فروری کی ہے . یه خط بهیجتا ہون . اگر جواب آئے تو ۹ دن مین . مجکو اتنے دن صبر کیونکر آیگا . الہی آج یا کل کوئی نوازشنامه خداوند کا آجائے ! زیاده حدِ ادب .

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برسکے ہون دن پچاس ہزار
خیر کا طالب **غالب** . ۱٤ فروری سنه ۱۸٦۷[۳] .

(۷۷)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . توقیعِ عطوفت عزِ ورود لایا . (سو روپیه

(۱) میرزا صاحب نے یه عریضه کلکته کے پته سے لکھا تھا . چنانچه لفافه پر « کلکته . محله کاشی پور . خانه نمبر ۷ اور نمبر ۵ » ایڈریس تحریر ہے .
(۲) اصل خط مین سہواً (جاؤن) رقم ہو گیا ہے .
(۳) لفافه پر ۱۵ فروری درج ہے . غالباً دوسری دن پوسٹ کیا گیا تھا .

تنخواہِ)[۱] فروری سنہ ۱۸٦۷ حال کا معرضِ وصول مین آیا. اس درویش کا حال اب قابلِ گزارش نہین. امراضِ قدیم بڑھگئے. دورانِ سر، اور رعشہ، اور ضعفِ بصر، تین بیماریان نئی پیدا ہوئی ہین. قلم نہین بنا سکتا، لڑکون سے بنوا لیتا ہون. برسون کی بات نہین رہی. ہفتون کی یا مہینون کی زندگی رہ گئی ہے.

تم سلامت رہو قیامت تك دولت وعز و جاہ روز افزون

زیادہ حدِ ادب. نجات کا طالب غالب. ۱۳ مارچ سنہ ۱۸٦۷.

(۷۸)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. کل صبح کو دو گھڑی دن چڑھے نوروز ہے. آج یہ قطعہ ہات تمام کر لکھکر حضور کی نذر بھیجتا ہون.

نوروز و دو عید از دو جانب امسال خوب ست زروی وضع و نیك ست بفال

امید کہ این سہ عید نذرِ نواب آرند دوامِ عمر، و عز، و اقبال

تم سلامت رہو قیامت تك

دولت و عز و جاہ روز افزون

نجات کا طالب غالب. چہار شنبہ ۲۰ مارچ سنہ ۱۸٦۷.

(۷۹)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم و تعظیم معروض ہے. ہنڈویِ ملفوفۂ نوازشنامہ کے ذریعہ سے سو روپیئے مارچ کی تنخواہ کے وصول ہوئے.

(۱) بریکٹ کی عبارت میرزا صاحب سی سہواً چھوٹ گئی تھی. مین نے دیگر عرایض سی ایزاد کردی ہی، تاکہ کلام تمام ہوجائی.

ایك رباعی بھیجتا ہون ، اور یہ چاہتا ہون ، کہ دبدبۂ سکندری کے آغاز مین اسکے چھاپنے کا التزام رہے .

آن کیست کہ جسمِ ملك را جان باشد   آن کیست کہ ہمسرِ سلیمان باشد
آن کیست کہ انجمش بفرمان باشد   کس نیست مگر کلبِ علی خان باشد

☆ تم سلامت رہو ہزار برس ☆
☆ ہر برسکے ہون دن پچاس ہزار ☆

نجات کا طالب غالب . ٦ اپریل سنہ ١٨٦٧ .

(٨٠)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . نمایشگاہِ سراسر سورِ رامپور کا ذکر اخبار مین دیکھتا ہون ، اور خونِ جگر کھاتا ہون ، کہ ہائے مین وہان نہین ! بالاخانے پر رہتا ہون . اوتر نہین سکتا . مانا کہ آدمیون نے گود مین لیکر اوتارا ، اور پالکی مین بٹھادیا . کہار چلے . راہ مین نہ مرا ، اور رامپور پہنچ گیا . کہارون نے جا کر بینظیر مین میری پالکی رکھدی . پالکی قفس ، اور مین طائرِ اسیر . وہ بھی بے پر و بال . نہ چل سکون . نہ پھر سکون . جو کچھ اوپر لکھ آیا ہون ، یہ سب بطریقِ فرضِ محال ہے . ورنہ ان امور کے وقوع کی کہان مجال ہے . بارے تین بیت کا قطعۂ تاریخ بھیجتا ہون . اگر پسند آئے ، تو مین خوشنودیِ مزاجِ مبارك سے اطلاع پاؤن(١) .

---

(١) انتخاب یادگار (ص ٩٠) اور اخبار الصنادید (ج ٢ ، ص ١٣٩) سے معلوم ہوتا ہے ، کہ نواب خلد آشیان نے سنہ ١٢٨٢ ھجری مطابق سنہ ١٨٦٥ ع مین باغ بینظیر کی نمایش کا آغاز کیا . موخرالذکر لکھتے ہین : « سنہ ١٢٨٢ ھجری مطابق سنہ ١٨٦٥ ع سے باغ بینظیر مین ایك میلہ جاری کیا . آٹھ روز بڑی رونق سے یہ میلہ رہتا تھا . مال بکثرت آتا تھا . باغ مین بہت سی دوکانین ہوتی تھین اور روھیلکھنڈ کے اکثر معزز روسا اس میلے مین شریك ہوا کرتے تھے . نوابصاحب خود بھی آٹھ روز برابر وہین مقیم رہتے . اور اکثر اوقات دوکانون پر تشریف لیجا کر اسباب خریدتے . قسم قسم کے جلسے ، طرح طرح کے تماشے ہوا کرتے تھے . بائیس میلے نوابصاحب نے کئے . تیئیسوان میلہ قریب تھا کہ رحلت کی » .

نمایشگہے در خورِ شانِ خویش   برآراست نوابِ عالی جناب
به بین چون طرب را نہایت نماند   بود سالِ آن «بخششِ بیحساب»
خدایا! پسندد خداوندگار   که از طبعِ غالب رود پیچ و تاب

«بخششِ بیحساب» کے بارہ سو پچاسی ہوتے ہین. «طرب» کی نہایت بای موحدہ ہے. جب وہ نرہی، تو دو عدد گھٹے، اور ۱۲۸۳ رہ گئے. فہو المقصود. اگر حضرت کی مرضی ہو، تو دبدبۂ سکندری مین یہ تاریخ چھاپی جائے.

تم سلامت رہو ہزار برس   ہر برسکے ہون دن پچاس ہزار

داد کا طالب غالب. ۱٤ ماہِ اپریل سنہ ۱۸٦۷ عیسوی.

(۸۱)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. توقیعِ وقیع عزِّ ورود لایا. اپریل سنہ ۱۸٦۷ کی تنخواہ کا سو روپیہ[۱] معرضِ وصول مین آیا. زیادہ حدِ ادب.

تم سلامت رہو قیامت تك   دولت و عز و جاہ روز افزون

نجات کا طالب غالب. (۱٤ مئی سنہ ۱۸٦۷)[۲].

(۸۲)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ ادایِ مدارجِ تسلیم سونچتا ہون، کہ کیا لکھون. ہے ہے مین کیون جیتا رہا، جو صاحبزادہ محمد حسن خان کے مرنے کی خبر سنون، اور خداوندِ نعمت کو تعزیت کے کلمات لکھون. مین نیم جان نمرون، اور وہ نوجوان مرجائے[۳].

---

(۱) میرزا صاحب نے لفظ (روپیہ) کے اوپر حسابی رقوم مین سو روپیہ کی تعداد لکھی ہے.
(۲) خط مین تاریخ درج نہین تھی. مین نے لفافہ سے یہ تاریخ اضافہ کردی ہے.
(۳) صاحبزادہ محمد حسن خان بہادر نواب سید غلام محمد خان بہادر کے پرپوتے اور نواب خلد آشیان کی صاحبزادی حیات النسا بیگم ملقب بہ عالیہ سلطان بیگم کے شوہر تھے. انھون نے عین عالم جوانی مین انتقال کیا. نواب خلد آشیان کیلئے یہ واقعہ بہت روح فرسا تھا. اسلئے میرزا صاحب نے اسقدر پراثر تعزیت نامہ ارسال کیا (اخبار الصنادید، ج ۲، ص ۲۳۰).

سروِ چمنِ سروری افتاد ز پاهای !!

حضرت کے رنج و اندوہ کا تصور اور مارے ڈالتا ھے۔ دوسری محرم کو علی بخش خان خانسامان مرے[1]۔ تیسری کو یہ واقعۂ ھوشربا پیش آیا۔ یہ تو آپ کا فرزندِ دلبند تھا۔ جو اسکا غم ھو وہ بجا ھے۔ پر فقیر جانتا ھے کہ علی بخش خان کے مرنے کا بھی حضرت کو بڑا رنج ھوا ھوگا۔ ایسے کار گزار، دیانتدار، ھوشمند، مزاجدان کہان پیدا ھوتے ھین۔ بہرحال «رَضِیْنَا بِرِضَاءِ اللّٰہِ»۔ حضرت کے سامنے صبر، و ثبات، و تسلیم، و رضا مین کلام کرنا ادریس کو حکمت پڑھانی، اور خضر کو راہ بتانی ھے۔

تم سلامت رھو ھزار برس ھر برس کے ھون دن پچاس ھزار

غالب۔ ١٤ مئی سنہ ١٨٦٧۔

(٨٣)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعدِ تسلیم معروض ھے۔ ورودِ توقیعِ وقیع سے فیض پایا۔ سو روپیے[2] مئی سنہ ١٨٦٧ کی تنخواہ کا معرضِ وصول مین آیا۔

تم سلامت رھو ھزار برس ھر برس کے ھون دن پچاس ھزار

اسد اللّٰہِ بیدستگاہ۔ ١١ جون سنہ ١٨٦٧۔

(٨٤)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعدِ تسلیم معروض ھے، کہ توقیعِ وقیع عزِّ ورود لایا۔ اوسکی ملفوفہ ھنڈوی سے تنخواہِ جون سنہ ١٨٦٧ کا سو روپیہ مین نے پایا۔

---

(١) علی بخش خان خانسامان کی سلسلہ مین عریضہ نمبر ٢٤ کا حاشیہ ملاحظہ ھو۔

(٢) میرزا صاحب نے یہان لفظ (روپیے) کیساتھ، جو جمع ھی، فعل (آیا) استعمال کیا ھی۔ چونکہ یہ قواعد زبان کی بہت ابتدائی غلطی ھی، اسلئی اسی سہو تصور کرنا چاھئی۔

تم سلامت رهو هزار برس هر برسکے هون دن پچاس هزار
هوا خواه **اسد الله** . ١٥ جولائی سنه ١٨٦٧ .

(٨٥)

حضرت ولیِ نعمت آیهٔ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض هے . بموجب تحریرِ میرزا رحیم الدین بهادر حیا[۱] کے ، فاضل شطرنج باز کو خرچ دیگر روانه کیا .

تم سلامت رهو قیامت تك دولت و عز و جاه روز افزون
اسد الله بیدستگاه . ٢٢ جولائی سنه ١٨٦٧ .

(٨٦)

حضرت ولیِ نعمت آیهٔ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض هے . آپ کے غلامِ زر خرید ، یعنی حسین علیخان ، کی منگنی هوگئی . اور اپنے کنبے مین هوئی . یعنی نواب احمد بخش خان مرحوم کے حقیقی بهائی کی پوتی سے . اور رجب کا مهینا قرار پایا . اب میرے بڑهاپے اور میری مفلسی کی شرم آپ کے هات هے .

نکهون آپ سے تو کس سے کهون مدعایِ ضروری الاظهار
تم سلامت رهو هزار برس هر برسکے هون دن پچاس هزار
نجات کا طالب **غالب** . ١٩ اگست سنه ١٨٦٧ ع[۲] .

---

(۱) صاحبعالم میرزا رحیم الدین بهادر حیا بن مرزا کریم‌الدین رسا دلی کی شاهزاده اور شاه نصیر کی شاگرد تهی . سنه ١٢١٢ ھ مین پیدا هوی . غدر سنه ٥٧ ع سی قبل نواب فردوس مکان کی طلب پر رامپور تشریف لائی ، اور یہین سنه ١٣٠٤ ھ مین نواب خلد آشیان کی وفات کی آٹھ دن بعد ٩٤ سال کی عمر مین فوت هوی . انهین شعر و شطرنج کا بهت شوق تها . اردوی معلی (صفحه ٨٢) سی معلوم هوتا هی که مرزا صاحب نی حیا کی دیوان کا دیباچه لکها تها .

(۲) اس عریضه کی لفافه پر سهواً ٢٩ اگست درج هوگیا هی . نواب خلد آشیان نی ٢٦ ربیع الثانی سنه ١٢٨٤ ھ مطابق ٢٨ اگست سنه ١٨٦٧ ع کو جواباً تحریر فرمایا : « .... چونکه مفاوضهٔ بهجت طراز سی منشای خاص آپ کا بخوبی منکشف نهوا . اسواسطی حواله خامهٔ محبت نگار کی هوتا هی ، که آپ خلاصهٔ مکنون خاطر محبت مظاهر سی مطلع کیجی . که بمقتضای انضباط روابط موانست قدیمه جو بات که ممکن هوگی ، وه ظهور مین آئیگی . خاطر جمع رکهئی » .

(٨٧)

آن کیست کہ جسمِ ملك را جان باشد آن کیست کہ ھمسرِ سلیمان باشد
آن کیست کہ انجمش بفرمان باشد کس نیست، مگر کلبِ علیخان باشد

حضرت ولیّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ھے. عنایت نامہ عزِ ورود لایا. اوس مین یہ حکم مندرج پایا، کہ حسین علیخان کی شادی کے باب مین «خلاصۂ مکنونِ خاطر» عرض کرون. حکم بجا لاتا هون، اور عرض کرتا هون.

مجملاً یہ کہ مین درِ دولت کا گدایِ خاك نشین، اور وہ آپ کا غلام. تفصیل یہ کہ میرے پاس نقد، جنس، اسباب، املاك، اور میرے گھر مین زیورِ زرینہ و سیمینہ کا نام و نشان نہین. هت اودھار قرض کوئی دیتا نہین. آپ روپیہ عنایت فرمائین، تا یہ کام سر انجام پائے. اور بوڑھے فقیر کی برادری مین شرم رہ جائے.

دوسری بات یہ کہ سو روپئے آپ کی سرکار سے بطریقِ خیرات اور باسٹھ روپئے آٹھ آنے[1] مہینا انگریزی سرکار سے بعوضِ جاگیر پاتا هون. عالم الغیب جانتا ھے، کہ اس مین میرا بڑی مشکل سے گزارا هوتا ھے. بہو کو کہان سے کھلاؤنگا. حسین علیخان کی کچھ تنخواہ مقرر هوجائے. لیکن توقیعِ تنخواہ اوس کے نام جاری نہو. بلکہ اوس کی زوجہ حُسن جہان بیگم بنتِ اکبر علیخان کے نام وہ تنخواہ مقرر هو، اور اوس کی مُہری رسید سے ملا کرے. زرِ مصرفِ شادی کی مقدار اور تنخواہ کی مقدار جو خداوند کی همت اور اس کنگال اپاھج کی قسمت. زیادہ حدِ ادب.

تم سلامت رهو هزار برس هر برس کے هون دن پچاس هزار

(١) یہان میرزا صاحب نے صرف حسابی رقم لکھی ھے. مین نے سہولت طباعت کے خیال سے رقم کو الفاظ مین تبدیل کردیا ھے.

نجات کا طالب غالب. ۵ ستمبر سنه ۱۸٦۷[1].

(۸۸)

حضرت ولیّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعـــدِ تسلیم معروض ہے. عنایت نامه عزّ ورود لایا. الله اکبر! حضرت نے غمخواری و تفقد و درویش نوازی کو اوس پایه پر پہنچـایا، که شاہانِ عجم مین سلطان سنجر[2] نے اور شاہانِ ہند مین شاہجہان[3] نے ملازمون کی اتنی پرسش اور نوازش کی ہوگی. باقر علیخـــان[4] کی شادی نواب

---

(۱) اس عریضه کی جواب مین نواب خلد آشیان نی تحریر فرمایا تھا: «...... چونکه آن مشفق تعداد مصارف شادی مجوزۂ خود تحریر ننموده اند، لہذا حوالۂ خامۂ محبت نگار میشود، که اول از تعداد مصارف شادی مطلع نمایند. بعد دریافت آن درین خصوص تجویز مناسب بعمل خواهد آمد؛ چراکه بمقتضای موانست و اتحاد قدیمه راقم را خوشنودی آن مہربان دراموِر مناسبه مد نظر است .... المرقوم ۱۸ جمادی الاول سنه ۱۲۸٤ ہجری مطابق ۱۸ ستمبر سنه ۱۸٦۷ع».

(۲) سلطان سنجر بن ملك شاه سلجوقی سنه ۵۱۱ ھ (۱۱۱۷ ع) مین بادشاه ہوا، یه بڑا اولوالعزم اور صاحب جود وکرم بادشاه تھا. اگرچه آخر مین معرکون مین ناکام رہا، لیکن اسکی ابتدائی حکومت فتوحات کی وسعت کی بدولت تاریخ کا روشن باب ہی. یه علم وہنر اورشعر و سخن کا بھی بڑا قدردان اور مربی تھا. رشید وطواط، اور انوری وغیره اسکی درباری شعرا مین شمـار ہوتی ہین. اسنی انوری کی کاشانه کو اپنی قـدوم میمنت لزوم سی دو بار شرف بخشا. آخر مین ترکمانون کی ہاتھ مین گرفتار ہوگیا تھا. وہان سی بدقت آزاد ہوا، تو ۱۱ ربیع الثانی سنه ۵۵۲ ھ (۱۱۵۷ ع) کو دست قضا نی پکڑ لیا.

(۳) شاہجہان ہندوستان کی مغل خاندان سلاطین کا پانچوان حکمران تھا. ۲۹ ربیع الاول سنه ۱۰۰۲ ھ (۱۵۹۳ع) مین رانی بالمتی دختر راجه اودیسنگه والی جودھپور کی بطن سی پیـدا ہوا. ۳۵سال کی عمر مین سـنه ۱۰۳۷ ھ (۱٦۲۷ ع) کو اپنی والد جہـانگیر کی انتقـال کی بعـد مسند حکومت پر قـدم رکھـا. اور سنه ۱۰٦۸ ھ (۱٦۵۷ ع) مین اپنی لڑکی عالمگیر اورنگ زیب کی حق مین تاج وتخت ہند سی دست بردار ہوکـر آگره کی قلعـه مین جا بسـا. موجوده دلی اسی کی آباد کی ہوئی ہی. یه بڑا سخی داتا اور شہرۂ آفاق قدردان علم و ہنر بادشـاه گزرا ہی. دلی کی مسجد جامع اور لال قلعه، اور آگره کی عدیم النظیر روضـه تاج محل کا بانی ہی. اسکی قـدردانی اور قدر افزائی کا یه عالم تھـا، که مختلف موقعون پر شاعرون کو روپیه اور اشرفیون مین تلوادیا اورکئی سخن گسترون کی منه ہیری اورموتیون سی بھر دئی. اس نی آگره مین سنه ۱۰۷٦ ھ (۱٦٦۵ع) کو وفات پائی، اور تاج محل مین اپنی بیوی کی برابر مدفون ہوا.

(٤) باقر علی خان مـیرزا صاحب کی بی‌بی کی حقیقی بھـانجی نواب زین العابدین خان عارف کی بڑی لڑکی تھی. میرزا صاحب کی اپنی بچی نه جئی، تو اونکی بی‌بی نی عارف کو بیٹا بنا لیا. وه بڑی لایق اور خوشگو شاعر ہوی. مرزا صاحب کو اون سی دو چند محبت تھی، کیونکه وه سعادت مند بیٹی ہی نه تھی، (باقی)

ضیاء الدینخان کے ہان ہوئی. اونہون نے کھانے جوڑے کے دو ہزار روپیہ دیئے. اور میری زوجہ نے پانسو روپئے کا زیور لگا کر پچیس سو روپیے صرف کئے. حسین علیخان کا سسرا، یعنی اکبر علیخان، اپنے خاندان کا ہے. لیکن امیر نہین. نوکری پیشہ ہے. اب یہ مین کیونکر عرض کرون کہ مجھسے کیا دو. سائل ہون. یہ رسم نہین کہ سائل مقدارِ سوال عرض کرے. حالِ مصارفِ شادیِ خاندان لکھدیا ہے. دو ڈھائی ہزار مین شادی اچھی ہو جائیگی. لیکن یہ بھی ساتھ عرض کرتا ہے، کہ میرا حقِ خدمت اتنا نہین کہ اسقدر مانگ سکون. جو کچھ دوگے، اوس مین شادی کر دونگا. زیادہ حدِ ادب.

تم سلامت رہو قیامت تک دولت و عز و جاہ روز افزون

نجات کا طالب غالب. معروضۂ ۲٤ جمادی الاول سنہ ۱۲۳۸ مطابق ۲۳ سنہ ۱۸۷٦ فردایِ ورودِ ہمایون منشور[۱].

(۸۹)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. فرمانِ والا مع ہنڈویِ تنخواہِ ستمبر سنہ ۱۸٦۷ عزِّ ورود لایا. سو روپیہ[۲] معرضِ وصول مین آیا. زیادہ حدِ ادب.

(بقیہ) قابل فخر شاگرد بھی تھی. لیکن میرزا صاحب اور اونکی بی بی کی بدقسمتی کہ وہ عین جوانی مین فوت ہوگئی. مرزا صاحب نی اونکی دو بچون کو پوتون کی طرح پالا. باقر علی خان جو بڑی تھی، جوان ہوکر اپنی والد کی خلف الرشید ثابت ہوی. یہ شعر کہتی تھی، اور کامل تخلص تھا. مرزا صاحب کی ساتھ دونون مرتبہ رامپور آئی. جوان ہوکر الور مین ملازم ہوگئی تھی. اردوی معلی (صفحہ ۳۲۱ - ۳۲۳) سی معلوم ہوتا ہی کہ انکی ایک لڑکی بھی تھی. انھون نی جوانی مین سنہ ۱۲۹۳ ھ (۱۸۷٦ع) کو انتقال کیا (تاریخ لطیف، ص ۱۹۱).

(۱) اس عریضہ کی تاریخون مین میرزا صاحب سی سہو ہوا ہی. در اصل اونھین سنہ ۱۲۸٤ھ اور ۱۸٦۷ع لکھنا چاہئی تھا. اسیطرح انگریزی مہینہ کا نام بھی بھول گئی ہین. البتہ لفافہ کی تاریخ مین ماہ و سنہ انگریزی یون لکھا ہی (۲۳ ستمبر سنہ ۱۸٦۷). لفافہ کی پشت پر میر منشی صاحب کا نوٹ ہی «پیش نمودہ شد. ہنوز حکم تحریر جواب صادر نشدہ. ۲۸ ستمبر سنہ ۱۸٦۷ ع».

(۲) اسکی اوپر حسابی رقم بھی تحریر ہی.

تم سلامت رہو قیامت تك   دولت و عز و جاہ روز افزون

ترحم کا طالب غالب . ۱۰ اکتوبر سنه ۱۸٦۷ .

(۹۰)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . دبدبۂ سکندری مین حضرت کے مزاج کی ناسازی کا ذکر دیکھکر جو مجھ پر گزری ، میرا خدا جانتا ہے . مگر یه بڑی بات ہے که اوسی ذکر کیساتھ افاقت و رفعِ مرض کی بھی نوید مندرج تھی . توقع ہے که حضرت ا مفصل حال مرض کے پیدا ہونے کا اور پھر رفع ہونے کا اور فی الحال مزاجِ اقدس کیسا ہے ، میر منشی کو حکم ہوجائے ، که حضور کی زبانی خط مین مجھے لکھ بھیجین .

تم سلامت رہو ہزار برس   ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

غالب . ۱۸ اکتوبر سنه ۱۸٦۷[1] .

(۹۱)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . ایك قطعه ۱۵ شعر کا بھیجتا ہون . حضور ملاحظه فرمائین . مضامین کی طرز نئی . مدح کا انداز نیا . دعا کا اسلوب نیا . زیادہ حدِ ادب[2] .

تم سلامت رہو ہزار برس   ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

---

(۱) اس عریضه کے جواب مین لکھا گیا تھا : « مشفقا ! فی الحقیقت مزاج راقم از مرکز اعتدال منحرف شدہ بود . و حالا ہم طبیعت خوب صاف نیست و تجویز استعمال مسہلات در پیش . ۲۹ اکتوبر سنه ۱۸٦۷ ع » .

(۲) یه قطعه مثل مین موجود نہین ہے . لفافه کی پشت پر میر منشی صاحب کا ایك نوٹ ہے . اوس سے معلوم ہوتا ہے که نوابصاحب نے قطعه منشی امیر احمد امیر مینائی کو دیدیا تھا . میر منشی صاحب کے الفاظ یه ہین : « پیش نمودہ شد . حضور پر نور بعد ملاحظه قصیدہ حوالۂ منشی امیر احمد صاحب فرمودند . ۹ نومبر سنه ۱۸٦۷ ع » . نوابصاحب نے ۱۸ نومبر سنه مذکور کو قطعه کی رسید مین تحریر فرمایا : « ... مفاوضه عدیم المعاوضه مع یك قطعه بمضامین نو وطرز نادر رنگ افروز چہرۂ وصول گردید . و از ملاحظه مضامین نوش انشراح دل بحصول انجامید » .

نجات کا طالب غالب . ٥ رجب سنه ۱۲۸٤ هجری[۱] .

(۹۲)

حضرت آیۂ رحمت ولیِّ نعمت سلامت[۲] .

بعدِ تسلیم معروض هے . کل ١٦ دسمبر کو نومبر کی تنخواه کی هنڈوی پہنچی . وه بهی سعادت منــد منشی سیلچند کے خط مین ملفوف . دیر مین هنڈوی کا پہنچنا یك طرف . حضرت کے توقیعِ وقیع کے مشاهده سے آنکهون کا روشن نہونا میری سیاه بختی کی دلیل هے . زیاده حدِ ادب .

تم سلامت رهو هزار برس   هر برس کے هون دن پچاس هزار

نجات کا طالب غالب . ۱۷ دسمبر سنه ۱۸٦۷ .

(۹۳)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض هے . آج روزِ شنبه یکم ماهِ رمضان المبارك سنه ۱۲۸٤ هے ، به اتفاقِ حسابِ دوج و نگارشِ جنتری .

روزِ روزه است و روز ناپیداست   غلظتِ ابر و شدتِ سرماست

چونکه دهوپ تو نظر هی نہین آتی ، ناچار دن رات آگ تاپتا هون ، اور هر وقت کانپتا هون .

ماهِ صیام مین سلاطین و اُمرا خیرات کرتے هین . اگر حسین علیخان یتیم کی شادی اسی صیغے مین هوجائے ، اور اس بوڑهے اپاهج فقیر کو روپیه ملجائے ، تو اس مہینے مین تیاری هو رهے ، اور شوال مین رسمِ نکاح عمل مین آئے . اور چونکه اس ماهِ مبارك مین درِ فیض باز ، اور سالِ انگریزی کا

(۱) عریضه کے لفافه پر تاریخ انگریزی ۳ نومبر سنه ۱۸٦۷ تحریر هے .

(۲) یہان میرزا صاحب نے الفاظ کی قدیم ترتیب کو بدلدیا هے .

بھی آغاز ہے ، وہ پچیس[۱] روپئے مہینا جو زبانِ مبارك سے نکلا ہے ، جنوری سنہ ۱۸٦۸ سے بنامِ حسین علیخان مذکور جاری ہوجائے ، تو مجھے گویا دونون جہان ملگئے .

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

لکھا ہوا یکم رمضان اور بھیجا ہوا دوم رمضان کا . عطا کا طالب غالب[۲] .

(۹٤)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . منشورِ رافت عزِّ ورود لایا . ہنڈویِ ملفوفه سے سو روپیه بابت تنخواہِ دسمبر سنه ۱۸٦۷ معرضِ وصول مین آیا .

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

توجّه کا طالب غالب . ۱٤ جنوری سنه ۱۸٦۸ عیسوی .

(۹۵)

داد و دهشِ تو روز افزون بادا بر دولتِ تو زمانه مفتون بادا

این عید و دوصد هزار عیدِ دیگر بر ذاتِ تو فرخ و همایون بادا

نجات کا طالب غالب . جمعه ۲۸ رمضان المبارك سنه ۱۲۸٤ هجری[۳] .

(۹٦)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . منشورِ عطوفت ظہور عزِّ ورود لایا . اور

(۱) میرزا صاحب نے روپیه کی تعداد حسابی رقم سے بھی ظاہر کی ہے .

(۲) اس عریضه کے لفافه پر میرزا صاحب نے یکشنبه دوم رمضان و ۲۹ دسمبر لکھا ہے . نواب خلد آشیان نے جواباً ٦ جنوری سنه ٦۸ ع مطابق ۱۰ رمضان سنه ۱۲۸٤ ھ کو جو فرمان تحریر فرمایا ہے ، اوس مین میرزا صاحب کے اصل مدعا کا کوئی تذکرہ نہین .

(۳) اس قطعه کیساتھ مثل مین کوئی عریضه منسلك نہین . غالباً بلا عریضه ارسال ہوا . لفافه پر انگریزی تاریخ ۲٤ جنوری سنه ۱۸٦۸ ع تحریر ہے . اس قطعه کی رسید مین نواب خلد آشیان نے ۵ فروری سنه ۱۸٦۸ ع کو تحریر فرمایا : « قطعۂ مبارکباد عید الفطر بطرز نغز و مضامین شرف افزا موصول گشته ساز و برگ فرحت و انبساط افزود » .

اوسکی ملفوفه هنڈوی سے جنوری سنه ۱۸٦۸ حال کا سو روپیه معرضِ وصول مین آیا .

تم سلامت رهو قیامت تك دولت و عز و جاه روز افزون

نجات کا طالب غالب . ۱۳ فروری سنه ۱۸٦۸ .

(۹۷)

حضرت ولیّ نعمت آیهٔ رحمت سلامت .

عرضِ مدارجِ عز و نیاز کے بعد نوازشنامه کے پهنچنے کا اور تنخواه فروری سنه ۱۸٦۸ کے پانے کا شکر بجا لاتا هون . سبحان الله ! کیا برکت هے اس سو روپیئے مین ، که سو آدمی روٹی کهاتے هین ، اور اس فقیر کے بهی سو کام نکلجاتے هین .

مرزا حسین علیخان کی شادی رجب کے مهینے مین قرار پائی تهی . عطیهٔ حضور کے نه پهنچنے کے سبب ملتوی رهی . آج جو ذیقعده کی ۱۵ هے ، ۱۵ دن یه اور مهینا ذی الحجه کا . اگر اسی ذیقعده کے مهینے مین کچه حضرت عطا فرمائین گے ، تو آخرِ ذی الحجه تك نکاح هو جائیگا . خدا کرے خداوند کے ضمیر مین یه بهی گزرے که غالب جب بهو بیاه لائیگا ، تو اوسکو روٹی کهان سے کهلائیگا . غرض اس سے یه که حسین علیخان کی تنخواه جاری هو جائے . حضرت ! کوئی ایسا نهین که جو میرے مطالب حضور مین عرض کرتا رهے ، اور مجهے بار بار لکهتے هوے شرم آتی هے .

تم سلامت رهو هزار برس هر برس کے هون دن پچاس هزار

نجات کا طالب غالب . ۹ مارچ سنه ۱۸٦۸[1] .

---

(۱) عریضه کے لفافه پر دوشنبه نهم مارچ سنه ۱۸٦۸ تاریخ درج هے . چونکه اس سے یوم روانگی متعین هوتا تها ، اسلئے یهان نقل کرنا مناسب سمجها گیا .

(۹۸)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . منشورِ عطوفت ظہورِ عزّ ورود لایا . سو روپیہ کا کاغذ خط کے لفافے مین سے پایا . اپریل سنہ ۱۸٦۸ کی تنخواہ کا روپیہ معرضِ وصول مین آیا .

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

(دوشنبہ ۱۱ اپریل سنہ ۱۸٦۸)[۱] .

(۹۹)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . شوقِ قدمبوس نے تنگ کیا . جب دیکھا کہ کسیطرح جا نہین سکتا ، ناچار اپنا نقشا اوتروایا ، اور خدمتِ عالی مین روانہ کیا . جب تک کہ مین جیتا ہون ، تب تک اس صورت سے حاضر رہونگا . زیادہ حدِ ادب .

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

عنایت کا طالب غالب . ۲۷ مئی سنہ ۱۸٦۷[۲] .

---

(۱) عریضہ مین کاتب کا نام اور تاریخ کتابت دونون درج نہین . البتہ لفافہ پر میرزا صاحب نے ۱۱ اپریل سنہ ۱۸٦۸ تحریر کیا هی . لیکن یہ درست نہین . اولا اسلئے کہ ڈاکخانہ کی انگریزی مہر مین ۱۱ مئی لکہی گئی هی . ثانیاً اسلئے کہ اس عریضہ مین تنخواہ اپریل کی اطلاع دی هی . اور یہ مسلم هی کہ اپریل کی تنخواہ اپریل مین نہین ملتی ، مئی مین ملتی هی . اسلئے اسکو ۱۱ ماہ مئی سنہ ٦۸ ع کا ہونا چاہئے .

(۲) میرزا صاحب نے سہواً سنہ ٦۷ ع لـهکدیا هی . صحیح تاریخ ۲۷ مئی سنہ ۱۸٦۸ ع هی . اسلئے کہ اولا تو جون سنہ ٦۸ ع کے نوشتہ عریضہ مین اسکی رسید طلب کی هی اور اوس مین اس خط کو « سابق کا عریضہ » لکہا هی . جس سے ظاہر ہوتا هی کہ دونون عریضون کے درمیان کسی تیسری عریضہ کا فصل نہین تہا . ثانیاً اسی عریضہ کے لفافہ کی پشت پر میر منشی صاحب کا حسب ذیل نوٹ هی : « تصویر بعد ملاحظہ سپرد سید مجاور علی صاحب شد . ۲ جون سنہ ۱۸٦۸ ع » . اس سے صاف ظاہر هی کہ یہ واقعہ سنہ ٦۸ ع کا هی . اگر سنہ ٦۷ ع کا ہوتا ، تو اوسی سال میرزا صاحب تقاضای رسید کرتے ، اور اوسی وقت سرکار یہ تصویر ملاحظہ فرما کر سید مجاور علی صاحب کو دیتے .

(١٠٠)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ھے . آج چوتھا دن ھے ، که توقیعِ وقیع عزِ ورود لایا ھے . ھنڈویِ ملفوفه کی رو سے تنخواہِ مئی سنه ١٨٦٨ کا سو روپیه معرضِ وصول مین آیا ھے . جواب کے جلد نه لکھنے کی وجه یه ھے ، که مین گرمی کی شدت کے سبب سے ، اور احتباسِ ھوا سے که جو لازمۂ موسمِ برسات ھے ، بیکارِ محض ھوگیا ھون . مطلق کچھ لکھ نہین سکتا . اور کوئی ایسا شخص ، که جس سے کچھ لکھواؤن ، اس چار روز مین میرے پاس نہین آیا . آج اسوقت ایك صاحب آگئے . اون سے مین نے یه عریضه لکھوا لیا .

پیر و مرشد ! سابق کے عریضه کیساتھ مین نے اپنی تصویر حضور مین بھیجی ھے . اوسکی رسید اس نوازشنامه مین مرقوم نتھی . مجکو یه اندیشه ھے ، که کہین وه لفافه ڈاك مین تلف نه ھوگیا ھو . اگر اوسکی رسید سے شرفِ اطلاع پاؤن ، تو دلجمعی ھوجائے [(١)] .

تم سلامت رھو ھزار برس ھر برسکے ھون دن پچاس ھزار

١٥ جون سنه ١٨٦٨ ع . نجات کا طالب غالب [(٢)] .

(١٠١)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ھے . کل منشورِ عطوفت عزِ صدور لایا . جولائی سنه ١٨٦٨ کا سو روپیه [(٣)] بذریعۂ ھنڈوی وصول پایا .

---

(١) نوابصاحب نے جوابی فرمان مورخه ٧ جولائی سنه ٦٨ ع مین تحریر فرمایا ھے : « شبیه آن مشفق وصول شادمانی آورده از فرط محبتھا متصور شد » . اس تصویر کے علاوه میرزا صاحب نے جہان جہان اپنی تصویرین بھیجی تھین ، اونکے لئے اردوی معلی ، ص ٢٠ ، ٢٣ ، ٣٤ ، ١٢٦ ، ٢٣٧ ، ٢٤٧ ملاحظه ھو .

(٢) اس عریضه مین صرف (طالب غالب) میرزا صاحب کے قلم کا لکھا ھوا ھے .

(٣) الفاظ کے اوپر میرزا صاحب نے حسابی رقوم بھی لکھی ھین .

تین التماسین سابق پیش ہوئی تہین . سو اب پہلے برخوردار نواب مرزا خان کی تحریر سے ، اور پھر جناب مظفر حسین خان بہادر[۱] کے خط سے اون خواهشون کے منظور و مقبول ہونے کی نوید پائی . انشاء اللہ الکریم حسبِ ارشادِ حضور اسی برس ٦٨ مین آمدِ زمستان یعنی نومبر و دسمبر مین میرا قرض بھی ادا ہوجایگا ، اور حسین علیخان کی شادی بھی ہوجایگی ، اور اوسکے واسطے اوسکی زندگی تك تنخواہ جداگانہ مقرر ہوجایگی .

با کریمان کارها دشوار نیست

عرضداشتِ ہوا خواہ اسد اللہ . معروضۂ ۱۳ ماہِ اگست سنہ ۱۸٦٨ .

تم سلامت رہو قیامت تك دولت و عز و جاہ روز افزون

(۱۰۲)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تقدیمِ مدارجِ تسلیم معروض ہے . توقیعِ رافت عزِ ورود لایا . مین نے ہنڈویِ ملفوفہ کے ذریعہ سے بابت تنخواہِ اگست سنہ ۱۸٦٨ سو روپیہ وصول پایا .

نکہون آپ سے تو کس سے کہون مدعایِ ضروری الاظہار

(۱) مظفر حسین خان بہادر ابن مسیح الدولہ حکیم علی حسین خان بہادر لکھنوی نواب خلد آشیان کی مصاحب تھی . ان کی والد مسیح الدولہ شاہ اودھ کی طبیب خاص تھی . لیکن سلطنت اودھ کی بساط اولٹجانی کی بعد یہ خاندان بھی ترك وطن پر مجبور ہوا . رامپور اوس زمانہ مین صاحبان علم و ہنر کا ملجاو ماوی تھا . مظفر حسین خان اور انکی بھائی احسان حسین خان نی بھی سنہ ۱۸٦٧ ع مین اس دربار دربار کا قصد کیا . نواب خلد آشیان نی ان دونوںٔ کی کا حقہ قدر و منزلت کی . مظفر حسین خان صاحب علم اور ایك نہایت عمدہ ذخیرۂ مخطوطات و مطبوعات کی مالك تھی . نواب صاحب نی اون سی یہ پورا ذخیرہ خرید کر سرکاری خزانۂ کتب مین شامل فرما لیا . ان تمام کتابون پر مظفر حسین خان کی دستخط ثبت ہین ، اور متعدد نسخون پر جا بجا حواشی بھی پائی جاتی ہین . خود ان کی اپنی مصنفہ متعدد رسالی بھی کتب خانہ مین موجود ہین . یہ عربی زبان مین لکھی گئی ہین ، اور فلسفہ و حکمت سی متعلق ہین . میرزا غالب سی انکی روابط تھی . اسلئی جب یہ رامپور آئی ہین ، تو میرزا صاحب نی منشی سیلچند سی انکی درباری قدر و منزلت کی متعلق استفسار کیا تھا . ملاحظہ ہو مکتوب نمبر ۱۱٤ ، مجموعۂ ہذا .

پیر و مرشد! حسین علیخان کے سسرال والون کا بڑا تقاضا ہے. زندگی مشکل ہوگئی ہے. بطریق «شیئاً للہ» سوالِ مختصر یہ ہے، کہ جو حضرت کے مزاج مین آوے، وہ عطا کیجیے. اور حسین علیخان کے نام جداگانہ تنخواہ مقرر کر دیجیے. لیکن یہ دونون امر جلد صورت پکڑ جائین.

تم سلامت رہو ہزار برس   ہر برسکے ہون دن پچاس ہزار

زیادہ حدِ ادب. عرضداشتِ دولتخواہ **اسد اللہ**. معروضۂ ۷ ستمبر سنہ ۱۸۶۸.

(۱۰۳)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. عنایت نامہ مع سو روپیہ کی ہنڈوی کے عزِ ورود لایا. تنخواہِ ستمبر سنہ ۱۸۶۸ کا روپیہ مین نے پایا.

تم سلامت رہو قیامت تک   دولت و عز و جاہ روز افزون

مشتاقِ مرگِ ناگاہ **اسد اللہ**. ۱۳ ماہِ اکتوبر ۱۸۶۸.

(۱۰۴)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. توقیعِ رافت شرفِ ورود لایا. سو روپیہ[1] بابت تنخواہِ اکتوبر سنہ ۱۸۶۸ از رویِ ہنڈویِ ملفوفۂ خط معرضِ وصول مین آیا. خدا حضرت کو سلامت رکھے! مجھ سے اپاہج نکمّے کو بیعوضِ خدمت تنخواہ دیتے ہو.

تم سلامت رہو ہزار برس   ہر برسکے ہون دن پچاس ہزار

عرضداشتِ **اسد اللہ**. مورخۂ ۱۶ نومبر سنہ ۱۸۶۸.

(۱) یہان میرزا صاحب نے حسابی رقم لکھی تھی. مین نے سہولت طباعت کے خیال سے اوسکو الفاظ مین لکھدیا ہے.

(۱۰۵)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے. کل عریضہ مشعرِ رسیدِ تنخواہِ نومبر سنہ ۱۸۶۸ حال ارسال کرچکا ہون. آج ناچار از روی اضطرار وافتقار پھر یہ عرضی لکھتا ہون .

حال میرا تباہ ہوتے ہوتے اب یہ نوبت پہنچی ، کہ اب کی تنخواہ مین سے ۵٤[1] روپئے بچے. ٦۳[1] روپئے کا چٹھا ماہوار کا سُو سہ‌ماہہ دینا. مجملاً آٹھ سو روپئے ہون ، تو میری آبرو بچتی ہے . ناچار حسین علیخان کی شادی اور اوسکے نام کی تنخواہ سے قطعِ نظر کی . اب اس باب مین عرض کرون کیا مجال . کبھی نہ کہونگا . آٹھ سو روپئے مجکو اوپر دیجیے. شادی کیسی ؟ میری آبرو بچ جائے ، تو غنیمت ہے. برخوردار نواب مرزا خان کے خط مین یہ حال مفصل لکھا ہے . وہ عرض کریگا . مختصر یہ کہ اب میری جان اور آبرو آپ کے ہاتھ ہے. مگر حضور جو عطا فرمانا ہے، جلد ارشاد ہو. زیادہ حدِ ادب .

تم سلامت رہو قیامت تک ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

عرضداشتِ گدای یك در اسد اللهِ مضطر. ١٦ نومبر سنہ ۱۸۶۸ .

(۱۰٦)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے. بہت دن ہوئے ، کہ برخوردار نواب مرزا خان نے مجکو مبارکباد لکھی تھی ، کہ حضور نے تیرے قرض کے ادا کرنے کی نوید دی ہے ، اور مقدارِ قرض پوچھی ہے. سو مین نے اونکو لکھ بھیجا تھا ، کہ آٹھ سو روپئے مین میرا قرض تمام ادا ہوجایگا . اس تحریر سے

(۱) یہان میرزا صاحب نے حسابی رقوم لکھی تھین . مین نے سہولت طباعت کے خیال سے اونکو الفاظ مین لکھدیا ہے .

یاددهی منظور ہے . زیادہ حدِ ادب .

تم سلامت رهو هزار برس   ہر برسکے هون دن پچاس هزار
آرام کا طالب غالب . صبحِ پنجشنبه ١٧ دسمبر سنه ١٨٦٨[(١)] .

(١٠٧)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . عنایت نامه اوراوس مین تنخواہِ دسمبر سنه ١٨٦٨ کی هنڈوی ملفوف پہنچی . جلد یاد آوری کا شکر بجا لایا . حضور قرضخواهون نے بہت عاجز کر رکھا ہے . بس میرا یہی کام ہے که یاد دلادون آگے حضرت مالك هین .

تم سلامت رهو هزار برس   ہر برسکے هون دن پچاس هزار
عرضداشتِ غالبِ گدیه خواه . مرقومۂ روزِ یکشنبه اواخرِ تاریخِ رمضان المقدس سنه ١٢٨٥ ھ[(٢)] .

---

(١) اس عریضه کی لفافه پر ١٥ دسمبر سنه ١٨٦٨ درج هی اور لفافه کی پشت پر نوٹ هی : « پیش نموده شد حکم صادر نشد . ٢٠ دسمبر سنه ١٨٦٨ ع » .

(٢) لفافه پر « دهم جنوری سنه ١٨٦٩ » تحریر هی . یه میرزا صاحب کی آخری تحریر هی . حسین علی خان کی عریضه سی معلوم هوتا هی که جنوری کی تنخواه ١٥ فروری کو میرزا صاحب کی انتقال سی ایك گهنٹه قبل پهنچی تهی ، اسلئی اوسکی رسید اپنی قلم سی نه لکھ سکی . سویم کی روز حسین علی خان نی سرکار کو میرزا صاحب کی انتقال کی اطلاع دیتی هوی لکها : « بتاریخ ١٥ فروری سنه حال مطابق ٢ ذیقعده روز دوشنبه وقت ظهر جناب دادا جانصاحب قبله نواب اسد الله خان غالب عرف مرزا نوشه صاحب نی اس جهان فانی سی رحلت کی . فدوی کچھ عرض نهین کرسکتا که کسقدر رنج والم اس سانحۂ جانگزا و جگر خراش سی لاحق هوا هی . اور نیز جناب دادی صاحبه معظمه کا حال اس رنج سی عالم پیری مین ایسا هوگیا هی که گذارش نهین کیا جاسکتا هی . حضور کا نوازشنامه مع هنڈوی یکصد روپیه بابت تنخواه جنوری سنه ٦٩ ع کی ١٥ فروری کو ایك گهنٹه پہلی انتقال دادا جانصاحب سی شرف صدور لایا تها . رسید هنڈوی واسطی اطلاع حضور کی عرض کیگئی » .

«بخدمت نوابصاحب مشفق و مکرم مظہرِ لطف و کرم
نواب زین العابدین خانصاحب بہادر عرف
کلن میان سلّمہ اللہ تعالی مقبول باد»[1]

(صاحبزادہ سید زین‌العابدین خان بہادر عرف کان میان ولد صاحبزادہ سید اصغر علیخان بہادر ولد نواب سید عبداللہ خان بہادر ابن نواب سید غلام محمد خان بہادر ، نواب فردوس مکان کی همجد تھی . دلی مین پیدا ہوی ، اور وہین نشو و نما پائی . اپنی دادا نواب سید عبداللہ خانصاحب بہادر کی صدر الصدوری میرٹھ کی زمانہ مین اونکی ساتھ رھی . نواب فردوس مکان کی عہد مین رامپور آئی ، اور یہان سی کسی بات پر ناراض ہوکر جیپور چلی گئی ، اور وہین توطن اختیار کرلیا . امیر مینائی نی انتخاب یادگار (ص ۲۱۲) مین انکی متعلق لکھا هی :

«عابد . صاحبزادہ محمد زین العابدین خان عرف کان خان ولد صاحبزادہ محمد اصغر علیخان اصغر ..... بیالیس برس کا سن هی . تلمذ کسی سی نہین . بطور خود کہتی ہین . یہ اونکا کلام هی :

تھا جو اوڑتا هی ہوش کو میری   بوی گیسوی عنبرین ہوتا
تھا نہ کھلتا جو عقدۂ دلکو   کاش ابرو کی تیری چین ہوتا»

انکی دادا میرزا صاحب کی مخلص دوست تھی . اسلئی یہ میرزا صاحب کو اپنا بزرگ اور وہ انھین اپنا فرزند خیال کرتی تھی . لیکن نواب فردوس مکان ان سی آخر مین ناخوش ہوگئی تھی ، اسلئی میرزا صاحب نی ان کی کلام پر اصلاح دینی سی انکار کردیا تھا . صاحبزادہ سید زین‌العابدین خان بہادر نی جیپور مین دسمبر سنہ ۱۸۹۲ ع کو انتقال کیا .)

(۱۰۸)

بندہ پرور !

مہربانی نامہ پہنچا . مین تو سمجھا تھا ، آپ مجکو بھول گئے . بارے یاد کیا . جناب نوابصاحب میرے محسن اور میرے قدردان اور میری امیدگاہ ہین . مین اگر رامپور نہ آؤنگا تو کہان جاؤنگا . یہ جو آپ کہتے ہین کہ تجکو آنے مین تردد کیا ھے ، تردد کچھ نہین ، توقف ھے . وجہ توقف کی یہ کہ مین

(۱) یہ عبارت میرزا صاحب نی لفافہ پر لکھی تھی . مین نی عنوان مین تبرکاً نقل کردی هی .

نے اپنی پنسن کے باب مین چیف کمشنر بہادر کو درخواست دی تھی. وہان سے صاحب کمشنرِ شہر کے وہ درخواست حواله ہوئی. صاحب کمشنرِ دہلی نے صاحب کلکترِ شہر سے کیفیّت طلب کی ہے. پس اگر وہ کیفیّت پنسن کی ہے. تو یہان کی کلکتری کا دفتر اگر نہین رہا نہ رہے. ریئو بوڑد[1] کے دفتر، اور لفٹنٹ گورنری آگرہ، اور نواب گورنر جنرل کلکته کے دفتر اس پنسن کی کیفیّت سے خالی نہین هین. اور اگر میری کیفیّت مطلوب ہے، تو میرا بے جرم اور بری اور الگ ہونا فساد سے از روی دفترِ قلعه و اظہارِ مُخبرین ظاهر ہے. بہر حال صاحب کمشنرِ شہر کیفیّت صاحب کلکتر سے طلب کرکر چیف کمشنر کیساتھ پنجاب کو گئے هین. دیکھئیے کب آوین، اور بعدِ ملاحظۂ کیفیّت کیا حکم دین. مگر تا صدورِ حکم مین یہان سے کہین جا نہین سکتا. هان بعـــد ملنے حکم کے، خواهی دلخواه هو خواهی مخالفِ مدعا، دونون صورت مین رامپور آؤن گا. مگر حیران هون، که جب تك یہان رهون کھاؤن کیا، اور جب چلنے کا قصد هو تو رامپور کسطرح پہنچون. کیا خوب هو که تم یه رقعه اپنے نام کا حضور کو، یعنی حضرت نوابصاحب کو، پڑھوا کر اس مدعایِ خاص کا جواب، جو وہ فرمائین، مجکو لکھ بھیجو. لیکن تم سے یه توقع کیونکر پڑے کسواسطے که تم نے اردو دیوان کے پہنچنے نه پہنچنے کا حال جنابِ عالی سے دریافت کرکر کب لکھا ہے، جو اس بات کا جواب لکھوگے. زیادہ اس سے کیا لکھون. از غالب. نگاشتۂ و روان داشتۂ پنجشنبه ۲۵ مارچ ۱۸۵۸ع. ضروری جواب طلب[2].

---

(۱) اس لفظ کو میرزا صاحب نے اسیطرح لکھا هی. لیکن صحیح «بورڈ» هی.

(۲) خط کی لفافه سی معلوم هوتا هی که میرزا صاحب نے ۲٤ تاریخ کو اسی لکھ لیا تھا، اور یه اراده تھا، که ۲۵ کو پوسٹ کرائینگی، اسلئی ۲۵ مارچ تاریخ لکھدی تھی. لیکن بعد ازان از راه عجلت ۲٤ هی کو ڈاك مین ڈلوا دیا. اصل عبارت یه هی: «در شہر رامپور موصول و بخدمت نوابصاحب مشفق و مکرم مظہر لطف وکرم نواب زین العابدین خانصاحب عرف کان میان سلمه الله تعالی مقبول باد. از غالب یکرنگ. بیرنگ. مرسلۂ ۲۵ مارچ ۱۸۵۸. ضروری. جواب طلب و شتاب طلب. چون عجلت در ارسال مکتوب می بایست، هم بروز چهار شنبه آخر روز ۲٤ مارچ فرستاده شد».

(۱۰۹)

نوابصاحب والا قدر عظیم الشان سلمکم اللہ تعالےٰ.

بعدِ سلامِ مسنون مشہودِ خاطرِ عاطر ہو. سابق آپ کا خط متضمن اردو کے استفتای روزمرہ کا آیا تھا. اوسکا جواب جو مجھے معلوم تھا لکھ بھیجا. اب جو دوسرا خط آیا، اوس مین آپ نے اپنے اشعار بتوقعِ اصلاح بھیجے ہین. آپ کو معلوم رہے کہ مین خاص خدمتِ اصلاحِ اشعار پر جناب نوابصاحب قبلہ کا نوکر ہون، اور آپ حضور کے عزیزون مین اور فرزندون مین ہین. پس مین بے حکم حضور کے آپ کی خدمت بجا نہین لا سکتا. نا چار کاغذِ اشعار مسترد بھیجتا ہون. یہ امر یقین ہے کہ موجبِ ملالِ خاطرِ اقدس نہوگا. بندگی بیچارگی. زیادہ اس سے کیا لکھون، کہ مدعایِ ضروری الاظہار اسیقدر تھا. والسلام. راقم اسد اللہ خان غالب. ۱٤ مارچ سنہ ۱۸٦۵[1].

(۱) زین العابدینخان کے خط کیلئی خط نمبر ۱۱۲ کا حاشیہ ملاحظہ ہو.

«بمطالعۂ منشی صاحب سعادت و اقبال نشان منشی سیلچند صاحب میر منشی سلمہ‌الله تعالی مفتوح باد»[1]

(منشی سیلچند راجه کنورسین کی اولاد مین هین. کنورسین قوم کی کایستھ اور نواب سید علی محمد خان بهادر فاتح روهیلکھنڈ کی معتمد سردار تھی، قلعۂ سرهند کی فتح مین اپنی ولی نعمت کی همرکاب خدمات شایسته انجام دیکر بادشاه دهلی کی دربار سی راجه کا خطاب حاصل کیا. روهیله سلطنت کی ٹکڑی هوی، اور نواب سید فیض‌الله خانصاحب بهادر ریاست رامپور کی والی بنکر اس خطه مین تشریف لائی، تو اونکی رکاب مین تمام وفادار سرداران روهیله کیساتھ منشی صاحب کا خاندان بھی تھا.
منشی سیلچند کی تاریخ ولادت اور جای پیدائش کا صحیح حال معلوم نهوسکا. البته ۲۹ دسمبر سنه ۱۸۹٤ ع کو انکی عمر اکیاسی سال کی تھی. اس حساب سی سنه ولادت ۱۸۱۳ ع قرار پاتا هی. انکا ابتدائی تقرر نواب سید احمد علیخان بهادر کی عهد حکومت مین بعهدۂ ناظر نظامت هوا. بعد ازان عامل (تحصیلدار) مقرر هوی. ۱۸٤٤ ع مین انکی والد نی وفات پائی تو اونکی اسامی پر محکمۂ عالیۂ دار الانشا مین بدلدی گئی. غدر سنه ۱۸۵۷ ع مین ریاست کیطرف سی خبر رسانی و فراهمی رسد وغیره کا کام انجام دیا، اور نواب گورنر جنرل بهادر سی بصلۂ خدمات دربار فتحگڑه مین دوشاله انعام پایا. نواب فردوس مکان نی بھی انکی خدمات کی تعریف مین روبکار جاری فرمایا، اور ایك تلوار عطا کی. نوابصاحب کی وفات کی بعد نواب خلد آشیان اور نواب عرش آشیان نی بھی انکی بهت قدر و منزلت فرمائی. بالآخر پانچ والیان ریاست کی خدمت کر کی ۲۹ دسمبر سنه ۱۸۹٤ ع کو اکیاسی سال کی عمر مین رامپور مین انتقال کیا.

منشی سیلچند کو فارسی مین کافی دستگاه حاصل تھی، اور ملا غیاث الدین رامپوری مولف غیاث اللغات فارسی سی شرف تلمذ تھا. شعر بھی کہتی تھی. اور منشی تخلص کرتی تھی.)

(۱۱۰)

منشی صاحب سعادت و اقبال نشان منشی سیلچند صاحب میر منشی سلّمه الله تعالی.

بعد دعای دوام حیات وترقیِ درجات معلوم فرمائین. اگرچه از روی خطوطِ حضور، صحت وعافیتِ حضور معلوم هوتی هے، لیکن یه کهین سے نهین سنا، که غسلِ صحت کیا، یا کسدن کرینگے. آپ سے یه فقیر کا سوال هے،

---

(۱) یه عبارت میرزا صاحب نی مکتوب مورخه ۲۵ دسمبر سنه ۱۸٦٤ ع کی لفافه پر لکھی تھی. مین نی یهان تبرکاً نقل کردی هی.

که مجکو لکھئیے، که حضرت غسل کسدن فرمائین گے. اور اگر موافق میری آرزو کے نہا چکے هون، تو غسل کی تاریخ سے اطلاع دیجے. خیر و عافیت کا طالب غالب. ۲۵ دسمبر ۱۸٦٤[۱].

(۱۱۱)

منشی صاحب سعادت و اقبال نشان منشی سیلچند صاحب میر منشی کو خدا سلامت رکھے!

مادّهٔ تاریخِ غسلِ صحت کو تم نے غور نہین کیا. ۱۸٦٦ عدد هوتے هین. پهر کیا حضور سالِ آینده غسلِ صحت فرمائین گے؟ یه تو جنوری سال ۱۸٦٥ هین. اس تاریخ کا قطعه کیونکر لکهون[۲]؟

یه جو مین نے قصیدهٔ تهنیت لکهکر بهیجا هے، منشا اسکا یه هے، که شاه کبیر الدین صاحب رامپور سے آئے، اور اونهون نے کہا، که نواب صاحب جمعه کے دن ساتوین تاریخِ شعبان کو نہائین گے. اب تمهاری تحریر سے معلوم هوا، که ماهِ آینده یعنی رجب[۳] مین نہائین گے. خیر وه کاغذ تو حضور کی نظر سے گزریگا. اگر موقع پاؤ تو حضور مین یه ماجرا عرض کردینا که مین نے بموجب

(۱) یه خط نواب فردوس مکان کی غسل صحت کی تاریخ کی متعلق لکها گیا تها.

(۲) منشی صاحب نی میرزا غالب کی مکتوب مورخه ۲۵ دسمبر سنه ٦٤ ع کی جواب مین جو خط تحریر کیا تها، اوس مین ذکر ماه جشن کی بعد درخواست کی تهی که «ایك ماده تاریخ کا فدوی نی نکالا هی. سو عرض کرتا هون. امیدوار هون، که اوسکی دو شعر موزون فرما کر عنایت نامهٔ موسومه فدوی کی مین عنایت فرمائیے. بیت: کاشکر سر اعدا عرض کر تو ای منشی * بندگان عالی کا آج غسل صحت هی». اس شعر کا مصرع ثانی مادهٔ تاریخ هی. چونکه اسکی اعداد ۱۸٦٦ هوتی هین، اسلئی ایك عدد کا تخرجه کیا گیا هی. فقره (کاشکر سر اعدا) بتاتا هی، که اگر سر اعدا یعنی حرف الف کی عدد کو، جو «ایك» هی، ماده مین سی کم کر دیا جائی تو اعداد مطلوبه ۱۸٦٥ حاصل هوجائین گی. چونکه یه قاعدهٔ تاریخ گوئی کی عین مطابق هی اسلئی تعجب هوتا هی. که میرزا صاحب نی اسپر کیون اعتراض کیا.

(۳) میرزا صاحب نی سہواً ماه آینده کو رجب لکهدیا هی. فی الواقع ماه آینده رمضان تها. اسلئی که خط نمبر (۳۹) سی معلوم هوتا هی که اس سال ۱۳ دسمبر کو رجب کی ۱۳ تاریخ تهی. لهذا ۱۹ جنوری کو، جو تاریخ تحریر خط هی، ۱۹ یا ۲۰ شعبان هوگی. اور شعبان کی بعد رمضان آتا هی. رجب نہین آتا.

روایتِ شاہ کبیر الدین کے اسکے ارسال مین جلدی کی ہے[1]. غالب ١٩ جنوری سنہ ١٨٦٥.

(١١٢)

منشی صاحب! عجب اتفاق ہے، کہ حضور اپنے خط مین اپنے مزاجِ مبارك کا حال کچھ نہین لکھتے، اور میرا دھیان لگا ہوا ہے. خدا کیواسطے! تم مفصل حال لکھو، کہ کیا عارضہ باقی ہے، اور صورت کیا ہے؟ دربار بدستور ہوتا ہے یا نہین؟ سوار ہوتے ہین یا نہین؟

زین العابدین خان نے جیپور سے اپنے اشعار اصلاح کیواسطے میرے پاس بھیجے. مین نے اصلاح دینے سے انکار کیا، اور اشعار مسترد کردئے. اون کا خط اور اوسکی پشت پر اوسکے جواب کا مسودہ اس خط مین لپیٹ کر تم کو بھیجتا ہون. پڑھ لو. بلکہ اگر موقع اور محل پاؤ، تو حضور کو بھی پڑھوا دو[2]. والدعا. اسد اللہ خان غالب. ١٤ مارچ سنہ ١٨٦٥.

(١١٣)

منشی صاحب سعادت و اقبال نشان منشی سیلچند صاحب میر منشی کو فقیر غالب کی دعا پہنچے. یہ خط[3] مین نے ایك شبانہ روز کی فکر مین حضور کو لکھا ہے. مگر مسودہ جو ہر بار کچھ کا کچھ ہوتا رہا، اس سبب سے

---

(١) اشعار تہنیت کیلئی عریضہ نمبر ٣٦ کا حاشیہ ملاحظہ ہو.

(٢) زین العابدین خان کا خط حسب ذیل ہی: « نوابصاحب مشفق مہربان، کرمفرمای دوستان، مجموعۂ خوبیہای بیکران سلمہ اللہ تعالی. بعد سلام مسنون، واشتیاق ملاقات مباہجت مشحون، یہ چند خزف ریزی بھیجکر تکلیف دیتا ہون، کہ نگاہ گوہر سنج سی ملاحظہ کرکی اغلاط محاورات وتراکیب، وسستی بندش، وتعقیدات صوری ومعنوی، وتنافر الفاظ، وابتذال مضامین، جس جگہ واقع ہو مطلع فرمائی. فقط. امر مستفسرۂ سابق مین صدور مہربانی نامۂ نامی نی خلجان رفع کیا. جواب اسکا بھی اگر جلد عنایت ہو بعید ارتباط دیرینہ سی نہوگا. زیادہ شوق و بس. فقط. نگاشتۂ دہم مارچ سنہ ١٨٦٥ع. مقام جیپور. زین العابدینخان ». میرزا صاحب کی جواب کیلئی مکتوب نمبر ١٠٩ ملاحظہ ہو.

(٣) عریضہ نمبر ٤٢ مراد ہی.

میرے پاس نہین رہا. اور خدا کی قسم! کہ مین اب بہت ناتوان ہوگیا ہون. یہ خط لیٹے لیٹے صاف کیا ہے. اور اس تحریر کو مجموعۂ نثر مین رکھا چاہتا ہون. آپ اس کی نقل کرکے مقرر مجکو بھیجدیجیے گا. بڑا احسان مجھ پر ہوگا[۱].

اسد اللہ.

(۱۱٤)

منشی صاحب سعادت و اقبال نشان عزیز تر از جان منشی سیلچند کو فقیر غالب کی دعا پہنچے[۲]. کیون صاحب؟ ہم تو تم کو اپنا فرزند سمجھین، اور تمھارا یہ حال کہ مراسمِ فرزندی بجا نہین لاتے. خط لکھنا تم نے یک قلم موقوف کردیا. اور بھائی بے تکلف لکھتا ہون کہ مجھ مین اب دم نہین ہے. نہ طاقت باقی ہے، نہ حواس درست ہین[۳]. آج کے نوابصاحب کے خط مین دوجگہ غلطیان ہوئین مجھ سے. لکھا کچھ چاہتا ہون، لکھ کچھ جاتا ہون. بس اب تو یہ نوبت پہنچی ہے[۲]، کہ آج بچا کل مرا، کل بچا پرسون مرا. اس خط کا (جواب)[٤] مجکو جلد لکھو. اور اوس مین یہ لکھو، کہ احسان حسین خان (اور اونکے بھائی مظفر حسین خان)[٥] جو لکھنو سے آئے ہین،

---

(۱) یہ عریضہ کلیات نثر فارسی مین شامل نہین. اغلب یہ ہی، کہ یہان سی نقل روانا نہین کیگئی.

(۲) کاتب نی دونون جگہ «پونچی» لکھا ہی. لیکن میرزا صاحب نی اسی متن مین علی حالہ باقی رکھکر پائین خط مین اپنی قلم سی «پہنچی» بنادیا ہی، اسلئی مین نی متن مین صحیح املا لکھنا مناسب خیال کیا.

(۳) حواس کا املا کاتب نی ھای ہوز سی لکھا تھا. مرزا صاحب نی اوسکو قلمزد کرکی حای حطی سی لکھا ہی.

(٤) میرزا صاحب کی خط مین یہ لفظ موجود نہین ہی. لیکن سیاق چاہتا تھا اس لئی مین نی اسکو سہو کاتب و مکتوب لہ خیال کرکی بریکٹ مین اضافہ کردیا ہی.

(٥) احسان حسین خان اور مظفر حسین خان، مسیح الدولہ حکیم علی حسین خان بہادر لکھنوی، طبیب شاہ اودھ کی صاحبزادی تھی. الحاق اودھ کی بعد رفتہ رفتہ روساء شہر و اراکین سلطنت تباہ حال اور پریشان روزگار ہونا شروع ہوئی، تو ان مین سی اکثر اصحاب نی دربار رامپور کی دامن الطاف وکرم مین پناہ لی. یہ دونون بھائی بھی سنہ ٦٧ ع مین یہان آگئی. نواب خلد آشیان نی انکی شایان شان قدر و منزلت کا اظہار فرمایا، اور اپنی مصاحبین خاص مین جگہ عطا کی. احسان حسین خان بہادر نی جمعہ کی دن ٥ رجب سنہ ۱۲۹۰ ھ (۱۸۷۳ ع) کو کربلای معلی مین انتقال کیا. مظفر حسین خان آخر مین بنارس چلی گئی تھی، اور تیرھوین صدی کی آخر تک بقید حیات تھی.

نوابصاحب کی سرکار سے اونکا کیا در ماهه مقرر هوا هے، اور تعظیم و توقیر کا کیا رنگ هے؟ دربا مین جو آتے هین، تو بیٹھتے کہاں هین[1]؟ (اس خط کے جواب کا طالب غالب . ۱۱ جون)[2].

(۱۱۵)

برخوردار نورچشم منشی سیلچند میر منشی کو بعد دعا کے یه معلوم هو، که اگلے مهینے یعنی اگست سنه ۱۸۶۸ (کی)[3] تنخواه کی هنڈوی جو تم نے بهیجی تهی، اوسکا روپیه ابتک نهین پٹا. مین تو جس دن هنڈوی آتی هے، اوسی دن یا دوسرے دن اپنے مختار کار کے هات، که وه بهی مهاجن هے، بیچ ڈالتا هون. مگر اوس مختار کار کو، جسکے هان هنڈوی آئی هے، (اوسنے) روپیه ابتک نهین دیا. ۸ ستمبر کو وه هنڈوی بیچکر روپیه مین نے لے لیا تها، اور آج ۱۸ هے. مختار کار کو روپیه اوسنے ابتک نهین دیا. جس سے تم نے هنڈوی لکهوائی هے، اوسکو تم تاکید کرو که (یہان کے مهاجن کو روپیه دینے کی تاکید لکهے تا که)[4] مختار کار کا روپیه پٹ جاوے (مہر غالب ۱۲۷۸)[5].

---

(۱) اصل خط مین (هی) بصیغهٔ مفرد تحریر هی . لیکن اصول زبان کی رو سی (هین) بصیغهٔ جمع هونا چاهئی . مین نی یه خیال کرکی که اسپر میرزا صاحب کی نظر نهین پڑی. متن مین (هین) لکهدیا هی .

(۲) خط کی لفافه پر میر منشی صاحب کی حسب ذیل تحریر هی: « خط در جواب نوشته شد . ۱۶ صفر سنه ۱۲۸۴ ه مطابق ۲۰ جون سنه ۱۸۶۷ ع » . اس سی معلوم هوتا هی که میرزا صاحب کی خط کی پوری تاریخ ۱۱ جون سنه ۱۸۶۷ ع هی .

(۳) یه لفظ اصل مین ساقط تها. مین نی بریکٹ مین اسلئی اضافه کردیا هی ، که جمله بامحاوره هو جائی .

(٤) یه عریضه بهی میرزا صاحب کی اپنی قلم کا نوشته نهین هی. البته جو عبارت بریکٹ مین درج هی، وه اونهون نی خود لکهی هی .

(۵) اس خط کی لفافه پر ۱۸ ستمبر سنه ۱۸۶۸ تاریخ درج هی .

بنام خلیفه احمد علی صاحب احمد رامپوری

(خلیفه شیخ احمد علی صاحب احمد تخلص ولد شیخ نادر علی تقریباً سنه ۱۲۱۹ ه (۱۸۰۵ ع) مین پیدا هوی . فارسی کتابین مولوی عنبر شاه خان عنبر اور کبیر خان تسلیم سی پڑهین ، اور عربی علوم و فنون دیگر علماء شهر سی حاصل کئی . لیکن ادبیات فارسی کی ذوق نی خلیفه صاحب کو عربی علوم کی لطایف کی طرف متوجه نهونی دیا ، اور انکی ساری عمر شیراز و شروان هی کی مرغزارون کی سیر مین گزر گئی . رامپور کی اکثر فارسی ادب کی علما کا سلسله ان تك منتهی هوتا هی . نواب خلد آشیان اور نواب عرش آشیان طاب ثراهما کی استادی کا بهی شرف حاصل تها . خلیفه صاحب نی جمعرات کی دن ۲۹ رمضان سنه ۱۳۰۹ ه مطابق ۲۸ اپریل سنه ۱۸۹۲ ع کو نوی سال کی عمر مین اپنی مکان واقع محله بنگلهٔ آزاد خان (رامپور) مین انتقال کیا .

مرزا صاحب رامپور تشریف لائی ، اور خلیفه صاحب سی ملاقات هوئی تو موخر الذکر نی اثنای گفتگو مین عرفی کی کلام پر نکته چینی کی ، اور مثالاً یه دوشعر پیش کیی :

ساکتم ، این نغمه تا در نیم شب ، همره مرغ سحر خوان می زنم
شاهدی کو که یك نفس گوشی بدل درد پرور اندازد

میرزا صاحب نی عرفی کی حمایت کی . لیکن اوسوقت بحث ناتمام رهی ، اور یه طی پایا که خلیفه صاحب شب کو آکر گفتگو کرینگی . معلوم هوتا هی که یه اوس رات تشریف نه لیجاسکی ، اسلئی میرزا صاحب نی اپنی دلائل لکهکر انکی خدمت مین بهیجدیی .

تذکرهٔ کاملان رامپور (ص ۲٤) مین اختلافی شعر یه لکها هی :

منکه باشم عقل کل را ناوك انداز ادب مرغ توصیف تو از اوج بیان انداخته

مگر میرزا صاحب کی آینده تحریر کی روشنی مین اسکی صرف یه تاویل کیجاسکتی هی که مذکورهٔ بالا دو شعرون کی ساتهه یه بهی معرض بحث مین آیا هوگا . ورنه میرزا صاحب خط مین اسیکا ذکر کرتی .)

(۱۱٦)

جناب مولویصاحب مخدوم مولوی احمد علی صاحب کی خدمت مین بعد سلام مسنون الاسلام عرض یه هے ، که فقیر شب کو آپکا منتظر رها . آپ تشریف نه لائے . ناچار تقریر کو تحریر کا پیرایه دیکر آپ کی جناب مین بهیجتا هون . سنین فارسیه کا حال بسبیل اجمال ایك دو ورقه پر مندرج هے .

بنظرِ اصلاح مشاهده هو[1].

بعــد اوسکے میری یه عرض هے، که هر چند «سحر» اور «صبح» مرادف بالمعنی هین. اور وه انجامِ لیل اور آغازِ نهار هے. مگر بخلافِ صبح «سحر» بطریقِ مجاز بعدِ نصفِ شب سے صبح تك مستعمل هے. طعامِ آخرِ شب کو «سحری» اور «سحرگهی» کهتے هین. اور مرغانِ خوش آواز، که بلبل بهی اون مین هے، اکثر پهر سوا پهر رات سے بولتے هین. نصفِ شب کو مرغِ سحرخوان کا هم آواز هونا محلِ اعتراض نهین هے.

«گوش» کا استعمال «انداختن» کیساته اگر شعرای هند کے کلام مین آیا هوتا، تو هم اوسکی سند اهلِ زبان کے کلام سے ڈهونڈهتے. جب وه خود عرفی[2] نے لکها هے، تو هم سند اور کهان سے لائین؟ قواعدِ زبانِ فارسی کا ماخذ تو ان حضرات کا کلام هے. جب هم انهین کے قول پر اعتراض کرین گے، تو اوس اعتراض کیواسطے قاعده کهان سے لائین گے؟ ان سب باتون کو جانے دیجیے. اسکو ملاحظه کیجیے، که عرفی اکبر شاه[3] کے عهد مین تها.

---

(۱) میرزا صاحب کا یه خط مولوی عبد الحکیم خان صاحب مدرس فارسی مدرسهٔ عالیهٔ رامپور سی مبلغ ۲۵ روپیه مین خریدا گیا تها. فقیر عرشی کا خیال تها که سنین فارسی کی کیفیت پر مشتمل دو ورقه بهی موصوف الذکر بزرگ کی پاس هوگا. لیکن باوجود تلاش دستیاب نهوسکا.

(۲) خواجه جمال الدین محمد عرفی ابن خواجه زین الدین علی شیرازی عهد اکبری کا ممتاز اور بلند پایه فارسی شاعر شمار کیا جاتا هی. حکیم ابوالفتح اور میرزا عبدالرحیم خانخانان کا مصاحب اور مداح تها. اپنی موخر الذکر ممدوح کی توسط سی شاهزادهٔ سلیم کا اتالیق مقرر هوا. سنه ۹۹۹ ه مین خانخانان کی ساتهه ٹهٹهـه (سندھ) کی مهم مین شریك هونی کی اراده سی روانا هوا. لیکن شوال سنهٔ مذکوره (اگست سنه ۱۵۹۱ ع) کو ۳٦ سال کی مختصر عمر مین بمقام لاهور فوت هوگیا. اسکی کلام مین جوانی کا جوش وخروش اور الوالعزمی اپنی تمام معاصرین سی زائد هی. اگر دست قضا سی کچهه عرصه اور بچگیا هوتا، تو بعض ایسی خامیان، جو نظر ثانی نهونی کی سبب کلام مین پائی جاتی هین، هماری فارسی ادیبون کو کبهی نظر نآتین. تاهم ایران کی جو شاعر هندوستان چلی آئی تهی اون مین سی یه نصیب نیك عرفی هی کی حصه مین آیا، که اوسکی زندگی مین اسکا کلام شیراز مین پڑها جاتا تها.

(۳) جلال الدین اکبر ابن نصیرالدین همایون ابن ظهیرالدین بابر، سلطنت مغلیه کا تیسرا روشن چراغ تها. ۵ امر کوٹ (سندھ) مین سنه ۹٤۹ ه (۱۵٤۲ ع) کو پیدا هوا. ابهی تیرا سال نو ماه کی عمر تهی که باپ کا سایه سر سی اوٹهگیا. بیرم خان خانخانان نی اسی بادشاه بنا کر خود صدر اعظم کی حیثیت (باقی)

اور اوس عہد مین قطعِ نظر اور اهلِ کمال سے ابو الفضل[۱] اور فیضی[۲] یه دونو شخص کیسے فاضل تھے. اور پھر عرفی کا ممدوح حکیم ابو الفتح[۳] اسکا وه پایه علم مین تھا، که فیضی اور ابوالفضل کو بھی خیال مین نه لاتا تھا. اگر یه دونو شعر عرفی کے غلط ہوتے، تو یه تینون آدمی اوسکی دھجّیان اوڑا ڈالتے. حال آنکه فیضی و ابو الفضل اوسکے دشمن تھے. پس جب ان دونون نے باوجودِ عداوت اعتراض نکیا، تو اب عرفی پر کون اعتراض کر سکتا ہے؟ عرفی کی زبان سے جو نکل جائے وه سند ہے. ہمارے واسطے وه ایك قاعدۂ محکم ہے. وه مطاع ہے، اوُرهم اوسکے مقلد اور مطیع هین. غالب.

(بقیه) سی کام شروع کردیا. لیکن اپنی خدا داد قابلیت سی اکبر نی بہت جلد انتظام سلطنت کا بار اپنی کاندھون پر اوٹھا لیا، اور سلطنت مغلیه کی حدود کو گجرات، بنگال، کشمیر اور سنده تك وسیع کردیا. فتح پور سیکری اسی نی آباد کیا تھا. یه بہت معمولی پڑھا لکھا تھا. لیکن ایك دانشمند بادشاه کیطرح دربار کو اوسوقت کی ممتاز اهل علم سی مزین رکھتا، اور اونکی علمی مباحثون مین شریك هوتا رهتا تھا. جس سی اسکی معلومات اور قابلیت مین غیر معمولی وسعت پیدا هوگئی تھی. اس کی دربار کی نو رتن ابتك مشهور هین. اسکا سب سی اهم کارنامه دین الهی کی ترویج هی. یه مذهب سیاست ملکی مین بہت معاون ثابت هوا. چنانچه هندوستان کی پر شور نضا اسی مذهب کی بدولت جنت نشان بنی تھی. اکبر نی جمادی‌الآخره سنه ۱۰۱٤ ه (۱۶۰۵ ع) کو ۶۵ سال کی عمر مین اس دار فانی کو خیرباد کہا هی.

(۱) ابوالفضل، شیخ مبارك کا بیٹا، اور فیضی کا بھائی هی. یه سنه ۹۵۸ ه (۱۵۵۱ ع) مین پیدا هوا. سنه ۱۹ اکبر شاهی مین ملازمت کا شرف حاصل کیا اور بہت تھوڑی عرصه مین وزارت کی درجه تك جا پہنچا. اسکو ربیع‌الاول سنه ۱۰۱۱ ه (۱۶۰۲ ع) مین شاهزادۂ سلیم کی ایما سی ۵۳ سال ۲ ماه کی عمر مین شهید کردیا گیا. یه بڑا مدبر اور زبردست ادیب تھا. آئین اکبری، اکبرنامه، اور مکاتبات علامی تصنیفات هین. شعر بھی کہتا اور علامی تخلص کرتا تھا. یه اکبری دربار کی نورتن مین شمار کیا جاتا هی. اسکی قتل کی اطلاع سی اکبر کو اسقدر صدمه هوا تھا که اوس نی کئی وقت کھانا نه کھایا، اور بار بار کہتا تھا که اگر شیخو بابا مجھی قتل کرادیتا تو اس سی بہتر تھا.

(۲) فیضی، شیخ مبارك کا بڑا بیٹا، اور اکبری دربار کا ملك الشعرا تھا. حکمت، فلسفه، ریاضیات، تاریخ، اور سنسکرت کا عالم تھا. سواطع الالهام، اور مواردالکلم، عربی مین، اور کلیات نظم، اور خمسه، فارسی مین اسکی مشهور تصنیفات هین. یه ۱۰ صفر سنه ۱۰۰٤ ه (۱۵۹۵ ع) کو ۵۰ سال کی عمر مین فوت هوا.

(۳) حکیم ابوالفتح مسیح الدین ابن حکیم عبد الرزاق گیلانی اکبر کا طبیب خاص اور اوس عہد کا بہت بڑا فاضل تھا. یه اپنی علمی وجاهت وعظمت کی سبب بادشاه کی دربار مین ممتاز درجه کا مالك اور اکبری دربار کی نورتن مین شامل تھا. اسنی سنه ۹۹۷ ه (۱۵۸۸ ع) مین وفات پائی.

بنام مولوی محمد حسن خان مالکِ مطبع

(مولوی محمد حسن خان ابن نور محمد خان ابن شاہ محمد خان مہمند افغان رامپور کی ایک شریف و با عزت خاندان کی فرد تھی، انکی دادا شاہ محمد خان نواب سید محمد فیض اللہ خان بہادر کی ہمراہ افغانستان سی تشریف لائی، اور فوج مین بعہدۂ جمعداری مقرر ہوئی. مولوی محمد حسن خان نی تیغ نیاگان کو قلم سی تبدیل کرلیا. اور اوس زمانہ کی مروج تعلیم حاصل کرکی نواب فردوس مکان کی حسب ایما سنہ ۱۸۵۶ع مین «مطبع حسنی» قائم کیا. بعد ازان نواب خلد آشیان کی حسب الحکم ۱۲ جمادی الثانیہ سنہ ۱۲۸۳ھ مطابق ۱۵ اکتوبر سنہ ۱۸۶۶ع کو اخبار «دبدبۂ سکندری» کا پہلا پرچہ شائع کیا، جو اسوقت تك اپنی عمر کی ۷٤ سال پوری کرچکا ھی، اور ھنوز اپنی روایتی وفاداری حکومت ھند و رامپور پر قائم ھی. سنہ ۱۸۷۷ع کی دربار قیصری مین گورنمنٹ یو-پی نی انھین اپنی صوبہ کی مدیران اخبارات و رسایل کا نمایندہ بناکر بھیجا. نواب خلد آشیان نی ایام ولیعہدی مین اپنا مصاحب منتخب کیا، اور عہد حکومت مین متعدد اہم سفارتی خدمات تفویض فرمائین. انکی بعد نواب سید محمد مشتاق علیخان بہادر عرش آشیان نی آنریری مجسٹریٹ مقرر فرمایا. مولویصاحب نی ۱۷ شوال سنہ ۱۳۱٤ھ (۱۸۹۶ع) کو ۹۰ سال کی عمر مین انتقال فرمایا. آپکی بعد چند سال تك آپکی خلف الرشید مولانا شاہ فاروق حسن خانصاحب صابری رحمہ اللہ نی اپنی مشاغل طریقت کی ساتھ «دبدبۂ سکندری» کو بھی ایڈٹ کیا. لیکن سنہ ۱۹۰۳ع سی فرائض ادارت اپنی فرزند اکبر مولانا فضل حسن خانصاحب صابری کی سپرد کردئی، جو آجتك اسی انجام دیرھی ھین. موخر الذکر بزرگ نی اپنی گرامی نامۂ موسومۂ فقیر عرشی مین تحریر فرمایا ھی: «اخبار دبدبۂ سکندری کی ھندوستان بھر کی اخبارات مین یہ نمایان خصوصیت ھی کہ ۷٤ سال کی مدت مدید مین برٹش گورنمنٹ اور اوکل گورنمنٹ نی کبھی اسکی ایك حرف پر نہ کوئی اعتراض کیا، نہ اس سی کبھی ضمانت طلب ھوئی، نہ اسپر کسی نی آجتك کوئی مقدمہ چلایا».)

(۱۱۷)

مشفق اور مکرمی محمد حسن خانصاحب(۱) کو غالبِ آزردہ دل کا سلام پہنچے. آج بھی آپکا ایك خط آیا. کئی اخبار آپکے پھیرے، کئی خط آپکے پھیرے، اور آپ اخبار بھیجے جاتے ھین. الھی! آپکا خط خط تھا، یا کوئی جھوٹ کی پوٹ. بیشتر مجذوبون کی سی بڑ. اور جو کچھ سمجھ

(۱) میرزا صاحب نی مکتوب الیہ کا نام، القاب اور سرنامہ دونون مقامات پر محمد حسین خان لکھا ھی. یہ سہو ھی. صحیح نام محمد حسن خان ھی.

مین آیا، وہ غلط اور دروغ اور جھوٹ. یہ غلطِ محض ہے کہ مطبع حضور کا ہے، اور تم مہتمم ہو حضور کیطرف سے. اللہ! اللہ! ڈگی جی سنگھ کی تعریف مین کہین سارا ایك صفحہ کہین سارا ایك ورق سیاہ کرتے ہو، اور اپنے والیِ ملك اور اپنے پادشاہ یعنی امیر المسلمین نواب کلبِ علیخان بہادر کے نام (کے)[1] آگے یا نام سے پہلے کوئی دو تین لفظ تعظیم کے لکھتے ہو بس، اور اس قباحت کو نہین سمجھتے کہ اگر یہ اخبار حضور کی طرف سے ہے، تو گویا ڈگی سنگھ جی کی تعریف بھی حضور کی طرف سے ہوگی. ہندستانی علمداری[2] مین وہ ایك زمیندار اور مالگزار تھا. اب گورمنٹِ ہند نے اوسکو جاگیردارِ مستقل کردیا. اور نواب محمد علیخان رئیسِ ٹونك کا ہر اخبار مین ایك مرثیہ لکھتے ہو. اس سے یہ معلوم ہوا کہ تم طرح طرح سے اطراف و جوانب کے رئیسون سے بھیك مانگتے ہو. بھائی! «یك در گیر و محکم گیر». اگر حضور کے نوکر بھی نہین ہو تم، تو آخر رعیت تو ہو. یہ کیا ہے کہ اپنے پادشاہ کا ذکر سب سے پیچھے لکھتے ہو، کبھی صفحہ پر کبھی حاشیہ پر؟ ہم نے ان باتون سے بیزار ہو کر تمھارا اخبار موقوف کیا ہے، اور اب پھر تمھین لکھتے ہین، کہ دوھائی خدا کی! مین یکم جنوری سنہ ۱۸٦۸ سے «دبدبۂ سکندری» کا خریدار نہین ہون. نہ بھیجا کرو. واسطے خدا کے! نہ بھیجا کرو. اس سے زیادہ کیا لکھون. (مہر غالب ۱۲۷۸).[3] (۲۵ فروری سنہ ۱۸٦۸ ع).

---

(۱) یہ لفظ اصل مین ساقط تھا. مین نے سیاق کلام کے حسب اقتضا بڑھا دیا ہے.

(۲) یہ خط میرزا صاحب کے قلم کا نوشتہ نہین ہے، اسلئے ممکن ہے کہ کاتب نے سہواً «عملداری» کی بجای «علمداری» لکھدیا ہو.

(۳) خط کے آخر مین تاریخ نہین تھی. مین نے لفافہ کی تاریخ لکھدی ہے. لفافہ کی پشت پر نوٹ ہے: «بموجب خط هذا بعد استدراك از مرزا نوشه صاحب مبلغ دو روپیه هشت آنه بابت بقایا حساب اخبار محمد حسن خان حوالهٔ لاله ٹھنڈی‌رام محافظ دفتر نموده شد». تمت بالخیر. والحمد لله اولاً وآخراً.

۱ — فہرست اشخاص و قبائل

(ان فہرستون مین جلی ہندسے متن کیطرف اور خفی ہندسے حاشیہ کی طرف اشارہ کرتے ہین ، اور حاشیہ سے فٹ نوٹس اور وہ تحریرین مراد ہین ، جو مکتوب الیہم کے متعلق اون کے نام کے خطوط کے آغاز مین لکھی گئی ہین .)

۲ — فہرست مقامات

۳ – فہرست کتب و اخبارات

تصحیح و استدراك

(پروف کی تصحیح مین انتهائی احتیاط کی باوجود متن اور حواشی مین بعض غلطیان رہ گئین تهین ؛ نیز مکاتیب کی طباعت کی بعد کچهہ نئی چیزین بهی معلوم هوئین ، اسلئی مجبوراً تصحیح و استدراك کی نامشکور سعی کرنی پڑی . براہ کرم غلطیون کی اصلاح فرما لیجائی ، اور نئی معلومات مناسب مقام پر اضافه کرلیجائین ، تاکه کتاب پڑهتی وقت کوئی غلط فهمی پیدا نهو .)

ص ۱۲ ، سطر ۱ و ٤ – « لاڑد » بجائے « لارڈ » .

ایضاً ، حاشیه نمبر ٤ ، سطر ٥ — اضافه کیجئی « (اردوی معلی ، ص ۱٦۳) » .

ص ١٤ ، حاشیه نمبر ۳ ، سطر ٤ — « بهائی کی حویلی » بجائی « بهائی کی حویلی » .

ص ١٦ ، حاشیه نمبر ۱ ، سطر ۸ — « سنه ۱۸٥۸ ع » بجائی « سنه ۱۸۸۸ ع » .

ص ۱۷ ، حاشیه نمبر ۲ ، سطر ٤ — « داروغه تهی اور سو روپیه » بجائی « داروغه تهی سو روپیه » .

ص ۱۹ ، سطر ٦ – « لاڑد » بجائے « لارڈ » .

ص ۲۱ ، حاشیه ، سطر ٦ — « یہان » بجائی « یهان » .

ص ۲۲ ، حاشیه نمبر ۳ ، سطر ۹ — « تر » بجائی « ر » .

ایضاً ، حاشیه ، نمبر ٥ ، سطر ٤ — « ممالك مغربی و شمالی کی گورنر » بجائی « پنجاب کی گورنر » .

ص ٢٤ ، حاشیه ، سطر ۲٤ — « دعائی » بجائی « دعای » .

ص ۲٦ ، حاشیه ، سطر ٥ — « کی » بجائی « کیلئی » .

ایضاً ، حاشیه ، سطر ۸ — « جا » بجائی « جاجا » .

ص ۲۷ ، سطر ١٤ – « نوازشنامه » بجائے « لوازشنامه » .

ص ۲۹ ، حاشیه نمبر ۱ ، سطر ١٥ — « کیا » بجائی « کبا » .

ایضاً ، حاشیه ، سطر ۱۷ — « دیدہ‌ور » بجائی « دیدور » .

ص ۳۷ ، حاشیه ، سطر ۱ و ١٥ — « مارچ » بجائی « فروری » . (یه اردوی معلی کی مطبوعه ایڈیشن کی غلطی هی) .

ص ٤٠ ، سطر ۲ – « هزار » بجائے « هزاز » .

ایضاً ، حاشیه نمبر ۱ ، سطر ۱ — « مرزا » بجائی « مرز » .

ص ٤١ ، سطر ۱۰ – « ٹهرتا » بجائے « ٹهرتا » .

ص ٤٤ ، سطر ١٥ – « ناتوانان » بجائے « ناتوان » .

ص ٤٩ ، سطر ۱۳ – « چو » بجائے « چون » .

ص ٥٠ ، حاشیه نمبر ۱ ، سطر ۱۹ — « آمر » بجائی « امر » .

ص ٥٩ ، سطر ۹ – « چو » بجائے « چون » .

ص ٦٠ ، سطر ۱ – « دستاری » بجائے « دسناری » .

ص ٦٦ ، حاشیه نمبر ۲ ، سطر ۹ — اضافه کیجئی « سعید الدین خانصاحب نی ۲۱ ربیع الثانی سنه ۱۳۰۳ ه مطابق ۲۷ جنوری سنه ۱۸۸٦ ع اور ۸ جمادی الاولی سنه مذکور مطابق ۱۳ فروری سنه مذکور کی درمیان انتقال کیا . »

ص ٦٦ ، حاشيه نمبر ٣ — «كچهه معلوم نهوسكا» كى بجائى «اونكى صاحبزاده مولوى محمد نجم الحسن خان كى مكتوب مورخهٔ ٢٦ اپريل سنه ١٨٧٨ ع سى معلوم هوتا هى كه صدر الصدور صاحب بانس بريلى كى باشندى تهى ، اور خط لكهنى سى پانچ سال قبل ، تقريباً سنه ١٨٧٣ ع مين ، انتقال كرگئى . صدر الصدور صاحب كى برادر خورد مولوى حامد حسن خان بهى صدر الصدور تهى . يه فرورى سنه ١٨٧٨ ع مين فوت هوى» .

ص ٦٩ ، حاشيه ، سطر ٥ — «كى» بجائى «كو» .

ص ٧٥ ، حاشيه ، سطر ٤ — «١١٠» بجائى «١٠٩» .

ص ٧٨ ، حاشيه ، سطر ٢ — «١٢٢١ ھ» بجائى «١٢٤٨ ھ» .

ص ٨٠ ، سطر ١٨ — «لكهتے» بجائے «لهكتے» .

ص ٩٥ ، حاشيه نمبر ١ ، سطر ٢ — «رجب سنه ١٢٧٢ ھ (١٨٥٥ ع) مين» بجائى «غدر سنه ٥٧ ع سى قبل» .

ص ٩٩ ، خط ٩١ — (مكاتيب كى ترتيب كى وقت قطعهٔ آينده كى متعلق صرف اسقدر معلوم هوسكا تها ، كه نواب خلد آشيان نى منشى امير احمد مينائى مرحوم كى حواله كرديا . ليكن حسن اتفاق سى كتاب كى طباعت ختم نهوئى تهى ، كه منشى عتيق الرحمن خان كليم رامپورى نى قطعهٔ مذكور پيش كيا اور بتايا كه مين نى امير مينائى مرحوم كى پوتون سى حال مين پرانى ردى خريدى هى ، اوس مين سى يه قطعه دستياب هوا هى . حقير عرشى نى اسى گنج باد آورد شمار كرتى هوى سر دست آخر مين شامل كردينا مناسب خيال كيا . انشاءالله آينده اشاعت مين اپنى مقام پر درج كيا جائيگا .)

(قطعه)

هند مين اهلِ تسنن كى هين دو سلطنتين
حيدرآبادِ دكن ، رشكِ گلستانِ ارم
رامپور اهل نظر كى هے نظر مين وه شهر
كه جهان هشت بهشت آكے هوئى هين باهم
حيدرآباد بهت دور هے . اس ملك كے لوگ
اوسطرف كو نهين جاتے هين . جو جاتے هين تو كم
رامپور آج هے وه بقعهٔ معمور ، كه هے
مرجع و مجمعِ اشرافِ نژادِ آدم
رامپور ايك بڑا باغ هے از روىِ مثال
دلكش و تازه و شاداب و وسيع و خوّرم

جس طرح باغ مین ساون کی گھٹائین[۱] برسین
ھے اوسی طور پہ یان دجلہ فشان دستِ کرم
ابرِ دستِ کرمِ کلبِ علیخان سے مدام
دُرِّ شہوار ھین، جو گرتے ھین قطرے پیہم
صبحدم باغ مین آجائے جسے ھو نہ یقین
سبزہ و برگِ گل و لالہ پہ دیکھے شبنم
حَبَّذَا باغِ ھمایونِ تقدس آثار
کہ جہان چرنے کو آتے ھین غزالانِ حرم
مسلکِ شرع کے ھین راھرو و راہ شناس
خضر بھی یان اگر آجائے تو لے انکے قدم
مدح کے بعد دعا چاھیے اور اھلِ سخن
اسکو کرتے ھین بہت بڑھکے بہ اغراق رقم
حق سے کیا مانگیے؟ انکے لئے جب ھو موجود
ملك و گنجینہ و خیل و سپہ و کوس و علم
ھم نہ تبلیغ کے مایل نہ غلو کے قایل
دو دعائین ھین کہ وہ دیتے ھین نواب کو ھم
یا خدا! غالبِ عاصی کے خداوند کو دے
دو وہ چیزین کہ طلبگار ھے جنکا عالم
اولاً عمرِ طبیعی بہ دوامِ اقبال
ثانیاً دولتِ دیدارِ شہنشاہِ امم

ص ۱۰۳، حاشیہ نمبر ۲، سطر ۱ — «لکھدیا» بجائے «لھکدیا».
ص ۱۰۴، حاشیہ نمبر ۱، سطر ۱ — «مشفق» بجائے «مشقق».
ص ۱۰۵، حاشیہ نمبر ۱، سطر ۱۲ — اضافہ کیجی «مظفر حسین خان نے سنہ ۱۲۹۲ ھ (۱۸۷۵ع) مین انتقال کیا (کلیات منیر، ص ۵٤۷).».

---

(۱) میرزا صاحب نے «گھٹائین» لکھا ھے.

Printed by Abdus-Samad Sharafuddin at The Qayyimah Press, 232 Bhendi Bazar, Bombay 3,
and published by The State Library, Rampur State, U. P.

The Rampur State Library Publication Series. *No. 1.*

MAKĀTĪB-I-GHĀLIB

A collection of 115 letters of Najm-ud-Dawlah Dabīr-ul-Mulk Mirzā Asad-ullāh Khān Bahādur *Ghālib* Nizām-Jang Dihlawī addressed to Nawwāb Firdaws-Makān, Nawwāb Khuld-Āshyān and other persons.

Edited by

IMTIYĀZ 'ALĪ 'ARSHĪ
Librarian, The State Library, Rampur State, U.P., India.

QAYYIMAH PRESS
(PROPS.: SHARAFUDDIN & SONS).
BOMBAY
1937